تصانیفِ احمدیہ

حصہ اوّل

جلد پنجم

مشتمل

کتب و رسائل مذہبی

تفسیر القرآن

جلد سوم

تفسیر سورۂ انعام سورۂ اعراف

سنہ ۱۳۲۲ھ مطابق سنہ ۱۹۰۴ء

حسب فرمایش آنریری منیجر ڈیوٹی بک ڈپو مدرسۃ العلوم علی گڈھ بہ تصحیح مولوی سید جلال الدین حیدر صاحب

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخان صوفی طبع شد

طبع دوم

پانسو جلد

مختصر فہرست کتب موجودہ دوکان الفرض مدرسۃ العلوم علی گڈھ

نام کتاب	قیمت
حمائل شریف مترجم ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی ۔ کاغذ سفید متن حنائی مجلد معہ نقرئی بیل ۔	۲ روپے
ایضاً " " ایضاً " " " بلا جلد	عہ ۸
قرآن شریف " " ایضاً " " " مجلد	ے
ایضاً " ایضاً " " " بلا جلد	ے/
قرآن شریف مترجم ہشت پہل معہ ترجمہ تفسیر حسینی اُردو ۔ کاغذ سفید ولایتی بلا جلد ۔	معہ
ایضاً " ایضاً " " دیسی "	ے/
تفسیر القرآن جلد اول مصنفہ سر سید احمد مرحوم اس جلد میں سورۂ فاتحہ اور سورہ بقر کی تفسیر ہے مطبوعہ مفید عام آگرہ مجلد مطلا	ے ۸
ایضاً " " " " " " " مجلد سادہ	عصا ۱۲
تفسیر القرآن جلد دوم اس جلد میں سورہ آل عمران ۔ سورہ نساء اور سورہ مائدہ کی تفسیر ہے مطبوعہ مفید عام آگرہ مجلد مطلا	ے ۸
ایضاً " " " " " " " مجلد سادہ	عصا ۱۲
تفسیر القرآن جلد سوم اس جلد میں سورہ انعام اور سورہ اعراف کی تفسیر ہے مطبوعہ ٹائپ کاغذ سفید مجلد مطلا ۔	ے/
ایضاً " " " " " کاغذ زرد جلد سادہ	للعہ
تفسیر القرآن جلد چہارم ۔ اس جلد میں سورہ انفال ۔ سورہ توبہ اور سورہ یونس کی تفسیر ہے مطبوعہ ٹائپ کاغذ سفید جلد طلائی ۔ - - - - - - - - -	ے/
ایضاً " " " " کاغذ زرد سادہ	ے/
تفسیر القرآن جلد پنجم اس جلد میں سورہ ہود ۔ سورہ یوسف سورہ رعد سورہ ابراہیم ۔ سورہ حجر ۔ اور سورہ نحل کی تفسیر ہے مطبوعہ ٹائپ مجلد مطلا - - - - - - -	ے/
تفسیر القرآن جلد ششم اس جلد میں سورہ بنی اسرائیل کی تفسیر ہے مطبوعہ ٹائپ کاغذ سفید جلد طلائی ۔	ے/
ایضاً " " " زرد " سادہ	ے ۸
خطبات احمدیہ ۔ مصنفہ سر سید احمد خان مرحوم ۔ کاغذ عمدہ ۔ جلد پختہ - - - - -	۲ روپے
ایضاً " " جلد خام - - - -	ے

فہرست مضامین جلد سوم تفسیر القرآن

تصانیف احمدیہ

حصہ اوّل

جلد پنجم

مشتمل بر

کتب و رسائل مذہبی

تفسیر القرآن

جلد سوم

تفسیر سورۂ انعام سورۂ اعراف

سنہ ۱۳۲۲ھ مطابق سنہ ۱۹۰۴ء

حسب فرمایش آنریری منیجر ڈیوٹی بک ڈپو مدرستہ العلوم علی گڈہ بہ تصحیح مولوی سید جلال الدین حیدر صاحب

در مطبع عام مفید آگرہ باہتمام محمد قادر علیخان صوفی طبع شد

طبع دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ② وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا

① (الحمد لله الذی) اس تمام سورۃ میں مکہ کے لوگ زیادہ تر مخاطب ہیں مشرکین عرب خدا کو جانتے تھے مگر بتوں کو خدا کی برابر کرتے تھے اور خدا کی مانند بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم توحید ذات باری او توحید صفات باری اور توحید فی العبادت کی ہدایت فرماتے تھے جو اُنکے اعتقادات اور بتوں کی پرستش کے برخلاف تھے اُسکو نہ مانتے تھے اور آنحضرت کی ہدایت پر خدا کی طرف سے ہونیمیں شک کرتے تھے اور اپنی جہالت سے اُن امور کا ہونا آنحضرت صلعم سے بطور معجزہ کے چاہتے تھے جو فطرت اللّٰہ کی برخلاف تھی۔ اِنہی باتوں کا اس سورۃ کے شروع میں بیان ہوا ہے۔ مشرکین عرب مغرور بھی تھے

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

سب بڑائیاں خدا کے لئے ہین جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور بنایا اندھیرون
کو اور نور کو پہر جو کافر ہوئے برابر کرتے ہین (اصنام کو) اپنے پروردگار سے ① وہ تو وہ
ہے جس نے تم کو پیدا کیا مٹی سے پہر مقرر کیا مرنے کا وقت اور مقرر کیا ہوا وقت
اُسکے پاس ہے (یعنی اُسکو معلوم ہے) پہر تم شک کرتے ہو ② اور وہی خدا ہے آسمانون
میں اور زمین میں جانتا ہے تمہارے چھپے اور کھُلے (کاموں) کو اور جانتا ہے جو تم کماتے
ہو ③ اُنکے پاس کوئی نشانی اُنکے پروردگار کی نشانیوں میں سے نہیں آئی مگر وہ اُس
سے روگردان ہوئے ④ پھر بیشک جھٹلایا اُنہوں نے سچ کو جبکہ وہ (یعنی سچ) اُنکے
پاس آیا پہر قریب ہے کہ اُنکے پاس اُسکی خبریں آوینگی جس کے ساتھہ وہ ٹھٹھا کرتے
تھے ⑤ کیا اُنکو خبر نہیں کہ ہمنے اُنسے پہلے کتنوں کو اگلے زمانہ کی قوموں میں سے ہلاک
کر ڈالا جنکو ہمنے زمین میں ایسی قدرت دی تہی کہ تمکو ویسی قدرت نہیں دی
اور ہمنے اُن پر موسلا دہار برسنے والے بادل بہیجے

اور وہ اپنی عظمت اور قوت پر گھمنڈ رکھتے تھے اور آنحضرت صلعم کی ہدایت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے
تھے اِس لئے خدا نے اُنکو بتایا کہ تم سے بھی زیادہ قوی اور باحشمت قومیں جو نہایت سرسبز و شاداب
ملکوں میں تھیں وہ بھی اپنے گناہوں کے سبب برباد ہو گئین۔ پہر خدا نے اُنکے شبہون کا ذکر کیا
اور فرمایا کہ اگر وہ ناممکن چیزین ہو بھی جاویں جو وہ چاہتے ہین تب بھی وہ لوگ ایمان نہیں لانے کے
اور جو رنج واذیت آنحضرت صلعم کو کافروں کی باتوں سے پہونچتی تہی انبیاء سابق کی مثال سے آنحضرت
کو تسکین دی ہے۔

وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا
مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝٦ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا
فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ
اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا
لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝٨ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ
رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝٩ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ
بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠
قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ
كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
لَا رَيْبَ فِيْهِ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٢
وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝١٣
قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ
يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ

اور ہمنے نہرین پیدا کین جو اُنکے (کھیتون کے) نیچے بہتی تہیں پہر ہمنے اُن کو اُن کے
گناہون کے سبب ہلاک کر ڈالا اور اُنکے بعد اور لوگون کا زمانہ پیدا کیا ۶ اور اگر ہم تجہہ پر
اوتارتے کاغذ میں لکہا ہوا پہر وہ اُس کو اپنے ہاتھون سے چھو لیتے تو بہی جو لوگ کافر ہوئے
کہتے کہ یہ تو کُہلے جادو کے سوا اور کچہہ نہیں ہے ۷ اُنہون نے کہا کہ کیون نہیں اُتارا گیا
اُسپر (یعنی پیغمبر پر) فرشتہ اور اگر ہم کوئی فرشتہ اُتارتے تو کام پورا ہو جاتا پہر نہ ٹال میں ڈالی جاتے ۸ اور
اگر ہم اُسکو (یعنی پیغمبر ہی کو) فرشتہ کر دیتے (یعنی فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے) تو اُسکو بہی آدمی کی صورت
میں بناتے تو ہم اُن پر وہی شبہہ ڈالتے جو شبہہ کہ اب وہ کرتے ہیں ۹ اور بیشک ٹھٹھا کیا
گیا ہے رسولوں کو ساتہہ تجہہ سے پہلے پہر گہیر لیا اُن لوگوں کو کافروں میں سے جو ٹھٹھا کرتے
تھے اُس چیز نے جس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تہے ۱۰ کہدے اے پیغمبر کہ سیر کرو زمین
میں (یعنی ملکون میں) پہر دیکہو کہ کیا انجام ہوا جھٹلانیوالون کا ۱۱ کہہ (یعنی پوچھ اے
پیغمبر کافرون سے) کس کے لئے ہی جو کچھ کہ آسمانوں میں ہی اور زمین میں کہہ (یعنی اُنکو بتا دے)
کہ اللہ کے لئے لکہی ہے اُس نے اپنے اوپر رحمت، بیشک اکٹھا کریگا تم سب کو قیامت
کے دن میں جس میں کچھ شک نہیں، جن لوگون نے اپنے تئین آپ نقصان پہونچایا
تو وہ ایمان نہیں لانے کے ۱۲ اور اُسی کے لئے ہے جو کچہ کہ ٹہیرتا ہے رات میں اور دن
میں، اور وہ سننے والا ہے جاننے والا ۱۳ کہدے اے پیغمبر اُن مشرکین کو جو تجہکو تو نکی
طرف مایل کرنا چاہتے ہین، کہ کیا میں خدا کے سوا دوسرے کو دوست بناؤن جو پیدا کرنیوالا ہی آسمانوں کا اور
زمین کا اور وہی رزق دیتا ہی اور اُسکو رزق نہیں دیا جاتا، کہدی کہ بیشک مجکو حکم دیا گیا ہی کہ مین ہون پہلا شخص

مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ
عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ
فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ
بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾
قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ڐ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَ
اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ
اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰي ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ
كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۗءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا
يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَاۗؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ

جو اسلام لایا اور (یہ حکم ہوا ہے) کہ تو مشرکون میں سے مت ہو (۱۴) کہدے کہ بیشک میں ڈرتا ہون۔ اگر نافرمانی کرون اپنے پروردگار کی۔ بڑے دن کے عذاب سے (۱۵) جو شخص کہ اُس سے اُس دن عذاب روک رکھا جاوے تو بیشک خدا نے اُس پر مہربانی کی اور یہی ہے کُھلی ہوئی مرادیابی (۱۶) اور اگر خدا تجھکو ضرر پہونچاوے تو کوئی اُسکا دور کرنیوالا نہیں سواے اُسی کے اور اگر تجھکو بھلائی پہونچاوے تو وہ سب چیز پر قادر ہے (۱۷) اور وہ قدرت رکھنے والا ہے اپنے بندونپر اور حکمت والا ہے خبر رکھنے والا (۱۸) کہدے (اے پیغمبر کافرون سے) کہ کونسی چیز سب سے بڑی شہادت میں ہے کہدے کہ اللہ وہ شاہد ہے مجھ میں اور تم میں، اور وحی کیا گیا ہے مجھکو یہ قرآن تاکہ میں اُس سے تمکو تنبیہ کرون اور اُنکو جنکے پاس اُسکی خبر پہونچی، کیا تم شہادت دیتے ہو کہ خدا کے ساتھ اور خدا ہیں کہدے کہ میں شہادت نہیں دیتا، کہدے کہ اِسکے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ خداے واحد ہے اور بیشک میں بری ہون اُس چیز سے کہ تم شریک کرتے ہو (۱۹) جن لوگوں کو کہ ہمنے کتاب دی ہے وہ اس بات کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹون کو جن لوگون نے اپنے تئین آپ نقصان پہونچایا تو وہ ایمان نہیں لاتے (۲۰) اور کون زیادہ ظالم ہے اُس شخص سے جس نے جھوٹا بہتان خدا پر باندھا یا اُسکی نشانیوں کو جھٹلایا بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے (۲۱) اور جسدن ہم اُن سب کو اکھٹا کرینگے پھر ہم کہینگے اُن لوگون سے جو شرک کرتے ہیں کہ کہان ہیں تمہارے شریک جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے (۲۲) پھر اُنکو اور کچھ بہانہ بجز اِس کے

فتنتهم الا ان قالوا والله ربنا ما كنا مشركين ﴿٢٣﴾ انظر
كيف كذبوا على انفسهم وضل عنهم ما كانوا يفترون ﴿٢٤﴾
ومنهم من يستمع اليك وجعلنا على قلوبهم اكنة ان
يفقهوه وفي اذانهم وقرا وان يروا كل اية لا يؤمنوا بها
حتى اذا جاءوك يجادلونك يقول الذين كفروا ان هذا
الا اساطير الاولين ﴿٢٥﴾ وهم ينهون عنه وينئون عنه
وان يهلكون الا انفسهم وما يشعرون ﴿٢٦﴾ ولو ترى اذ
وقفوا على النار فقالوا يليتنا نرد ولا نكذب بايت ربنا
ونكون من المؤمنين ﴿٢٧﴾ بل بدا لهم ما كانوا يخفون من
قبل ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه وانهم لكذبون ﴿٢٨﴾
وقالوا ان هي الا حياتنا الدنيا وما نحن بمبعوثين ﴿٢٩﴾ ولو ترى
اذ وقفوا على ربهم قال اليس هذا بالحق قالوا بلى وربنا
قال فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون ﴿٣٠﴾ قد
خسر الذين كذبوا بلقاء الله

نہوگا کہ کہینگے خدا کی قسم اے ہمارے پروردگار ہم مشرک نہ تھے (۲۳) دیکھہ کس طرح اُنھوں نے اپنے پر آپ جہوٹ باندہا اور کہویا گیا اُنسے جو کچہہ کہ اُنہوں نے افترا کیا تہا (۲۴) اور اُن میں سے کوئی شخص کان لگاتا ہے تیری طرف اور ہمنے انکے دلوں پر پردے ڈال دئے ہیں اُسکے سمجہنے سے اور اُنکے کانوں میں بہراپن ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھہ لیں تو بہی اُن پر ایمان نہ لاوینگے یہاں تک کہ جب تیرے پاس آوینگے تو کج بحثی کرینگے، جو لوگ کافر ہوئے کہتے ہیں یہہ کچہہ نہیں ہی مگر اگلوں کی کہانیاں (۲۵) اور وہ (اوروں کو) اُس سے منع کرتے ہیں اور خود بہی اُس سے الگ رہتے ہیں اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں جانتے (۲۶) اور اگر تو دیکہے جبکہ وہ آگ پر کہڑے ہوں تو کہیں گے اے کاش ہم پہر جاوین اور نہ جہٹلاوین اپنے پروردگار کی نشانیوں کو اور ہووین ایمان والوں میں سے (۲۷) بلکہ اُنکو ظاہر ہوگیا جو کچہہ کہ اِس سے پہلے چہپاتے تہے اور اگر وہ پہر بہیجدئے جاوین تو وہی کرینگے جس سے اُنکو منع کیا گیا تہا بے شک وہ جہوٹے ہیں (۲۸) اور اُنہوں نے کہا کہ یہہ کچہہ نہیں ہے مگر دنیا کی زندگی اور ہم نہیں پہر اُٹھنے والے (۲۹) اور اگر تو دیکہے جبکہ وہ کہڑے کئے جاوین گے اپنے پروردگار کے سامنے (خدا) کہیگا کہ کیا یہہ سچ نہیں ہے کہیں گے ہاں قسم ہمارے پروردگار کی، (خدا) کہیگا پہر چکہو عذاب بدلے اُس کے جو تم کفر کرتے تہے (۳۰) بیشک نقصان میں پڑے جن لوگوں نے جھٹلایا اللہ سے ملنے کو،

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ

﴿۳۷﴾ (وقالوا لولا نزل علیہ ایۃ) اس آیت سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس کوئی معجزہ نہ تھا یعنی جسکو کفار یا عام لوگ معجزہ سمجھتے ہیں کیونکہ اگر کوئی معجزہ ہوتا تو کفار یہ نہ کہتے

یہان تک کہ جب یکایک اُنکے پاس وہ گھڑی آویگی توکہیں گے ہاے ہم افسوس ہماری اُس تقصیر پرجو ہنے اُس ہیں کی اور وہ اُٹھائینگے اپنے بوجھ اپنی پیٹھون پر جان لو برا ہے وہ جو اوٹھائینگے (۳۱) اور دنیا کی زندگی کیا ہے مگر لہو و لعب (یعنی چند روزہ بیہودہ خوشی) اور بیشک دار آخرت بہتر ہے اُن لوگون کے لئے جو پرہیزگاری کرتے ہیں پھر کیا تم نہیں سمجھتے (۳۲) بے شک ہم جانتے ہیں کہ بیشک تجھکو رنجیدہ کرتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں پھر وہ تجھکو نہیں جھٹلاتے ولیکن یہ ظالم اللہ کی نشانیون سے ہٹ دھرمی کرتے ہیں (۳۳) اور بیشک جھٹلائے گئے ہیں پیغمبر تجھ سے پہلے پھر اُنھون نے صبر کیا اسپر کہ جھٹلائے گئے اور ایذا دی گئی یہانتک کہ ہماری مدد اُن کے پاس آئی، اور کوئی نہیں بدلنے والا خدا کی باتون کو، اور بیشک تیرے پاس آئی ہیں پیغمبرون کی خبرون میں سے (۳۴) اور اگر تجھ پر گران گذرتا ہے اُن کا منھہ پھیرنا، پھر اگر تو کر سکے کہ ڈھونڈھ نکالے ایک سرنگ زمین میں یا ایک سیڑھی آسمان میں پھر لے آوے اُنکے پاس کوئی نشانی (توبھی وہ ایمان نہ لاوینگے) اور اگر خدا چاہے تو اُن سب کو ہدایت پر اکھٹا کر دے پھر نادانون میں سے ہرگز مت ہو (۳۵) اسکے سوا کچھ نہیں کہ وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردے (یعنی کافر) اُنکو اُٹھاویگا اللہ پھر اُسکے پاس لیجائے جاوینگے (۳۶) اُنھوں نے کہا کہ کیون نہیں اُتاری گئی اُس پر (یعنی پیغمبر پر) کوئی نشانی (یعنی معجزہ)

کہ کیون آنحضرت صلعم پر کوئی معجزہ نہیں اُتارا گیا۔

مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً

تفسیر کبیر میں ان آیتوں کی شان نزول میں ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے کہ حرث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف معہ چند قریش کے آنحضرت صلعم پاس آئے اُن سب نے کہا کہ اے محمد اللہ کے پاس سے کوئی معجزہ لاؤ جیسے کہ انبیا کیا کرتے تھے تو ہم تم پر ایمان لائیں مگر خدا نے معجزہ بھیجنے سے انکار کیا کیونکہ خدا کے علم میں تھا کہ وہ ایمان نہیں لانے کے۔

جن لوگوں نے مذکورہ بالا آیتوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلعم پاس کوئی معجزہ نہ تھا اُن کو امام فخر الدین رازی نے ملحد قرار دیا ہے اور اُن کا جواب اس طرح پر دیا ہے کہ خود قرآن ہی بہت بڑا معجزہ ہے کہ باوجودیکہ کافرون سے کہا گیا کہ مثل اسکے لاؤ اور وہ نہ لاسکے۔ ممکن ہے کہ یہہ کہا جاوے کہ اگر قرآن معجزہ تھا تو پھر کافرون نے یہہ کیونکر کہا کہ "کیوں نہیں اتاری گئی پیغمبر پر کوئی نشانی" تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اسکا کئی طرح پر جواب دینگے۔ اول یہہ کہ لوگون نے دشمنی سے قرآن کو معجزہ نہ ہیرایا ہوگا اور کہا ہوگا کہ یہ تو کتاب کی قسم سے ہے اور کتاب معجزات کی قسم میں سے نہیں ہے جیسے کہ توریت و زبور و انجیل اور اسی شبہ کی سبب سے اُنھون نے وہ کہا ہوگا۔ دوسری یہ کہ اُنھون نے معجزات قاہرہ طلب کئے ہونگے جیسے کہ اور انبیا کے پاس تھے مثل سمندر کے چیر دینے اور پہاڑ کے سر پر معلق ہو جانے اور مُردوں کے زندہ کرنے کے۔ تیسرے یہ کہ اُنھوں نے ضد سے علاوہ معجزات موجودہ کے اور معجزے طلب کئے ہونگے جیسے فرشتوں کا اُترنا یا آسمان کے ٹکڑے کا ٹوٹ پڑنا۔ چوتھے یہہ کہ یا اُنھوں نے آسمان پر سے پتھرون کا برسنا یا اور عذاب کا اُترنا چاہا ہوگا کیونکہ یہہ سب باتیں آیت کے لفظ میں شامل ہیں۔

پھر امام صاحب کافرون کے مطلوبہ معجزات نہ نازل کرنے کی وجہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب خدا تعالی نے قرآن مجید بہت بڑا معجزہ دیا تھا تو اُس پر اور معجزہ طلب کرنا ضد اور خدا پر تحکم کرنا تھا کرنے اور نہ کرنے میں خدا اپنی مرضی کا مختار ہے وہ لوگون کی خواہشوں کے مطابق نہیں کرتا چاہا اُن کا سوال قبول کیا جا نہ کیا۔ علاوہ اسکے اگر انکے اُن سوالوں کو پورا کر دیتا تو وہ ایک اور معجزہ چاہتے جب وہ بھی پورا ہو جاتا تو اور چاہتے اور اُس کی کچھ انتہا نہ ہوتی اس لئے پہلے ہی دفعہ سد باب کر دیا۔ سواے اسکے اگر خدا تعالی

اُس کے پروردگار کی طرف سے کہدے کہ بیشک اللہ اُسپر قادر ہے کہ اُتارے کوئی نشانی

اُنکے مطلوبہ معجزات کو نازل کرتا اور اگر وہ ایمان نہ لاتے تو سب کو نیست و نابود کر ڈالتا پس خدا نے بمقتضائے رحمت کے اُنکو نازل نہیں کیا۔ اور یہہ بھی ہے کہ خدا جانتا تھا کہ وہ لوگ اُن معجزات کو فائدہ کی غرض سے نہیں طلب کرتے تھے بلکہ ضد سے طلب کرتے تھے اور خدا کو معلوم تھا کہ وہ ایمان نہیں لاینگے

مگر شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب تفہیمات الہیہ میں صاف صاف بیان کیا ہے کہ قرآن مجید میں کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے اور شق قمر کی نسبت لکھا ہے کہ وہ معجزہ نہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک شق قمر معجزات میں سے نہیں ہے ہاں وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ قریب ہوئی ساعت اور پھٹ گیا چاند لیکن آنحضرت صلعم نے اُسکے ہونے سے پہلے اُس کی خبر دی ہے اس راہ سے معجزہ ہے ...... اُسکے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے ان معجزات میں سے کچھ بھی اپنی کتاب (یعنی قرآن) میں ذکر نہیں کیا اور نہ بمطلق اُسکی طرف اشارہ کیا ہے اسمیں راز بھید یہہ ہے کہ قرآن تو بطور اسم ذات کا ہے اور شاہ صاحب نے معجزات کو اشرافات میں داخل کیا ہے جو اسم ذات سے کم درجہ ہے اس لیے اُنھوں نے فرمایا کہ پس جو چیز کہ اُس کے ماتحت ہے اُسکا ذکر اُس میں نہیں ہو سکتا۔

اما شق القمر فعندنا لیس من المعجزات انما هو من آیات القیامة کما قال اللہ تعالیٰ اقتربت الساعة وانشق القمر ولکنه صلی اللہ علیه وسلم اخبر عنه قبل وجوده فکان معجزة من هذا السبیل ...... ولم یذکر اللہ سبحانه شیئاً من هذه المعجزات فی کتابه ولم یشر الیها قط بسر بدیع وهو ان القرآن انما هو من الاسم فلا یذکر فیه ما هو من تحته۔ (تفہیمات الہیہ)

مگر تعجب یہ ہے کہ اگر شاہ صاحب کے نزدیک کسی نبی کے معجزہ کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہوتا تو اُسوقت اُنکی یہہ دلیل صحیح ہو سکتی تھی لیکن جبکہ شاہ صاحب اور انبیا کے معجزات کا ذکر قرآن مجید میں تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ تفہیمات کے متعدد مقاموں سے پایا جاتا ہے تو یہہ بھید ٹوٹ جاتا ہے اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ قرآن مجید میں بلالحاظ اس بھید کے اور پیغمبروں کے معجزوں کا تو ذکر ہو اور بلحاظ اس بھید کے آنحضرت صلعم کے معجزوں کا ذکر نہ ہو۔

غرضکہ امام صاحب نے اس بحث کو اُسی طریقہ پر کیا ہے جیسے کہ ہمارے ہاں کے قدیم علما کا طریقہ ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾

اور شاہ صاحب نے اُسکو تصوف کے سانچے میں ڈھالنا چاہا ہے مگر اس زمانہ کے لوگوں کو ایسی تقریروں سے تشفی نہیں ہوتی اور جب تک اصل حقیقت صاف صاف نہ بتائی جاوے دل کو طمانیت نہیں ہوتی قرآن مجید میں اس آیت میں اور اور متعدد آیتوں میں جو کچھ لکھا ہے سب سچ ہے اور نہایت صفائی سے اصل حقیقت کو بتا دیا ہے۔ بزرگوں کے ساتھ کرامت کا اور انبیا کے ساتھ معجزہ کا خیال فطرت کے ایک بڑے لمبے سلسلے سے مربوط ہے جب تک کہ اُس سلسلہ پر ابتدا سے بغور کامل نظر نہ ڈالی جاوے اور قرآن مجید کی آیتوں کے ساتھ اُسکو تطبیق دی جاوے اُسوقت تک نہ معجزہ کی اور نہ کرامت کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور نہ اس آیت کی اور نہ قرآن مجید کی اور آیتوں کی جو مثل اسکے ہیں اصلی مراد و حقیقت کھلتی ہے اور نہ اُن لوگوں کے دلوں کو جو اصلی حقیقت کی تلاش میں ہیں تسلی ہوتی ہے پس اول ہم فطرت کے اُس سلسلہ کو مختصر طور پر بیان کرینگے اور اُسکے بعد قرآن مجید کی آیتوں کو اُس سے تطبیق دینگے۔ اور اسی کی ضمن میں انسان کے اُن خیالات کی غلطی ظاہر کرینگے جو انبیاے علیہم السلام میں انسانوں سے بڑھ کر بلکہ نبوت کے سوا کسی اور چیز کا ہونا بطور دلیل اُنکی نبوت کے ضروری سمجھتے ہیں۔ ان سب باتوں کے سمجھانیکے لئے اولاً فطرت کی اُن باتوں کی طرف توجہ دلانا ضرور ہے جن سے مخلوقات کا سلسلہ نبوت کے سلسلہ تک ملا ہوا ہے۔

تمام مخلوقات میں انسان ہو یا حیوان، شجر ہو یا حجر، سب میں خدا نے ایک فطرت رکھی ہے اور اُسکے اثر بغیر کسی کے بتائے اور بغیر کسی سکھانیوالے کے سکھائے اُسی فطرت کے مطابق ہوتے رہتے ہیں۔ اس ودیعت فطرت کو بعض علماے اسلام نے الہامات طبعی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اُسکو وحی سے تعبیر کیا ہے جہاں فرمایا ہے "واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجرة ومما یعرشون" (النحل آیت ۷۰) یہ وحی جبرئیل یا خدا کا اور کوئی فرشتہ شہد کی مکھی کے پاس لیکر نہیں گیا تھا بلکہ خود خدا اُسکے پاس لیجانیوالا یا اُسمیں ڈالنیوالا تھا اب دیکھو کہ اس وحی نے شہد کی مکھی میں کیا کیا؟ کسطرح اُس ذی پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھنے بلند درختوں کی ٹہنیوں میں اور کس حکمت سے چھتا لگایا، اور کس دانائی سے اُس میں چھوٹے چھوٹے مسدس خانے بنائے پھر کس طرح عمدہ سے عمدہ شفا بخش پھولوں میں رس چوس کر لائی، اور کسطرح اُس سے میٹھا شہد نکالا جسکے مختلف

ولیکن اُن میں کے اکثر نہیں جانتے (۳۷)

رنگ ہیں، پھر کس طرح اُن مسدس خانوں کو اُس سے بھرا جسکی نسبت خدا نے فرمایا کہ "فیہ شفاء للناس"
ایک چھوٹے سے زرد رنگ کے جانور بئے کو دیکھو کہ اُس وحی یا فطرت نے اُس میں کیا کر دکھایا
ہے کس حکمت سے وہ اپنا گھونسلا بُنتا ہے، دشمنوں سے محفوظ رکھنے کو کس قدر اونچے کانٹوں دار
درختوں میں لٹکاتا ہے، اندھیری برسات کی راتوں میں کس طرح پٹ بیجنے کا چراغ اپنے گھونسلے میں
جلاتا ہے، بجز اُس وحی کے اور کس نے اُسکو بتایا ہے کہ وہ فاسفورس وار کیڑا صرف روشنی دیتا ہے
اور گھونسلا نہیں جلاتا۔

اِسکے سوا اور پرندوں کو دیکھو کس طرح جوڑا جوڑا ہو کر رہتے ہیں، اپنے انڈوں کو دونوں مل کر کسطرح سیتے
ہیں، ایسی معتدل حرارت اُنکو پہونچاتے ہیں کہ بڑے سے بڑے حکیم سے بھی نہیں ہو سکتی، پھر بچہ کس طرح انڈے کو
کھٹک کر نکلتا ہے، پھر کس طرح وہ دونوں اُسکو پالتے ہیں جب بڑا ہو جاتا ہے تو اُڑ جاتا ہے اور وہی کرتا ہے
جو اُسکے ماں باپ کرتے تھے۔

چرندوں کا بھی یہی حال ہے وہ بھی اُسی وحی کے مطابق جو اُنکو دی گئی ہے کام کرتے ہیں اپنا چارہ ڈھونڈھ
لیتے ہیں، پانی تلاش کر لیتے ہیں اونٹ بعید فاصلہ سے پانی کی بو سونگھہ لیتا ہے، حربے کے جو اوزار اُنکے پاس
ہیں موقع پر کام میں لاتے ہیں دشمن سے اپنی جان بچاتے ہیں، بکری نے گو کبھی بھیڑیا نہ دیکھا ہو مگر پہلی ہی دفع
دیکھہ کر کانپتی ہے اور جان بچانیکو بھاگتی ہے، یہ سب کرشمے اُسی وحی ربانی کے ہیں جو قادر مطلق ہمہ
قدرت نے اُنکو عطا کی ہے۔

انسان بھی مثل اُنکے ایک مخلوق ہے وہ بھی اُس وحی کے عطیہ سے محروم نہیں رہا، مگر جسطرح مختلف
قسم کے حیوانوں کو بقدر اُنکی ضرورت کے اُس وحی کا حصہ ملا ہے اسیطرح انسان کو بھی بقدر اُسکی ضرورت
کے حصہ عطا ہوا ہے۔

انسان جس شکل و شمائل اور ترکیب اعضا پر پیدا ہوا ہے وہ بظاہر اُس میں منفرد نہیں ہے بلکہ اُس سے
کم درجہ کی بھی ایسی مخلوق پائی جاتی ہے جو بظاہر اُسی کی سی شکل و شمائل رکھتی ہے اس سے مراد میری اُس مخلوق
سے ہے جو انسان کے مشابہ ہے مگر انسانی تربیت کا مادہ نہیں رکھتی لیکن اس مقام پر میری بحث اُس

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ

شکل وشمایل کے انسان سے ہے جس میں انسانی تربیت کا مادہ بھی ہے۔ کیونکہ خدا کا خطاب بھی اُن ہی سے ہے نہ اُن سے جو حقیقت میں انسان نہیں ہیں بلکہ انسان سے کم درجہ میں اور بندروں کے سلسلہ میں داخل ہیں۔

آب وہوا اور اُس ملک کی حالت سے جہاں انسان رہتا ہے یا ایسے مقامات سے جہاں کو انسان پایا جاتا ہے مگر درحقیقت عمرانات میں شمار نہیں ہوسکتے انسان کی ضروریات میں بہت کچھ تغیر وتبدل ہوجاتا ہے مگر میں ان عارضی تبدیلات کو بھی اپنی اس بحث میں دخل نہ دونگا بلکہ انسان من حیث الانسان سے بہ مقتضاے اُس کی جبلت انسانی کی بحث کرونگا۔

اب ہم انسان کا حیوان سے مقابلہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انسان بمقابل حیوان کے اُس وحی کا کسقدر زیادہ حصہ پانیکا مستحق تھا اور کن کن امور کے لیئے۔

ہم انسان اور حیوان دونوں میں بھوک اور پیاس کی خواہش پاتے ہیں گر دونوں میں یہ فرق دیکھتے ہیں کہ حیوانوں کی اُس خواہش کے پورا کرنیکا تمام سامان خود خدا نے اُنکے لئے مہیا کردیا ہے خواہ وہ جنگل میں رہتے ہوں یا پہاڑمیں خواہ وہ گھانس کھاتے ہوں یا دانہ چگتے ہوں، زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتے ہوں یا نہایت عمدہ تیار و فربہ جانوروں کا گوشت جہان وہ ہیں سب کچھ اُنکے لئے مہیا ہے۔

انسان کیلئے اُس کی اُن خواہشوں کے پورا کرنے کےلئے بغیر اُسکی محنت وتدبیر کے کوئی چیز بھی مہیا نہیں یا یوں کہو کہ نہایت ہی کم مہیا ہے اُسکو خود اپنی غذا پیدا کرنی چاہیئے جب کہ وہ پانی کے چشموں سے دور ہے تو خود اُسکو پانی بھی پیدا کرنا چاہیئے۔

جانوروں کو ہم دیکھتے ہیں کہ اُنکا لباس خود اُنکے ساتھ ہے جو جاڑے اور گرمی میں تبدیل ہوتا رہتا ہے چھوٹی سی چھوٹی تیتریوں کا ایسا خوبصورت لباس ہے کہ بڑی سے بڑی شہزادی کو بھی نصیب نہیں مگر انسان ننگا پیدا ہوا ہے اُس کو خود اپنی تدبیر سے اپنی محنت سے اپنے لئے آپ گرمی وجاڑہ کا لباس پیدا کرنا ہے۔

اور نہیں ہے کوئی زمین پر چلنے والا

یہ ضرورتیں انسان کی فرداً فرداً پوری نہیں ہوسکتیں اور اِس لئے اُسکو اپنے ہمجنسوں کے ساتھ جمع ہوکر رہنے اور ایک دوسرے سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے بہت قسم کے جانور بھی ہیں جو ایک جگہہ جمع ہوکر رہتے ہیں مگر اُنکو آپس کی استعانت کی حاجت نہیں انسان ہی ایک ایسا مخلوق ہے جو اپنے ہمجنسوں کی استعانت کا محتاج ہے۔

اِس طرح پر باہم ملکر رہنے کی ضرورت اور بہت سی ضرورتوں کو پیدا کردیتی ہے اِس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ مجمع آپس میں کسطرح پر برتاؤ اور معاشرت کرے کسطرح اپنے گھروں کو آراستہ کریں اور کسطرح اُن کا انتظام کریں اُن قوی کو جو خدا نے اُن میں پیدا کئے ہیں اور جن سے توالد اور تناسل ہوتا ہے کسطرح پر کام میں لاویں - اُن مقاصد کے انجام کے لئے کسطرح سرمایہ پیدا کریں اور جو پیدا کیا ہے اُسکو کسطرح بغیر دوسرے کی مزاحمت کے اپنے صرف میں لاویں جس سے دوسرے کو نقصان نہ پہونچے - اُس مجمع کا مجموع من حیث المجموع کسطرح پر انتظام رہے کسی دوسرے دیسے ہی مجمع کی دست اندازی اور زیادتی سے کسطرح محفوظ رہے۔

یہہ ضرورتیں انسان میں ایک اور روحی کی ودیعت ہونیکی ضرورت کو پیش کرتی ہیں جسکو عقل انسانی یا عقل کلی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے - یہ وہی ودیعت ہے جس سے انسان چند واقعات وقوعی یا مقدمات ذہنی سے ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے اور جزئیات کی تتبع سے کوئی کلیہ قاعدہ بناتا ہے یا قاعدہ کلیہ سے جزئیات کو حاصل کرتا ہے ابتدا سے یعنی جبسے کہ انسان نے انسانی جامہ پہنا ہے وہ اِس ودیعت کو کام میں لاتا رہا ہے اور جب تک کہ وہ ہے کام میں لاتا رہیگا۔

یہی ودیعت ہے جس نے انسان کو نئی نئی ایجادوں اور حقایق اشیاء کی تحقیقاتوں اور علوم و فنون کے مباحثوں پر قادر کیا ہے یہی ودیعت ہے جس سے انسان انبساط کی طرف مائل ہوتا ہے وہ غور کرتا ہے کہ کن محسوسی اور ذہنی چیزوں سے وہ خوشی حاصل کرسکتا ہے پھر وہ اُنکے جمع کرنے اور ترتیب دینے یا ایجاد کرنے میں کوشش کرتا ہے یہی ودیعت ہے جس سے انسان کا دل ہر ایک واقعہ کی نسبت استطرق مایل ہوتا ہے کہ یہہ کیوں ہوا اور پھر اس سے کیا ہوگا یہی ودیعت ہے جس کے سبب سے انسان کے دل میں خالق کائنات اور جزا کا، معاد کا، خیال پیدا ہوتا ہے۔

وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ

وہ اپنے چارون طرف اپنے سے بہت زیادہ قوی مہیب و زبردست مخلوقات کو دیکھتا ہے اور اُسکے دل میں
ایک اعلیٰ اور قوی زبردست وجود کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اُسکے سامنے ایسے واقعات پیش آتے ہیں جنکا ظاہر
میں کوئی کرنیوالا نہیں معلوم ہوتا، بیماریوں وباؤں قحطوں میں وہ مبتلا ہوتا ہے اچھا موسم اور عمدہ فصلوں اور
صحت و تندرستی کا زمانہ اُسپر گذرتا ہے اور اس اختلاف کے اسباب سے بہت کم واقف ہوتا ہے وہ اُسکو
کسی ایسے وجود غیر معلوم سے منسوب کرتا ہے جسکے اختیار میں اُنکا کرنا تسلیم کرتا ہے۔ پھر اُس غیر معلوم وجود سے خوف
کہاتا ہے اور بھلائی کو اُسکی خوشی اور بُرائی کو اُسکی خفگی کا سبب قرار دیتا ہے پھر اُس غیر معلوم وجود کی خوشی حاصل کرنے
اور اُسکی خفگی سے بچنے کی تدبیرین سوچتا ہے وہ فکر کرتا ہے کہ میں کون ہوں اور اخیر میں کیا ہونگا اور آخر کار اعمال
کی جزا و سزا کا اور ایک قسم کی معاد کے یقین پر مائل ہوتا ہے۔

یہ تمام خیالات جو بذریعہ وحی کے یا فطرت کے انسان میں پیدا ہوتے ہیں زمانہ کے گذرنے اور آیندہ نسلوں کی
آنے اور برابر سنتے رہنے سے دلوں میں ایسے منتقش ہو جاتے ہیں کہ بدیہیات سے بھی اُنکا درجہ زیادہ ہو جاتا ہے
اور جسطرح انسان کی حالت کو ترقی ہوتی جاتی ہے اُسیطرح اُن باتوں کو بھی جو فطرت نے اُسکو سکہائی ہیں
ترقی ہوتی رہتی ہے بلکہ اُن فطرتی باتوں کا ترقی پانا ہی انسان کی ترقی کہلاتی ہے۔

پس جب اسطرح اِس انسانی پتلے پر غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہہ تمام چیزین جنکو انبیا علیہم السلام
اور حکما علیہم الرحمۃ نے دنیا میں قایم کیا ہے اور جنکو ہم علم معاش۔ علم تمدن۔ علم سیاست مدن۔ علم تدبیر منزل۔
علم معاشرت علم المعاملات والاحکام۔ علم الدین یا ادیان علم البر والاثم۔ علم المعاد والاخرۃ سے تعبیر
کرتے ہیں وہی ہیں جنکے خود خدا نے انسان میں وحی ڈالی ہے یا اُنکو خود اُسکی فطرت میں رکہا ہے۔

یہ حقیقت زیادہ تر وضاحت اور تعجب انگیز طریقہ سے منکشف ہوتی ہے جبکہ تمام دنیا کے انسانون کو جہاں تک
کہ ہمکو اُن سے واقفیت ہے باوجود اُنکی زبان اُنکی قوم۔ اُنکے ملک۔ اُنکی صورت۔ اُنکی رنگت۔ کے اختلاف کے بہت
سی باتون میں متفق پاتے ہیں گو طریقہ عمل میں کچھہ کچھہ اختلاف ہو مثلاً معبود کا یقین۔ اُسکی پرستش کا خیال۔ موت کے
بعد اعمال کی جزا و سزا۔ دوسرے جہان کا وجود کسی ہادی یا رہنماے روحانی کا ہونا۔ دنیاوی معاملات میں۔ تزوج۔
سرگروہ کا مقرر کرنا اور اُسکے تابع رہنا افعال میں۔ رحم دلی۔ ہمدردی۔ سچائی کا اچھا سمجھنا۔ زنا۔ چوری۔ قتل۔ جھوٹ
کو بُرا جاننا، یہ اور اُسکے مثل اور بہت سے اُمور ہیں جن میں تمام دنیا کے انسانون کو متفق پاتے ہیں چند کا ان

اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دونوں بازؤں پر اڑتا ہے

اتفاقوں میں سے مستثنی ہونا جن کے اسباب ہی جدا ہیں اس کلیہ کے متناقض نہیں ہے۔

یہہ خیال کرنا کہ ان سب نے ایک ایسے زمانہ میں جبکہ سب یک جا ہونگے ان باتوں کو سیکھا ہوگا اور متفرق ہو جانے کے بعد بھی وہ اُن سب باتوں کو اپنے ساتھ لے گئے ایک ایسا خیال ہے کہ جسکا ثبوت موجود نہیں ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ناممکن ہے۔ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ وہ سب کسی زمانے میں یکجا تھے تو بھی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اُنکی افتراق نے اُنکی حالت کو (جو ضرور ہے کہ بے انتہا زمانہ کی مفارقت باعث ہوئی ہوگی) ایسا تبدیل کر دیا ہے کہ صورت میں رنگت میں طبیعت میں اعضا کی ساخت میں اُن کے جوڑ بند میں اُنکی زبان میں ایک تبدیل عظیم واقع ہوگئی ہے تو یہ کیونکر تسلیم ہو سکتا ہے کہ وہ خود تو بدل گئے مگر جو سبق اونھوں نے سیکھا تھا وہ نسل در نسل نہ بدلے۔ بلکہ برخلاف اسکے کہ وہ اسبات کی دلیل ہو سکتی ہے کہ یہہ توافق اُسی وحی یا فطرت کا باعث ہے جو خدا نے انسان کو ودیعت کی ہے۔

مگر خدا نے اِس فطرت کو جسکو ہم نے عقل انسانی یا عقل کلی سے تعبیر کیا ہے ایسا نہیں بنایا کہ سب میں برابر ہو یا سب میں ایک سا اُسکا ظہور ہو بلکہ انسان کے پتلے میں اُسکے اعضا کی بناوٹ اس طور پر بنائی ہے کہ اس فطرت کا ظہور بہ تفاوت اور بانواع مختلف ہوتا ہے پس اس فطرت سے جس شخص کو اعلیٰ درجہ کا حصہ اور جس نوع کا دیا جاتا ہے وہ اوروں کے لئے اُس نوع کا ہادی اور پیشوا ہو جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ایسے شخصوں کو مفہمون کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ وہ حجۃ اللہ البالغہ میں، تحت باب "حقیقۃ النبوۃ وخواصہا" ارقام فرماتے ہیں جسکا ماحصل یہہ ہے کہ، مفہمون مختلف استعداد کے اور کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ جسکو اکثر خدا کی طرف سے بذریعہ عبادت کے تہذیب نفس کے علوم کا القا ہوتا ہے وہ کامل کہلاتا ہے۔ جسکو اکثر عمدہ اخلاق اور تدبیر منزل کے علوم کا القا ہوتا ہے وہ حکیم کہلاتا ہے۔ جسکو سیاست کے امور کا القا ہوتا ہے اور وہ اُسکو عمل میں لا سکتا ہے وہ خلیفہ کہلاتا ہے۔ جسکو ملا اعلیٰ سے تعلیم ہوتی ہے اور اُس سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ مؤید بروح القدس کہلاتا ہے۔ اور جسکے دل میں اور زبان میں نور ہوتا ہے اور اُسکی نصیحت سے لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اُسکے حواریوں اور مریدوں پر بھی نور و سکینہ نازل

اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ

ہوتا ہے وہ ہادی اور مزکی کہلاتا ہے۔ اور جو قواعد ملتہ کا زیادہ جاننے والا ہوتا ہے وہ امام کہلاتا ہے
اور جسکے دل میں کسی قوم پر آنے والی مصیبت کی خبر ڈالدی جاتی ہے جسکی وہ پیشین گوئی کرتا ہو یا قبرو
حشر کے حالات کا اُسپر انکشاف ہوتا ہو اور وہ اُسکا وعظ لوگون کو سناتا ہے وہ منذر کہلاتا ہے۔ اور جب
خدا اپنی حکمت سے مفہمین میں سے کسی بڑے شخص کو مبعوث کرتا ہے تاکہ لوگون کو ظلمات سے نور مین
لاوے تو وہ نبی کہلاتا ہو بہرحال شاہ صاحب ذاس مطلب کو کسی لفظون سے اور ہمنے کسی لفظون سے تعبیر کیا ہو
نتیجہ واحد ہے کہ انسانون ہی میں سے جس درجہ اور جس نوع کی فطرت یا وحی خدا نے جس انسان
میں ودیعت کی ہے وہ اورون کے لئے اُس نوع کا ہادی یا رہنما ہوتا ہے جس میں خدا نے اعلیٰ درجہ
کی تہذیب نفس انسانی کی فطرت پیدا کی ہے خواہ اسکو انہی لفظون سے تعبیر کرو خواہ "وما ینطق
عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ" کے لفظون سے وہ نبی ہوتا ہے گو کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ ہی میں کیون نہو
پس اب ایسی مخلوق کی نسبت جس میں خدا نے اسقدر کامون اور متعدد درجون کی فطرت پیدا
کی ہو خیال کرو کہ وہ کیا کریگی۔ ضرور ہے کہ وہ اپنی تمدنی فطرت کے مقتضا سے ایک جگہہ اکٹھا ہو کر
رہیگی۔ اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے ایسی معین آوازین ظاہر کریگی جو اُسکے مافی الضمیر پر دال
ہوں جسطرح اُسکو مافی الضمیر کے اظہار کی زیادہ ضرورت پیش آتی جاویگی اُن آوازون کی بھی کثرت
اور اُن میں تنوع اور اشتقاق پیدا ہوتا جاویگا رفتہ رفتہ وہ اُس گروہ کی زبان قرار پاویگی اور علم لغت
اور علم اشتقاق اور صرف و نحو اور فصاحت و بلاغت سے مالامال ہو جاویگی۔
وہ سب اپنی زندگی بسر کرنیکے سامان مہیا کرنے کی فکر کرینگے دریاؤن اور ندیون اور چشمون کی مقامات
کو پانی میسر آنیکے لئے تلاش کرینگے اگر وہ ایسا موقعہ نہ پاوینگے تو زمین کھود کر پانی نکال لینگے ایک غریب
بیکس عورت بھی اپنے بچہ کے لئے پانی کی تلاش مین ادہر اُدہر دوڑتی پھریگی۔ گو کہ چند روز جنگل کی
اتفاقیہ پیداوار پر وہ اپنی زندگی بسر کریں مگر غلہ پیدا کرنے پر کوشش کرینگے زمین کو پھاڑینگے اگر کدال میسر
نہوگی تو درخت کے سوکھے نوکدار ٹہنہ ہی سے بہزار مشقت زمین چیرینگے اور بیج ڈالینگے۔ بدن ڈہانکنے کی کوشش
کرینگے۔ درختون کے پتے ہی لپیٹینگے جانورون کی کہالوں کی تہبند باندہیں گے اپنے کہیت میں دوسرے کو نہ آنے دینگے
اپنے غلہ کی حفاظت چرند سے پرند سے انسان سے ہر طرح پر کرینگے۔ رفتہ رفتہ زراعت کے قواعد اور حقوق کی بنا

بجز اسکے کہ مثل تمہاری جماعتیں ہیں

اور اُسکے قوانین قایم ہوجاوینگے اور جسطرح اُسکو ترقی ہوتی جاویگی اُسی طرح اُن سب باتونمیں جو معاش کی ذریعہ ہیں ترقی ہوتی رہیگی یہانتک کہ انگوری باغ لگاوینگے اور اُس سے شراب بناوینگے اور اُسکو پی کر بدمست ہوجاوینگے وہ اپنی بود و باش کی فکر کرینگے مکانات بناوینگے کالا کمبل تان کر یا سر کنڈے یا بانس جمع کرکے یا اینٹ اور گارہ بناکر اور اسطرح مجتمع ہوکر گاؤن اور قصبے اور شہر آباد کرینگے رفتہ رفتہ اُس مین ترقی کرتے جاوینگے یہانتک کہ قصر حمرا اور محل بیضا اور کرسٹل پیلیس اور شیش محل بناکر اُس میں چین کرینگے۔

وہ اپنے گھروں کی درستی اور آبادی کی تدبیرین سوچینگے فرزندون کی خواہش مونس غمگسار کی آرزو کو پورا کرینگے تزوج کے قواعد اولاد کی پرورش کے طریقے اُنکے حقوق اُنکے ساتھہ سلوک کے طریقے قرار دینگے جو رفتہ رفتہ ایسی ترقی پاوینگے کہ علوم کا درجہ حاصل کرینگے اور علم تدبیر منزل کے نام سے موسوم ہونگے

وہ اپنی گروہ مین راہ و رسم کے طریقے اخلاق اور دوستی اور محبت اور ہمدردی کے قاعدے ایجاد کرینگے رسم و رواج قایم کرینگے خوشی اور انبساط حاصل کرینگے سامان مہیا کرینگے اور وہ تمام چیزین رفتہ رفتہ علم اخلاق و معاشرت کا درجہ حاصل کرینگی۔

وہ اُس مجمع کی حفاظت کی اور اُس میں انتظام قایم کرنے اور سب کے حقوق محفوظ رہنے کی فکر میں پڑینگے اُسکے لئے قوانین تجویز کرینگے اور اُسکے نفاذ کے لئے کسی کو اپنا سردار بناوینگے اور رفتہ رفتہ سلیمان کی سی بادشاہت اور عمر کیسی خلافت قایم کرینگے اور وہی اُنکے قوانین ترقی پاتے پاتے علم سیاست مدن کا رتبہ حاصل کرینگے۔

فطرت کے تفاوت درجات کے موافق اُنہی میں سے وہ لوگ پیدا ہونگے جنکو شاہ ولی اللہ صاحب نے "کامل، حکیم، خلیفہ، مؤید بروح القدس، ہادی، مزکی، امام، منذر، نبی" کے لقب سے ملقب کیا ہے اور اس زمانہ کے بے اعتقادون نے "رفارمر" انکا نام رکھا ہے اور اُنہی کی نسبت خدا نے یہ فرمایا ہے

"ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم"

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعثت انبیا کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ یا تو یہ ہوتا ہے کہ ایک دولت (یعنی حکومت یا سلطنت) کے ابتدائی ظہور کا اور اُس سے اور دولتون کے زوال کا وقت آپہونچتا ہے اُسوقت خدا اُس دولت کے لوگون کے دین کو قایم رکھنے کیلئے کسی کو مبعوث کرتا ہے جس طرح کہ ہمارے

مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ

سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ (نعوذ باللہ ولیس اعتقادی ھذا) یا خدا تعالی کسی قوم کا بقا اور تمام انسانون پر اُسکا برگزیدہ کرنا چاہتا ہے اُسوقت کسی کو مبعوث کرتا ہے جو انکی بجی کو سیدھا کرے اور کتاب اُنکو سکھاوے جسطرح کہ ہمارے سردار موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ یا کسی قوم کے منتظم کرنیکے لئے جسکی دولت و دین کی پایداری قرار پا چکی ہے کسی مجدد کے مبعوث کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے کہ داؤد و سلیمان اور تمام انبیاء بنی اسرائیل کی بعثت ہوئی جنکو خدا نے اُنکے دشمنوں پر فتح دی۔ شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا یہ اُنکا استنباط ہے مگر ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے میں یقین کرتا ہون کہ بعثت انبیاء صرف تہذیب نفس انسانی کے لئے ہوتی ہے نہ اور کسی چیز کے لئے۔

بہرحال یہ تمام واقعات وہ ہیں جو از روے قاعدہ فطرت انسان پر گذرتے ہیں اور انسان ایک کام میں کسی نہ کسی کو اپنا ہادی اور پیشوا اور رہنما قایم کرتا ہے۔ اسوقت ہماری بحث اُن لوگوں سے متعلق نہیں ہے جو نوعاً مختلف قسم کے علوم و فنون و معارف و مکاسب میں ہادی و پیشوا و رہنما قرار پاتے ہیں۔ بلکہ صرف اُسی ہادی سے متعلق ہے جو تہذیب نفس انسانی کے لئے پیشوا اور ہادی ہوتا ہے۔

ایسا ہادی جس میں اس قسم کی ہدایت کی کامل فطرت ہوتی ہے وہی نبی ہوتا ہے اور وہی فطرت ملکہ نبوت، ناموس اکبر، جبرئیل اعظم کے لقب سے ملقب کیجاتی ہے۔ وہ کسی بات کو سوچتا ہے اور کچھ نہیں جانتا دفعتاً اُسکے دل میں بغیر کسی ظاہری اسباب کے ایک القا ہوتا ہے اور قلب کو ایک صدمہ اُسکے القا سے محسوس ہوتا ہے جیسے کہ اوپر سے کسی چیز کے گرنے سے صدمہ ہوتا ہے یا اس قسم کا ایک انکشاف اُسکے دل پر ہوتا ہے جو بیچ میں وہ جانتا ہے کہ تمام حجاب اُٹھ گئے ہیں اور جسکی میں تلاش میں تھا مثل سپیدہ دم صبح میرے سامنے موجود ہے۔ شاید مختلف حالات و معاملات میں اوروں کو بھی ایسا ہوتا ہو مگر جب اُس شخص میں دو صفتیں تسلیم کر لی گئی ہیں ایک فطرت کا کامل ہونا اور دوسرے اُس فطرت کا تہذیب نفس انسانی سے مخصوص ہونا تو لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اُسکا وہ القا یا وحی خواہ جبرئیل لیکر آیا ہو یا خود وہ ملکہ نبوت ہی اُس میں اور خدا میں ایلچی بنا ہو سچ اور فطرت اللہ کے مطابق ہے۔ اگر بحث رہ جاتی ہے تو اسیقدر رہ جاتی ہے کہ وہ شخص فی الواقع ایسا ہے کہ نہیں۔

تہذیب نفس سے بلاشبہہ بہت اُمور متعلق ہونگے لیکن اُن سب میں ضرور کوئی ایسا امر ہے

ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی

ہوگا جو اصل اصول تہذیب نفس انسانی کا ہو اور وہ اصول بمقتضائے فطرت انسانی وہ ہے جسکو خود انسانی فطرت نے قایم کیا ہے یعنی وجود اعلیٰ اور قوی زبردست وجود کا۔ اس مقام پر ہم اس بحث کو کہ اسی امر کو ہم نے کیوں اصل اصول تہذیب نفس انسانی قرار دیا ہے چھوڑ دیتے ہیں تاکہ خلط بحث نہ ہو جاوے پھر کسی مقام پر اس سے بحث کرینگے۔ اور اس لئے بہ تسلیم امر مذکورہ کہتے ہیں کہ ضرور اس ہادی کا سب سے بڑا اور سب سے مقدم کام اُس سب سے اعلیٰ اور سب سے قوی اور سب سے زبردست ہمہ قدرت وجود کی طرف ہدایت کرنا ہوگا اور جبکہ وہ کامل فطرت سے ہدایت ہوگی تو تمام کامل فطرت رکھنے والے ہادیوں کو اُس میں اختلاف نہ ہوگا اور وہی فطرت اللہ اور دین اللہ ہوگا۔ اور اور اُمور جو اُسکے متعلق ہیں طریقے یا رسمیں یا مصالح ہونگے جنکو اب ہم شرایع کے نام سے موسوم کرتے ہیں پس تمام انبیاء کا جب سے انبیا ہوے دین واحد تھا اصل دین میں کچھ تفاوت نہ تھا خدا فرماتا ہے "شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ" (الشوریٰ ایت ۱۱) اور ایک جگہہ فرمایا ہے "لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا" (مائدہ آیت ۵۲)

بلحاظ اُن فطرتوں کے جو خدا نے انسان میں پیدا کی ہیں شاہ ولی اللہ صاحب بھی اس بات کے قایل ہوئے ہیں کہ انسان؎ کا انکو ترک کرنا محال ہے اور وہ بہت سے اُموریں ایک ایسے حکیم کے محتاج ہیں جو تمام ضرورتوں سے واقف ہو اور مصالح تدبیر جانتا ہو خواہ بذریعہ فکر و درایت کے خواہ اس طرح پر کہ خدا تعالیٰ نے اُسکی جبلت میں قوت ملکیہ رکھی ہو اور ملاء اعلیٰ سے اُسپر علوم نازل ہوتے ہوں۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ انسانوں میں جو رسمیں قایم ہو جاتی ہیں اُنمیں اکثر بسبب قوم کے سرداروں کی نادانی کے خرابیاں پڑ جاتی ہیں اور نفسانی خواہشوں اور شیطانی حرکتوں تک پہونچ جاتے ہیں اور بہت سے لوگ اسکی پیروی کرنے لگتے ہیں اور اسلئے ایک ایسے شخص کی حاجت ہوتی ہے جو غیب؎ سے مؤید ہو اور مصالح کلیہ کا پابند ہو تاکہ رسومات بد کو مٹاوے اور ایسا شخص مؤید بروح القدس ہوتا ہے۔

پھر وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ انبیا کی بعثت اگرچہ دراصل اور بالتخصیص عبادت کے طریقوں کی تعلیم کرنے کیلئے ہوتی ہے مگر بعد کو اُسکے ساتھ رسومات بد کا دور کرنا بھی شامل ہو جاتا ہے۔ یہ بات ذرا تفصیل طلب ہے

؎ حجۃ اللہ البالغہ باب اقامۃ الارتفاقات واصلاح الرسوم۔

؎ اگر شاہ صاحب بجائے غیب کے فطرت اللہ کا لفظ استعمال فرماتے تو مطلب بالکل صاف ہو جاتا۔

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ (۳۸)

اگر شاہ صاحب کی مراد اُن رسوم بد سے ہے جو عبادت اور تہذیب نفس انسانی سے متعلق ہیں تو مسلمنا اور اگر مراد اُن رسوم کی اصلاح سے بھی ہے جو محض دنیاوی اُمور سے متعلق ہیں تو ہم اُسکو نہیں قبول کر سکتے کیونکہ نبوت کو محض دنیاوی امور سے کچھہ تعلق نہیں ہے۔ اور قصۂ تابیر نخل اور یہ الفاظ کہ "انتم اعلم بامور دنیاکم" اور یہ حدیث کہ "من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد" ایک بہت بڑی دلیل ہماری اس مدعا پر ہے۔

تمام رسوم و عادات اور طریقے جو انسانوں میں بمقتضاے اُنکی فطرت کے قایم ہو جاتے ہیں وہ متعدد اقسام پر منقسم ہیں۔

اول جو خدا کی ذات و صفات سے متعلق ہیں یعنی اُس قوت اعلی کے وجود سے جسکو انسانوں نے بمقتضاے اپنی فطرت کے تسلیم کیا ہے۔

دوم۔ اُسکی عبادت کے طریقوں سے جو لوگوں نے بمقتضاے فطرت انسانی اُسکے لئے قرار دئے ہیں اور یہی امور وہ ہیں جن پر دین کا اطلاق ہوتا ہے۔

سوم۔ وہ امور ہیں جو تہذیب نفس انسانی سے علاقہ رکھتے ہیں اور جنکو نوع انسانی نے بطور بدیہیات کے حسن یا قبیح قرار دے رکھا ہے مثلاً زنا قتل سرقہ کذب وغیرہ کہ تمام نوع انسانی کے نزدیک قبیح ہیں گو کہ کسی فرقہ نے زنا یا قتل و سرقہ و کذب کی حقیقت قرار دینے میں غلطی کی ہو۔ یا جیسے صداقت رحم ہمدردی کہ تمام نوع انسانی کے نزدیک حسن ہیں گو کہ کسی سے اُسکی حد صحیح طور پر بیان نہ ہو سکی ہو۔ انہی امور سہ گانہ کی نسبت جو طریقے قرار پاتے ہیں اُنکا نام شریعت ہے۔

چہارم۔ وہ اُمور ہیں جو محض دنیاوی اُمور سے تعلق رکھتے ہیں وہ نہ دین ہیں اور نہ انبیا کو من حیث النبوت اُنسے کچھہ تعلق ہے۔ اِسی میں وہ تمام مسائل بھی داخل ہیں جو علوم و فنون اور تحقیقات حقائق اشیاء سے علاقہ رکھتے ہیں گو کہ انبیاء نے اُن اُمور کا ذکر اُس طرز یا الفاظ میں کیا ہو جس طرح پر اُس زمانہ کے لوگون کا یقین یا اُنکی معلومات تھی۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اِس مبحث کی زیادہ تفصیل کی ہے اور بہت اچھی کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ چیز جو انبیاء اس باب میں قاطبۃً خدا کے پاس سے لاتے ہیں وہ یہ ہے کہ دیکھا جاوے کہ کھانے پینے اور لباس اور مکان بنانے اور زیب و زینت کرنے اور نکاح شادی بیاہ کرنے اور خرید و فروخت

پھر اپنے پروردگار کے پاس اکٹھے کیے جاوینگے (۳۸)

کرنے اور گنہگاروں کے سزا دینے اور تنازعات کے فیصل کرنے میں اُسوقت کے لوگوں میں کیا عادتیں اور رسمیں مروج ہیں پھر اگر وہ سب باتیں عقل کلی کے مطابق و مناسب ہیں تو اُنکے اول بدل کرنیکے کوئی معنی نہیں ہیں بلکہ ضرور ہے کہ لوگوں کو اُسی پر قایم رہنے کیلیئے برانگیختہ کیا جاوے اور اُس باب میں اُنکی تصویب کی جاوے اور اُسکی خوبیاں بتلائی جاویں اور اگر وہ مطابق نہوں اور اُنکے رد و بدل کی حاجت ہو کیونکہ وہ دوسرونکو ایذا پہونچاتی ہیں یا لذات دنیا میں ڈالدیتی ہیں اور نیکی سے باز رکھتی ہیں اور دین و دنیا سے بیفکر کر دیتی ہیں اسوقت بھی کوئی ایسی بات نہیں نکالی جاتی جو بالکل اُنکے مالوفہ اُمور کے برخلاف ہو بلکہ جو اُنکی مثالیں اُن لوگوں کے ہاں ہیں اور جو اچھے لوگ اُن لوگوں کے نزدیک گذرے ہیں اُنکی طرف اُنکو پھیرا جاتا ہے اور جب وہ اُسطرف مائل ہوتے ہیں تو اُنکو ٹھیک بات بتائی جاتی ہے اور اُنکی عقلیں اُسکو نامقبول نہیں کرتیں بلکہ اُنکے دلوں کو طمانیت ہو جاتی ہے کہ یہی سچ ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں مختلف ہیں جو لوگ راسخ فی العلم ہیں وہ جانتے ہیں کہ شرع میں درباب نکاح اور طلاق اور معاملات اور زیب و زینت اور لباس اور انفصال مقدمات اور حدود اور لوٹ کے مال کی تقسیم کی کوئی ایسی بات نہیں آئی ہے جو اُسوقت کے لوگ اُسکو نہ جانتے ہوں یا اُسکے کرنے سے تردد میں پڑجاویں جب اُسکے کرنیکا حکم ہو۔ ہاں یہ ہوا ہے کہ جس میں جو خرابی تھی وہ درست کر دی گئی اور غلط کو صحیح کر دیا۔ اُن لوگوں میں سود خوری بہت تھی اسکو منع کر دیا۔ وہ پھل آنے سے پہلے صرف پھول آنے پر میوہ بیچ ڈالتے تھے اور پھر اس میں جھگڑا ہوتا تھا اُسکو منع کر دیا۔ دیت یعنی خون بہا عبد المطلب کے وقت میں دس اونٹ تھے پھر قوم نے دیکھا کہ قتل سے باز نہیں رہتے تو سو اونٹ دیت کر دیے اور آنحضرت نے اُسی کو قایم رکھا پہلے پہل مال غنیمت کی تقسیم ابی طالب کے حکم سے ہوئی اور رئیس قوم کے لئے بھی حصہ قرار پایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس جاری کیا شاہان فارس یعنی قباد اور اُسکے بیٹے نوشیروان نے خراج اور عشر لوگوں پر مقرر کیا تھا شرع میں بھی یہی قرار دیا گیا۔ بنی اسرائیل زنا کے جرم میں رجم کرتے تھے چوروں کے ہاتھ کاٹتے تھے (یہودیوں میں ہاتھ کاٹنے کی رسم نہ تھی بلکہ عرب میں تھی) جان کے بدلے جان مارتے تھے قرآن میں بھی یہی حکم نازل ہوا (رجم قرآن میں نہیں ہے) اور اسی طرح کی بہت سی مثالیں ہیں جو تلاش کرنے والے سے مخفی نہیں ہیں۔ بلکہ اگر تو فطین یعنی پوری سمجھ کا ہے اور تمام احکام کے مراتب پر محیط ہے تو تو یہ بھی

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

جائیگا کہ انبیا علیہم السلام عبادات مین بھی اُسکے سوا جو قوم کے پاس تھا بعینہ اُسکی نظیر کے اور کچھہ نہیں لائے۔ لیکن اُنھون نے جاہلیت کی تحریفات کو دور کردیا اور جو مُبہم تھا اُسکو اوقات و ارکان کے ساتھ ضبط کردیا اور جو ٹھیک تھا اُسکو لوگون میں پھیلادیا (انتہی)

یہہ مضمون شاہ ولی اللہ صاحب کا قریب قریب ایسے مضمون کے ہے جو اس زمانہ کی لوگون کے خیال میں ہے اور جنکو ہمارے زمانہ کے علماء اور مقدس لوگ کافر ملحد اور مرتد و زندیق کہتے ہیں گو کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وما جاء بہ پر یقین رکھتے ہون مگر نہیں معلوم کہ وہ لوگ شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہتے ہین جو اس بات کے قائل ہین کہ انبیاء عبادات میں بھی کوئی نئی چیز نہیں لائے بہرحال شاہ صاحب نے جو محض دنیاوی اُمور کو بھی مذہب یا شریعت میں شامل کرلیا ہے ہم اُسکو تسلیم نہیں کرتے۔ دین جیسا کہ اوپر بیان ہوا مرور ایام سے تبدیل نہیں ہوسکتا۔ لیکن دنیاوی معاملات وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور وہ کسی طرح ابدی خدا کی جانب سے صورت خاص کے محکوم نہیں ہوسکتے۔ اگر یہہ کہو کہ جب اصول اُنکے محفوظ ہیں تو حوادث جدیدہ کے احکام علمائے اسلام جو کانبیاء بنی اسرائیل ہین استنباط کرسکینگے۔ تو ہم یہہ کہینگے کہ علماء رو قوہین یہود کے اور قسیس و رہبان عیسائی مذہب کے بھی علم میں کچھہ درجہ نہیں رکھتے تھے اگر انھون نے دنیاوی احکام میں غلطی کی تو کیا وجہ ہے کہ یہہ غلطی نہ کرین گے۔ اگر دنیاوی احکام بھی داخل نبوت ہیں تو کیا وجہہ ہوگی کہ اُنکی غلطیون کی وجہہ سے تو انبیاء کے مبعوث ہونیکی ضرورت ہو اور انکی غلطی کے سبب نہو۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ توریت مقدس میں جسقدر دنیاوی اُمور کا تذکرہ ہے اُسکا عشر عشیر بھی قرآن مجید میں نہیں ہے۔

یہہ مباحث نہایت طویل ہیں اور یہہ مقام اُن سب کے بیان کی گنجایش نہیں رکھتا مگر اس تمام بحث سے یہہ نتیجہ حاصل ہوا کہ انسانون میں بموجب فطرت انسانی کے کوئی نہ کوئی اُنکا ہادی ہوجاتا ہے اگر خدا نے اُسکو فطرت کامل اور وحی اکمل عطا فرمائی ہے تو وہ سچا ہادی ہوتا ہے جسکی نسبت خدا نے فرمایا ہے "لکل قوم ہاد" پس جو گروہ کسی شخص کو دین و شریعت کا ہادی سمجھتی ہے اُسکی بزرگی و تقدس کا اعتقاد بھی اعلیٰ درجہ پر رکھتی ہے جسکا نتیجہ موافق فطرت انسانی کے

اور جن لوگون نے جھٹلایا ہماری نشانیونکو

یہہ ہوتا ہے کہ انسانوں سے اُسکو برتر درجہ دیا جاتا ہے یہانتک کہ ابن اللہ یا مہبط ذات اللہ (یعنی اوتار) یقین کیا جاتا ہے اور کم سے کم یہ ہے کہ اُس میں ایسے اوصاف اور کرامتین اور معجزے تسلیم کئے جاتے ہیں جن سے نوع انسانی سے اُسکو برتری حاصل ہو۔ معمولی واقعات اور احادثات کو جو قانون قدرت کے مطابق واقع ہوتے رہتے ہیں جب اُس کیطرف منسوب ہوتے ہیں تو وہ اُسکی کرامت اور معجزہ قرار پاتے ہیں مثلاً اگر ایک عام آدمی کسی کو بد دعا دے کہ تجھ پر بجلی گرے اور اتفاق سے وہ بجلی سے مارا جاوے تو کسیکو کچھ خیال بھی نہو لیکن اگر وہ بد دعا کسی ایسے شخص نے دی ہو جسکے تقدس کا خیال لوگون کے دلونمین ہو تو اُسکی کرامت یا معجزہ سے منسوب ہو جاتی ہے۔ بہت سی باتین ہوتی ہیں کہ اُن لوگون سے جنکے تقدس کا خیال ہوتا ہے اسی طرح سرزد ہوتی ہین جیسے کہ عام انسانون سے مگر مقدس لوگون سے سرزد ہونے کے سبب اُنکی قدر و منزلت زیادہ کی جاتی ہے اور معجزے و کرامات کے درجہ پر پہونچا دیا جاتا ہے۔ انسان میں بعضی ایسی قوتین ہیں جو خاص طریقہ مجاہدہ سے قوی ہو جاتی ہیں اور کسی میں بمقتضاے خلقت قوی ہوتی ہیں اور اُن سے ایسے امور ظہور پاتے ہیں جو عام انسانوں سے جنھوں نے اُن قوتون کو قوی نہیں کیا ہے ظہور نہیں پاتی حالانکہ وہ سب باتین اسیطرح ہوتی ہین جسیطرح کہ اور اُمور حسب مقتضاے فطرت انسانی واقع ہوتے ہیں مگر وہ بھی اُن مقدس شخصونکے معجزے و کرامات شمار ہوتے ہیں بہت عجیب باتین افواہاً ایسے بزرگونکی نسبت مشہور ہو جاتی ہیں جنکی درحقیقت کچھ اصل نہیں ہوتی مگر لوگ اُن بزرگون کے تقدس کے خیال سے ایسے موثر ہوتے ہیں کہ اُسکی اصلیت کی تحقیق کیطرف متوجہ نہیں ہوتے اور بے تحقیق اُسپر یقین کر لیتے ہیں یہی سبب ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے تمام واقعات کو لوگون نے ایسے طور پر بیان کیا ہے جنکا واقع ہونا ایک عجیب طریقہ سے ظاہر ہوا اور پھر اُنہیں کو اُنکے معجزے قرار دیئے ہیں اور بعضی ایسی باتیں منسوب کی ہیں جنکا کچھ ثبوت نہیں۔ انھی غلط خیالات کے سبب لوگون نے انبیاء علیہم السلام سے انکار کیا ہے چنانچہ قوم نوح قوم عاد قوم ثمود نے انبیاء کے انکار کرنیکی یہی وجہ بیان کی کہ "ان انتم الا بشر مثلنا" پس انھی غلط خیالات کی وجہ تھی کہ مشرکین عرب بھی آنحضرت صلعم سے معجزونکے طلب گار

صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ

ہوتے تھے کبھی یہ کہتے تھے کہ اگر یہہ پیغمبر ہیں تو کیون نہیں اُنکے پاس فرشتے آتے کیون نہیں اُنکے پاس خزانہ اُتار اگیا۔ کبھی کہتے تھے کہ یہہ تو عام انسانونکی طرح کہاتے پیتے ہیں بازارون میں پڑے پہرتے ہیں یعنی انسانون سے زیادہ کوئی بات ان میں نہیں ہے کبھی آسمان سے پتھر برسوانے چاہتے تھے کبھی آسمان کا ٹکڑا ٹوٹ کر گرنے کی خواہش کرتے تھے۔

وحدانیت ثلاثہ کا ایک رکن جو توحید فی الصفات ہے اُس کی تکمیل کے لیے اس قسم کے خیالات کا مٹانا ضرور تہا اسلئے جابجا قرآن مجید میں معجزات کی نفی آئی ہے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد (سورۃ کہف آیت ۱۱۰)

کو حکم دیا کہ لوگون سے کہدے کہ اسکے سوا کچھہ نہیں کہ میں انسان ہون مثل تمہارے مجکو وحی دی گئی ہے کہ یہی ٹھیک بات ہے کہ تمہارا خدا خدائے واحد ہے" اور دوسری جگہہ یہ حکم دیا گیا ہے "کہ لوگون سے کہدے

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون (سورۃ اعراف آیت ۱۸۸)

کہ میں مالک نہیں ہون اپنے لئے کسی نفع یا ضرر کا بجز اُسکے کہ جو چاہے اللہ اور اگر میں غیب کا عالم ہوتا تو میں بہلائیون کو بکثرت حاصل کر لیتا اور برائی مجکو چہوتی بہی نہیں میں تو اُن لوگون کو جو ایمان لائے ہیں ڈرانیوالے اور خوشخبری دینے والے کے سوا اور کچھہ نہیں ہون"۔

" کافرون نے آنحضرت صلعم سے معجزے طلب کئے

وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانھر خلالھا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ قل

اور صاف صاف کہا کہ ہم ہرگز تجہہ پر ایمان نہیں لاتیکے جب تک کہ تو زمین پہاڑ کر ہمارے لئے چشمے نکالے یا تیرے پاس کہجور و انگور کا باغ ہو جسکے بیچ میں تو بہتی ہوئی نہرین نکالے زور سے بہتی ہوئی یا تو ہم پر جیسا کہ تو سمجہتا ہے آسمان کے ٹکڑے ڈالے یا خدا اور فرشتون کو اپنے ساتھہ لاوے یا تیرے لئے کوئی مزین گہر ہو یا تو آسمان پر چڑہ جاوے اور ہم تو تیری نسبت پر ہرگز ایمان نہین لانیکے جب تک کہ ہم پر ایسی کتاب اُتری

بہرے گونگے ہین اندھیرون مین

سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا (سورہ بنی اسرائیل ایت ۹۲-۹۵)

جو ہم پڑہ لین ،، مگر باوجود اسقدر اصرار کے جو کافرون نے معجزونکی طلب مین کیا اور بغیر ایسے معجزون کے ایمان لانے سے شدید انکار کیا اُسپر بہی خدا نے اپنے پیغمبر سے یہی فرمایا کہ ،، تو اُنسے کہدے کہ پاک ہے میرا پروردگار مین تو کچہہ نہین ہون مگر ایک انسان بہیجا ہوا یعنی رسول ،،

ایک اور جگہہ ہے کہ ،، کافرون نے کہا کہ ،، کیوں نہیں اوتاری گئین اُسپر یعنی پیغمبر پر نشانیان یعنی معجزے

لولا انزل علیہ ایات من ربہ قل انما الایات عند اللہ وانما انا نذیر مبین (سورۂ عنکبوت ایت ٤٩)

اُسکے جواب مین خدا نے پیغمبر سے کہا کہ ،، تو یہہ کہدے کہ بات یہ ہے کہ نشانیان یعنی معجزے تو خدا کے پاس ہین اور اسکے سوا کچہہ نہیں کہ مین تو علانیہ ڈرانیوالا ہون

آنحضرت صلعم پاس جو افضل الانبیاء والرسل ہین معجزہ نہ ہونے کے بیان سے ضمناً یہہ بہی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے پاس بہی کوئی معجزہ نہین تہا اور جن واقعات کو لوگ معجزہ (متعارف معنوں مین) سمجہتے تہے درحقیقت وہ معجزات نہ تہے بلکہ وہ واقعات تہے جو مطابق قانون قدرت کے واقع ہوے تہے - خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اسباب کو کہول دیا اور چہپا اُنکا نہین رکہا اسکا اصلی سبب یہ ہے کہ بڑا جزو اسلام کا جس کے سبب اُسکو خطاب ،، الیوم اکملت لکم دینکم ،، کاملا اور جس کی وجہہ سے محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہوئے وہ صرف تکمیل تلقین توحید ذات باری کی ہے جو توحید ثلاثہ مین منحصر ہے یعنی توحید فی الذات - توحید فی الصفات - توحید فی العبادت - انبیاء علیہم السلام مین معجزات کا (علی المعنی المتعارفۃ) یا اولیاء اللہ مین کرامات کا یقین کرنا (گو کہ اعتقاد کیا جاوے کہ خدا ہی نے وہ قدرت یا صفت اُن مین دی ہے) توحید فی الصفات کو نا مکمل کر دیتا ہے - کوئی عزت اور کوئی بزرگی اور کوئی تقدس اور کوئی صداقت اسلام کی اور بانی اسلام کی اس سے زیادہ نہین ہوسکتی جو اُس نے بغیر کسی لاو لپیٹ کے اور بغیر کسی دہوکہ دینے کے اور بغیر کسی کرشمہ و کرتوت کا دعویٰ کرنیکے صاف صاف لوگون کو بتا دیا کہ معجزے وعجزے تو خدا کے پاس ہین مین تو مثل تمہارے ایک انسان ہون خدا نے میرے دل مین جو وحی ڈالی ہے اُسکی مین تمکو تلقین کرتا ہون - صلی اللہ علی محمد خاتم النبیین وحبیب رب العالمین -

ہم نے سورہ بقر کی تفسیر مین اس بات پر بحث کی ہے کہ معجزہ اگر فی نفسہ کوئی شے ہو تب بہی

مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ

وہ مثبت نبوت نہیں ہوسکتا اور اب اس مقام پر نفس معجزہ سے بحث کرنا چاہتے ہیں مگر جبتک لفظ معجزہ کی تعریف اور مراد نہ متعین ہوجاوے اُسوقت تک اُسپر بحث نہیں ہوسکتی۔

علامہ سید شریف نے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ" ہمارے نزدیک معجزہ وہ چیز ہے جس سے مدعی رسالت کی تصدیق ہوجاوے اور گو وہ امر بطور خرق عادات کے نہو" اِسکا نتیجہ یہہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے مدعی رسالت سے کہا کہ اسوقت مینہہ برس جاوے تو میں تمکو نبی برحق مانونگا

> المعجزة عندنا ما يقصد به تصديق مدعی الرسالة وان لم يكن خارقا للعادة (شرح مواقف)

چنانچہ بادل آیا اور مینہہ برسنے لگا۔ سید شریف کے قول کے مطابق یہہ مینہہ برسنا معجزہ ہوا۔ مگر اسپر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اسطرح پر متصل یا متعاقب واقع ہونا دو قدرتی واقعوں کا سوائے سچے نبی کے اور کسی سے یا مدعی کاذب سے ظہور میں نہیں آسکتا۔

علاوہ اسکے تمام علماء اسلام نے معجزہ کی تعریف میں اُسکا خارق عادت ہونا ضروری سمجھا ہے اور خود سید شریف بھی جبکہ یہہ فرماتے ہیں" کہ گو وہ خارق عادت نہ ہو" تو وہ بھی معجزات کا خارق عادت ہونا تسلیم کرتے ہیں صرف خارق عادت ہونا لازمی نہیں قرار دیتے۔

عادت سے مراد یہہ ہے کہ ایک کام ہمیشہ ایک طرح پر ہوتا رہتا ہو اور اُسکے اسباب بھی یکسان طریقہ پر جمع ہوتے رہتے ہوں اور جب وہ اسباب جمع ہوجاوین بلا تفاوت اُس امر کا ظہور ہو۔

خرق عادت کے دو معنی ہوسکتے ہیں اول یہ کہ جو امر ہمیشہ بطور عادت مستمرہ کے یکسان طور پر ہوتا رہتا ہو اور بطور عادت مالوفہ کے ہوگیا ہے اُسکے برخلاف کوئی امر وقوع میں آوے۔ مثلاً آسمان پر سے خون کے مشابہ کوئی شے برسے یا پتھر کا ٹکڑا گرے گو کہ ایسا ہونیکے لئے کوئی سبب امور طبعی میں سے ہو۔

دوسرے یہہ کہ سپر نیچرل ہو یعنی خارج از قانون قدرت یعنی اللہ تعالیٰ نے جو قاعدہ اور قانون وقوع واقعات اور ظہور حوادث کا مقرر کیا ہے اور عادت اللہ اُسی کے مطابق جاری ہے اُسکے برخلاف وقوع میں آوے۔

پہلے معنوں پر بطور اصطلاح یا مجاز کے خرق عادات کا اطلاق کیا جانا ممکن ہے مگر حقیقتاً اُس پر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اُسکا وقوع بھی اُسکے اسباب کے اجتماع پر منحصر

جسکو خدا چاہتا ہے اُسکو گمراہ کرتا ہے

ہے اور عادت ہیں داخل ہے نہ خرق عادت میں کیونکہ جب اُسکے اسباب جمع ہوجاوینگے تو یکسان طریقہ پر اُسکا وقوع ہوگا گو کہ کیسا ہی نادر الوقوع ہو۔

مثلاً عادت یہہ ہے کہ جب شیشہ ایک بلندی سے جس سے اُسکو پورا صدمہ پہونچے ہاتھہ سے چھوٹ پڑتا ہے تو ٹوٹ جاتا ہے ایک دفعہ ہمارے ہاتھ سے شیشہ چھوٹ پڑا اور نہ ٹوٹا تو ظاہر میں خرق عادت ہوئی مگر حقیقت میں خرق عادت نہیں ہے اسلئے کہ اُسکے گرنے پر یا تو وہ اسباب جمع نہ تھے جنسے اُسکو ٹوٹنے کے لایق صدمہ پہونچتا یا ایسے اسباب موجود تھے جنہوں نے اُسکو اسقدر صدمہ پہونچنے سے باز رکھا تھا پس اُسکا نہ ٹوٹنا درحقیقت موافق عادت کے ہے نہ بطور خرق عادت کے کیونکہ جب اسطرح کے اسباب جمع ہوجاوینگے تو کوئی شیشہ بھی ہاتھ سے چھوٹ کر گرنے سے نہین ٹوٹنیگا۔

یا مثلاً ایک شخص نے ایک شخص کو آنکھہ بھر کر دیکھا اور وہ بیہوش ہوگیا یا اُسنے بہرے کی کانوںمیں انگلیاں ڈالین یا اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور وہ بہرا سننے اور وہ اندھا دیکھنے لگا۔ پس اگر اِسکا سبب کوئی ایسی قوت ہے جو انسانوں میں موجود ہے اور اُسی قوت کی قوت سے اُس نے یہ کام کیا ہے تو اُسپر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ جو انسان اپنی اُس قوت کو کام میں لانیکے لایق کریگا وہ بھی ویسا ہی کردیگا پس یہہ بات حقیقتاً کچھہ خرق عادت نہوئی بلکہ عین عادت ہوئی۔

علاوہ اِسکے اگر ہم مجازاً ایسے واقعات پر خرق عادات کا اطلاق بھی کرین تو وہ معجزہ کی تعریف میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ معجزے یا کرامات کو انبیا اور اولیا کے ساتھ مخصوص ہونا لازم ہوگا۔ مگر جب اُن واقعات کا وقوع اجتماع اسباب پر منحصر ٹہیرا تو اُسکی تخصیص بشخصٍ دُونَ شخص باقی نہین رہتی۔

واقعات اور حادثات ارضی و سماوی موافق اُس قانون قدرت کے جو خدا تعالیٰ نے اُن میں رکھا ہے یکے بعد دیگرے واقع ہوتے رہتے ہیں۔ پس کسی امر کے بعد کسی واقع یا حادثہ ارضی و سماوی کا ظاہر ہونا کسی طرح معجزہ میں شامل نہیں ہوسکتا کیونکہ اُسکا ظہور اُسی عادت پر ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ نے قانون قدرت کے بموجب اُس میں رکھی ہے۔

بعض عالموں نے کہا ہے کہ جو معجزات اور کرامتین انبیا اور اولیا سے ظہور میں آتی ہیں

وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۳۹)

وہ بغیر موجود ہونے اسباب کے ظہور میں نہیں آتیں مگر خدا تعالیٰ بسبب اپنی مہربانی کے جو اُن بزرگوں پر رکھتا ہے فی الفور اُس کے ظہور کے اسباب مہیا کر دیتا ہے کیونکہ وہ اسباب مہیا کرنے پر قادر ہے کما قیل "اذا اراد اللہ شیئاً ھیئاً اسبابہ" بعضوں کا یہہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی چیز کے پیدا کرنیکے لئے اُسکے اسباب کے مہیا کرنیکی ضرورت ہی نہیں ہے "ان اللہ علی کل شی قدیر۔ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون" ہاں یہ سب سچ ہے مگر وہ اُن سب چیزونکو اُسی طرح پر کرتا ہے جو اُسنے قانون قدرت کا قاعدہ بنایا ہے۔ اور ان الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اُس قانون قدرت کے قاعدہ کے برخلاف کرتا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں بہ تحت باب الابداع والخلق والتدبیر اول تو اسبات کے قایل ہوئے ہیں کہ خدا نے جو خاصیت جس چیز میں رکھی ہے اُسکو نہیں بدلتا حیث قال "وجرت عادۃ اللہ تعالیٰ ان لا تنفک الخواص عما جعلت خواص لہا" مگر اُسکے بعد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بلحاظ تدبیر عالم کے اور شر کے رفع ہونیکے اُن قوا یعنی خاصیتوں میں قبض و بسط و احالہ اور الہام سے تصرف کرنا بندوں پر بمقتضاے رحمت کا قرار دیا ہے۔ قبض کی مثال اُنہوں نے یہ دی ہے کہ جب دجال آویگا تو ایک مسلمان کو قتل کرنا چاہیگا اور باوجود آلہ قتل کے درست ہونیکے وہ قتل نہو سکیگا!!۔ بسط کی مثال اونہوں نے یہ دی ہے کہ زمین پر پاؤں مارنے سے خدا نے حضرت ایوب کے لئے ایک چشمہ پیدا کر دیا جس میں نہانے سے اُنکے بدن میں جو بیماری تھی جاتی رہی!!۔ احالہ کی مثال یہہ دی ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم پر آگ کو ٹھنڈی ہوا کر دیا!!۔ اور الہام کی مثال میں کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے مار ڈالنے اور دیوار بنانیکا قصہ لکھا ہے!!۔

مگر یہہ استدلال صحیح نہیں ہے اول تو اسکے لئے کہ اسکے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے علاوہ اسکے انمیں سے ایک مثال تو ابھی واقع ہی نہیں ہوئی باقی مثالوں کی نسبت ثبوت باقی ہے کہ وہ اسی طرح واقع ہوئی تھیں جسطرح کہ مثال میں پیش ہوئی ہیں اور اگر بالفرض اسی طرح واقع ہوئی تھیں تو اُنمیں یہ تحقیق باقی ہے کہ آیا وہ اس استدلال کی مثالیں ہو سکتی ہیں یا آنکہ وہ بلا کسی بسط کے اور بغیر کسی احالہ کے اور بغیر کسی الہام کے صرف مطابق عام قانون قدرت کے واقع ہوئی تھیں۔

اور جسکو چاہتا ہے اوسکو سیدھی راہ پر کر دیتا ہے (۳۹)

پس جب تک کہ خرق عادت کے دوسرے معنی یعنی خلاف قانون قدرت کے نہ لئے جاویں اُسوقت تک کسی واقعہ کا وقوع بطور معجزہ وکرامت کے تسلیم نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم اِسکے انکار پر مجبور ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمکو صاف صاف بتلایا ہے کہ جو قانون قدرت اُسنے بنا دیا ہے اُس میں کسیطرح تبدیل نہیں ہو سکتی نہ خدا اُس میں کبھی تبدیل کرتا ہے اور نہ تبدیل کریگا۔ خدا کا بنایا ہوا قانون قدرت اُسکا عملی وعدہ ہے کہ اِسی طرح ہوا کریگا پھر اگر اُسکے برخلاف ہو تو خلف وعدہ اور کذب خدا کی ذات پاک پر لازم آتا ہے جس سے اُسکی ذات پاک بری ہے۔

خدا نے فرمایا ہے "انا کل شی خلقناہ بقدر" (سورہ قمر آیت ۴۹) یعنی ہم نے ہر چیز کو ایک اندازہ پر پیدا کیا ہے۔ اور فرمایا ہے "وکل شی عندہ بمقدار" (سورہ رعد آیت ۹) یعنی ہر چیز خدا کے نزدیک ایک اندازہ پر ہے تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ "فمعناہ بقدر وحد لایجاوزہ ولا ینقص عنہ" یعنی اُسکے معنی یہ ہیں کہ ایک اندازہ اور ایک حد پر کہ نہ اس سے بڑہتی ہے نہ کم ہوتی ہے۔ اور فرمایا ہے "وخلق کل شی فقدرہ تقدیرا" (سورہ فرقان آیت ۲) یعنی اللہ نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا پھر مقرر کیا اُسکا ایک اندازہ" اور یہی اندازہ قانون قدرت ہے۔

دوسری جگہ خدا نے فرمایا ہے "لا تبدیل لخلق اللہ" (سورہ روم آیت ۲۹) یعنی اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے لئے بدل جانا نہیں ہے۔ اور ایک جگہ فرمایا کہ "فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا (سورہ ملائکہ آیت ۴۱ و ۴۲) یعنی تو ہرگز نہیں پاویگا اللہ کی سنت میں اول بدل ہونا اور نہ پاویگا تو اللہ کی سنت مین اولٹ جانا۔ اور اسی طرح فرمایا ہے "سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا" (سورہ فتح آیت ۲۳) اور ایک جگہہ فرمایا "قل کل یعمل علی شاکلتہ (سورہ اسریٰ آیت ۸۶) ای علی طریقۃ التی جبل علیہا یعنی ہر ایک اُسی طریقہ پر عمل کرتا ہے جو اُسکی جبلت میں بنایا گیا ہے۔ پس کسی کا مقدور نہیں ہے کہ جو قانون قدرت خدا نے بنایا ہے اُسکے برخلاف کوئی کر سکے۔ یہہ کہا جاتا ہے کہ خدا جو ہر چیز پر قادر ہے اور جس نے خود قانون قدرت بنایا ہے وہ کیوں نہیں اگر چاہے تو اُسکے برخلاف کر سکتا۔ بلاشبہ خدا قادر مطلق ہے اگر وہ چاہے تو تمام دنیا کو اور تمام قانون قدرت کو معدوم کرکے اور ہی دنیا اور ہی قانون قدرت پیدا کر دے مگر جو قانون قدرت کہ وہ بنا چکا ہے اُنکی صداقت کے لئے ضرور ہے کہ اُن میں تبدیل نہو یا اُن میں تبدیل نہ کرے۔ اور اُس سے

قُلۡ اَرَاَیۡتَکُمۡ اِنۡ اَتٰکُمۡ عَذَابُ اللّٰہِ

اُسکی قدرت کاملہ میں کچھ نقصان نہیں آتا جیسے کہ جو وعدہ خدا نے کیا ہے اُسکے برخلاف نہین کرتا اور اُسکے سبب سے اُسکی قدرت کاملہ میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا۔

ہان یہہ بات سچ ہے کہ تمام قوانین قدرت ہمکو معلوم نہیں ہیں اور جو معلوم ہیں وہ نہایت قلیل ہیں اور اُنکا علم بہی پورا نہیں ہے بلکہ ناقص ہے۔ اسکا نتیجہ یہہ ہے کہ جب کوئی عجیب واقعہ ہو اور اُسکے وقوع کا کافی ثبوت بہی موجود ہو اور اُسکا وقوع معلومہ قانون قدرت کے مطابق بہی نہو سکتا ہو اور یہہ بہی تسلیم کرلیا جاوے کہ بغیر دہوکہ و فریب کے فی الواقع واقع ہوا ہی تو یہہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ بلا شبہہ اسکے وقوع کے لئے کوئی قانون قدرت ہے مگر اُسکا علم ہمکو نہیں کیونکہ یہہ ثابت ہو چکا ہے کہ خلاف قانون قدرت کوئی امر نہیں ہوتا اور جب وہ کسی قانون قدرت کے مطابق واقع ہوا ہے تو وہ معجزہ نہیں کیونکہ ہر شخص جسکو وہ قانون معلوم ہو گیا ہوگا اُسکو کر سکیگا۔

یہہ کہنا کہ پیغمبر یا کسی بزرگ کی دعا یا اُنکا ارادہ جنکو ایک خاص راہ خدا کے ساتہہ ہے اُسکے وقوع کے لئے قانون قدرت ہی تسلیم نہیں ہو سکیگا۔ اسلئے کہ اُسکے ثبوت کے لئے یا تو یہہ لازم ہوگا کہ جب وہ بزرگ کسی امر کے لئے دعا یا ارادہ کریں تو ہمیشہ واقع ہو جایا کرے اور کم سے کم یہہ کہ وہی خاص امر جو واقع ہوا ہے اُسکے وقوع اور اونکی دعا میں لزوم ہو اور اگر یہہ نہیں ہے (جیسے کہ معتقدین معجزہ و کرامات بہی اُسکے قایل نہیں ہیں) تو وہ قانون قدرت بھی نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحت باب حقیقۃ النبوۃ و خواصہا۔ لکہا ہے کہ معجزات اور استجابت دعا اصل نبوت سے خارج ہے مگر اکثر اُسکو لازم ہے (جب اکثر کا لفظ استعمال کیا ہے تو لزوم کے کچہہ معنی نہیں رہتے) بعد اِسکے وہ فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے معجزون کے ظاہر ہونے کے تین سبب ہوتے ہیں۔ اول یہہ کہ وہ شخص جس سے معجزہ ہوا مفہمین میں سے ہے کیونکہ اُسکا ایسا ہونا باعث ہوتا ہے بعض حوادث کے انکشاف کا اور سبب ہوتا ہے استجابۃ دعا اور ظہور برکات کا۔ دوم یہہ کہ ملاء اعلیٰ اُسکے حکم بجا لانے کو موجود ہو اور اُسکو الہام اور احالات اور تقریبات ہوتی ہوں جو پہلے نہ ہوتے تہے پس وہ اپنے احباب کی مدد کرتا ہے اور دشمنوں کو مخذول کرتا ہے اور خدا کا حکم

کہہ اے پیغمبر کیا دیکھا ہے تم نے اپنے لئے اگر تم پر اللہ کا عذاب آوے

ظاہر ہوتا ہے اگرچہ کافر اُسکو ناپسند کرتے ہوں تیسرے یہہ کہ دنیا میں جو واقعات بوجہ اپنے خارجی اسباب کے ہوتے ہیں اور آسمان و زمین کے بیچ میں جو حوادث ظہور پاتے ہیں خدا تعالیٰ اُنہی کو کسی وجہ سے اُسکا معجزہ قرار دیدے (انتہیٰ)

تعریف معجزہ و کرامات میں جب لفظ "خرق عادت" کو جسکے معنی بجز خلاف قانون قدرت کے اور نہیں ہوسکتے جیسے کہ ہم نے اوپر تشریح کی ہے محفوظ رکہا جاوے تو یہہ تینوں صورتیں جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں داخل معجزہ و کرامات نہیں ہوسکتیں۔

پہلی صورت میں شاہ صاحب نے مفہمین سے کسی امر کا ظاہر ہونا معجزہ یا کرامت قرار دیا ہے مفہمین کے معنی اُنہوں نے یہہ لکھے ہیں کہ "اُنکا ملکہ نہایت اعلیٰ ہو ممکن ہو کہ وہ ایک بہت بڑے نظام مطلوبہ کے قایم کرنیکو سچے دعوی سے برانگیختہ ہوں اور او پر ملاء اعلیٰ سے علوم اور احوال الہیہ کی بہوار پڑتی ہو۔ معتدل المزاج ہوں اُنکی شکل صورت درست اور خُلق اچہا ہو اُنکی راے میں اضطراب و عدم استقلال نہ ہو نہ اُنمیں بے انتہا کی ذکاوت ہو جس سے کلی سے جزی تک اور مغز سے پوست تک رستہ نہ ہو اور نہ ایسے سخت غبی ہوں کہ جزی سے کلی تک اور پوست سے مغز تک نہ پہونچ سکیں سب سے زیادہ سنت کے پابند ہوں نہایت عابد ہوں معاملات میں لوگوں کے ساتھ ٹھیک ہوں عام بہلائی کی تدبیروں کو درست رکھتے ہوں نفع عام میں شوق رکھتے ہوں بلا سبب کسی کو نہ ستاویں ہمیشہ عالم غیب کی جانب متوجہ رہیں اُسکا اثر اُنکے کلام سے اُنکے موںہہ سے ظاہر ہوتا ہو اور اُنکی تمام شان سے معلوم ہوتا ہو کہ مؤید من الغیب ہیں اُنکو ادنیٰ ریاضت سے قرب و سکینہ کی وہ باتیں کہُل جاتی ہیں جو اوروں کو نہیں کہلتیں بس ایسا شخص باعث ہوتا ہے بعض حوادث کے انکشاف کا اور سبب ہوتا ہے استجابت دعا اور ظہور برکات کا"

برکت کے معنی شاہ صاحب نے یہ بتلاے ہیں کہ جس شے پر برکت دی جاوے یا تو اُسکا نفع زیادہ ہوجاوے مثلاً تہوڑی سی فوج دشمن کے خیال میں بہت سی معلوم ہونے لگے اور وہ بہاگ جاوے یا تہوڑی سی غذا میں طبیعت تصرف کرکے ایسا خلط صالح پیدا کرے کہ اُس سے دو چند غذا کہانے کی برابر ہو یا خود وہ شئے ہی بسبب منقلب ہوجانے مادہ ہوائی کے بشکل اُس شئے کے زیادہ ہوجاوے۔

اَوْ اَتَتْکُمُ السَّاعَۃُ

اس تمام بیان میں شاہ صاحب مفہمین سے اُس امر کے ظہور کو قانون قدرت کے ماتحت کرنا چاہتے ہیں پس جبکہ وہ قانون قدرت کے ماتحت ہے اور متخیلہ تھوڑی فوج کو بہت تصور کرسکتا ہے اور طبیعت قلیل غذا سے کثیر غذا کا فائدہ دیسکتی ہے اور مادہ ہوائی بالفرض کوئی شے بن جاسکتا ہے تو وہ نفس انسانی کے خاصوں میں سے ایک خاصہ ہے شخص دون شخص پر موقوف نہیں ہے اور اس لئے کسی کا معجزہ نہیں ہوسکتا

دوسری صورت جو شاہ صاحب نے لکھی وہ الہامات اور احالات اور تقریبات کی قسم سے ہے اور جبکہ یہ نہیں بیان کیا کہ وہ الہامات واحالات وتقریبات بمقتضاے فطرت انسانی نہیں ہیں تو اُنھوں نے اُن سب کو داخل فطرت انسانی سمجھا ہے اور جب وہ فطرت انسانی میں داخل ہیں تو قانون قدرت کے ماتحت ہیں اور اس لئے معجزہ قرار نہیں پاسکتے۔

تیسری صورت تو نہایت ضعیف ہے اُس کا نتیجہ یہہ ہے کہ دو امر دِن کا جن کا وقوع موافق قانون قدرت کے ہوتا ہے ایک دوسرے کے متصل واقع ہونا معجزہ ہے مثلاً ایک شخص مرگیا اور اُسی کے قریب سورج گہن لگا یا ایک پیغمبر کو لوگون نے ستایا اور اُسکے بعد کوئی واقعہ مثل طوفان یا وبا کے واقع ہوا پس پچھلے واقعہ کا اقتران پہلے واقعہ کے ساتھ معجزہ ہے حالانکہ یہ تمام اُمور وہ ہیں جو قانون قدرت کے موافق واقع ہوتے رہتے ہیں اور اون کا اقتران کسی واقعہ کے ساتھ صرف اتفاقی ہے اور وہ بھی مطابق قانون قدرت کے پس بموجب اُس اصول کے جس کی بنا پر ہم نے معجزہ وکرامت سے انکار کیا ہے اُس اصول کے مطابق شاہ ولی،،، صاحب بھی معجزہ وکرامت کے منکر ہیں شاہ صاحب نے اس سے بھی زیادہ وضاحت سے ایک جگہ تفہیمات میں تمام معجزات کو اسباب پر مبنی کیا ہے اور جب وہ اسباب مبنی ہیں تو تابع قانون قدرت ہیں اور جب تابع قانون قدرت ہیں تو معجزہ نہیں اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ دراصل شاہ صاحب بہی ہمارے اصول کے موافق منکرین معجزات سے ہیں اُنھوں نے تفہیمات میں لکھا ہے کہ،، بیشک مقامات نفس الامر کے متفاوت ہیں اُن میں سے مقام اسباب ہی اور اُس مقام میں فقط علت ومعلول کا سلسلہ ہی اور صرف سبب ومسبب کا اور ہماری نزدیک یہ بات محقق ہے کہ اسباب کبھی نہیں چھوٹتے اور نہ چھوٹیں گے اور نہ کبھی

ان مواطن نفس الامر متفاوتۃ منہا موطن الاسباب و فیہ العلۃ والمعلول فقط والسبب والمسبب

یا تم پر بُری گھڑی آوے

فحسب ومن المتحقق عندنا انہ لم یترک الاسباب قط ولن یترک ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا انما المعجزات والکرامات امور اسبابیۃ غلب علیہ السبوغ فباینت سایر الاسباب یات (تفہیمات)

تو پاویگا اللہ کی سنت میں ادل بدل ہونا۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے کہ معجزے اور کرامتیں امور اسبابیہ ہیں (یعنی اسباب پر مبنی ہیں) مکمل ہونا اُن پر غالب ہوگیا ہے اسلئے تمام اور اسبابیات سے جدا ہو گئے ہیں۔

غرضکہ ہم نے معجزہ وکرامت کے مفہوم میں اس امر کو داخل کیا ہے کہ اُس کا وقوع خلاف قانون قدرت ہو اور اسی اصول پر معجزہ وکرامت سے انکار کیا ہے مشرکین عرب بھی اسی قسم کے معجزے آنحضرت صلعم سے طلب کرتے تھے جنسے جابجا قرآن مجید میں انکار ہوا ہے۔ لیکن اگر وقوع خلاف قانون قدرت کو مفہوم معجزہ سے خارج کر دیا جاوے اور امورات اتفاقیہ یا نادر الوقوع پر جو قانون قدرت کے مطابق واقع ہوتے ہیں معجزہ کا اطلاق کیا جاوے تو ایسی حالت میں صرف اصطلاح قرار دینے کا اختلاف ہوگا اور جو اصطلاح ہمنے قرار دی ہے اُس کے مطابق اُس پر معجزہ وکرامت کا اطلاق نہ ہوگا۔

تمام فرق اسلامیہ معجزات کو حق بیان کرتے ہیں اور سوائے معتزلیون اور اُستاد ابو اسحاق اسفرائنی کے جو اہل سنت وجماعت میں سے ہیں تمام فرق کرامات اولیا کے بھی قائل ہیں اور شیعہ صرف دوازدہ امام علیہم السلام میں حصر کرامت کرتے ہیں معتزلی اس وجہ سے کرامات کے منکر ہیں کہ اگر اولیا سے بھی کراماتیں ہوں تو اُس میں اور معجزہ میں کچھہ تمیز باقی نہیں رہتی اور پھر معجزہ ثبوت نبوت کی دلیل نہیں ہو سکتا لیکن محققین علما، معجزوں کا بیان اسطرح پر کرتے ہیں کہ گویا اُنکا وقوع قانون قدرت کے مطابق ہوا ہے پس اگر میرا یہ خیال صحیح ہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ تمام علمای فرق اسلامیہ اس مسئلہ میں میرے ساتھہ متفق ہیں اور صرف اصطلاح کا فرق ہے اور جس اصطلاح مقررہ کے مطابق ہم نے معجزات وکرامات کا انکار کیا ہے وہ سب بھی اُسکے منکر ہیں اور اگر علما متقدمین اس بات کے مقر ہوں کہ معجزہ وکرامت کا وقوع خلاف قانون قدرت ہوتا ہے یا خلاف قانون قدرت بھی ہو سکتا ہے تو بلا شبہ وہ ہم سے اور ہم اُن سے بالکل مختلف ہیں۔

حکما و فلاسفہ نے معجزات یا کرامات کا انکار کسی وجہ سے کیا ہو مگر ہمارا انکار صرف اس بنا پر نہیں ہے کہ وہ محال

اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾

عقل کے ہیں اور اسلئے اُن سے انکار کرنا ضرور ہے بلکہ ہمارا انکار اِس بنا پر ہے کہ قرآن مجید سے معجزات وکرامات یعنی ظہور امور کا بطور خرق عادت یعنی خلاف فطرت یا خلاف جبلت یا خلاف خلقت یا خلاف قدر/ التی قدرہا اللہ کے امتناع پایا جاتا ہے جسکو ہم مختصر لفظوں میں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ کوئی امر خلاف قانون قدرت واقع نہیں ہوتا۔ اور اسلئے معجزات وکرامات سے جبکہ اُنکے معنوں میں غیر مقید ہونا قانون قدرت کا مراد لیا جاوے تو انکار کرتے ہیں اور اگر اُن کے مفہوم میں یہ بھی داخل کیا جاوے کہ وہ مطابق قانون قدرت کے واقع ہوتے ہیں تو صرف نزاع لفظی باقی رہ جاتی ہے کیونکہ جو امر کہ واقع ہوا اور جس شخص کے ہاتھ سے واقع ہوا اُسکو ہم دونوں تسلیم کرتے ہیں مگر وہ اُسکا معجزہ یا کرامت نام رکھتے ہیں ہم اُسکا یہ نام نہیں رکھتے۔

اس اختلاف کا نتیجہ تشریح مندرجہ ذیل سے بخوبی واضح ہوگا۔ ایک عجیب امر جو عام طور پر نہیں ہوا کرتا کسی پیغمبر یا ولی سے منسوب ہوا یا کسی پیغمبر کے زمانہ میں ہونا بیان ہوا۔ تو اول ہم اُسکے فی الحقیقت واقع ہونے کا ثبوت تلاش کرینگے اور غالباً معتقدین معجزہ وکرامت بھی اسمیں مختلف نہونگے ہاں شاید انجام کو اس بات میں اختلاف ہو کہ اُنکے نزدیک اُسکے وقوع کا کافی ثبوت ہو اور ہمارے نزدیک نہو لیکن بفرض تسلیم اُس کے ثبوت کے ہم دونوں اُسکے وقوع میں متفق ہونگے۔

اسکے بعد ہم غور کرینگے کہ اُسکا وقوع آیا کسی قانون قدرت کے مطابق ہوا ہے جو ہمکو اب تک معلوم ہیں اگر اُسکا وقوع کسی معلومہ قانون قدرت کے مطابق ہمکو معلوم ہوا تو ہم اُسکو اُسکی طرف منسوب کرینگے معتقدین معجزہ وکرامت امر مذکورہ پر غور وفکر کیئے بغیر اسکو معجزہ یا کرامت قرار دینگے۔

اور اگر کوئی قانون قدرت اُسکے وقوع یا ظہور کا ہمکو معلوم نہو تو چونکہ ہم کو قرآن مجید نے یقین دلایا ہے کہ تمام اُمور موافق قانون قدرت کے واقع ہوتے ہیں ہم یہ کہیں گے کہ ضرور اُسکے لیئے بھی کوئی قانون قدرت ہے جو ہم کو معلوم نہیں ہے اور معتقدین معجزہ وکرامات بغیر مذکورہ بالا خیال کے اُسکو معجزہ یا کرامت قرار دینگے اور اِس صورت میں صرف نزاع لفظی یا اصطلاحی یا عقلی و بے عقلی باقی رہ جاتی ہے۔

ہماری سمجھ میں کسی شخص میں معجزے یا کرامت کے ہونے کا یقین کرنا ذات باری کی توحید فی الصفات

کیا خدا کے سوا اور کسیکو پکاروگے اگر تم سچے ہو (۴۰)

پر ایمان کو ناقص اور ناکامل کر دیتا ہے اور اُسکا ثبوت پیر پرست و گور پرست لوگوں کے حالات سے جو اسوقت بھی موجود ہیں اور صرف معجزہ و کرامت کے خیال نے انکو پیر پرستی و گور پرستی کی رغبت دلائی ہے اور خدائے قادر مطلق کے سوا دوسرے کی طرف انکو رجوع کیا ہے اور منتین ماننا اور نذر و نیاز چڑہانا اور اونکے نام کے نشانات بنانا اور جانوروں کی بھینٹ دینا سکھایا ہے بخوبی حاصل ہے۔ اسیوجہ سے ہمارے سچے ہادی محمد رسول اللہ نے اور ہمارے سچے خدا وحدہ لاشریک نے صاف صاف معجزات کی نفی کر دی تاکہ توحید کامل بندوں کو حاصل ہو اور بندے خدا پر اس طرح یقین لاوین کہ لا الہ الا اللہ ھو واحد فی ذاتہ لاشریک لہ لا الہ الا اللہ ھو واحد فی صفاتہ۔ لامثل ولاشبیہ ولاشریک لہ لا الہ الا اللہ ھو المستحق للعبادۃ لاشریک لہ وھذا اکمل الایمان باللہ ولھذا قال اللہ تعالی لحبیبہ محمد رسول اللہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ والحمد للہ الذی وھب لی ھذا الایمان ایمانا کاملا واطمئن قلبی بما الھمنی ربی والصلوۃ علی محمد والہ۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ انبیاء پر ایمان لانا بسبب ظہور معجزات باہرہ کے ہوتا ہے مگر یہہ خیال محض غلط ہے انبیاء علیہم السلام پر یا کسی ہادی باطل پر ایمان لانا بھی انسانی فطرت میں داخل اور قانون قدرت کے تابع ہے بعض انسان از روئے فطرت کے ایسے سلیم الطبع پیدا ہوتے ہیں کہ سیدہی اور سچی بات اُنکے دل میں بیٹھ جاتی ہے وہ اُسپر یقین کرنے کے لئے دلیل کے محتاج نہیں ہوتے باوجودیکہ وہ اُس سے مانوس نہیں ہوتے مگر اُن کا وجدان صحیح اُسکے سچ ہونے پر گواہی دیتا ہے اُنکے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے جو اُس بات کے سچ ہونے پر اُن کو یقین دلاتی ہے یہی لوگ ہیں جو انبیاء صادقین پر صرف اُنکا وعظ و نصیحت سنکر ایمان لاتے ہیں نہ معجزوں اور کرامتوں پر ایسی فطرت انسانی کا نام شارع نے ہدایت رکہا ہے مگر جو لوگ معجزوں کے طلبگار ہوتے ہیں وہ کبھی ایمان نہیں لاتے اور نہ معجزوں کے دکہانے سے کوئی ایمان لا سکتا ہے خود خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ "اگر تو زمین میں ایک سرنگ ڈہونڈہ نکالے یا آسمان میں ایک سیڑہی لگا لے تب بہی وہ ایمان نہیں لاوینگے" اور ایک جگہہ فرمایا کہ "اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بہی بہیجدین اور اسکو وہ اپنے ہاتھوں سے بہی چہو لین تب بھی وہ ایمان نہیں لاتینگے اور کہیں گے کہ یہہ تو علانیہ جادو ہے" پس

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا
تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ
وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا
وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾
فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا
فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ
دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ
اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ
مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ
يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

ایمان لانا صرف ہدایت (فطرت) پر منحصر ہے جیسے کہ خدا نے فرمایا ”اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم“
ہادی باطل پر جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُنکے دل میں بھی غالبًا اسی قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اُسکا
سبب کبھی اونکی فطرت ہوتی ہے جو کجی کی طرف مائل ہے سیدھی طرف مائل ہی نہیں ہوتی اور اسی طرف خدا
نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے ”من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم (الانعام)
اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ دین آبائی کا اور سوسیٹی کا ایسا بوجھ انکی طبیعتوں پر ہوتا ہے کہ سیدھی بات کے دل میں
اُنکی جگہہ ہی نہیں رہتی اور کبھی یہہ ہوتا ہے کہ مخلی بالطبع ہوکر اُس بات پر غور نہیں کرتے اور اسی کی طرف
خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ ”جسکو خدا چاہتا ہے کہ ہدایت کرے اُسکا دل اسلام کیلیے

بلکہ اُسی کو پکارو گے پھر جس مصیبت کے لئے اُسکو پکارتے ہو اگر چاہے تو دور کر دیتا ہے اور تم جنکو اُسکا شریک بناتے ہو بھول جاتے ہو (۴۱) اور بیشک ہم نے بھیجا تجھ سے پہلے لوگوں کے پاس پھر ہم نے اُنکو پکڑا عذاب اور مصیبت سے شاید کہ وہ عاجزی کریں (۴۲) پھر کیوں نہ اُنھوں نے عاجزی کی جبکہ اُنکے پاس ہمارا عذاب آیا ولیکن سخت ہو گئے اُنکے دل اور اچھا دکھلایا اُنکو شیطان نے جو کچھ کہ وہ کرتے تھے (۴۳) پھر جب وہ بھول گئے جو ہمنے اُنکو نصیحت کی تھی کھول دیئے ہمنے اُنپر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب وہ خوش ہو گئے اُس چیز سے جو اُنکو دی گئی پکڑ لیا ہمنے اُنکو دفعتاً پھر اب وہ نا امید تھے (۴۴) پھر کاٹی گئی جڑ اُس قوم کی جسنے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے پروردگار عالموں کا (۴۵) کہدے (اے پیغمبر) کیا تمنے دیکھا ہے اگر اللہ تمہاری سماعت اور بصارت لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو کونسا خدا ہے سوائے اللہ کے کہ تمکو وہ پھر لاوے دیکھ کس طرح ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو پھر وہ پھیرے رہتے ہیں (۴۶)

فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یومنون (الانعام آیت ۱۲۵)

(یعنی سیدھی راہ پر چلنے کے لئے) کھول دیتا ہے اور جسکو خدا گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اُسکے دل کو تنگ اور ایسا دق کر دیتا ہے کہ سیدھی بات کے اختیار کرنیکو آسمان پر چڑھنے سے بھی زیادہ مشکل سمجھتا ہے، اسی طرح خدا اُن پر بُرائی ڈالتا ہے جو ایمان نہیں لاتے" ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے ہدایت پانے یا گمراہ ہونیکو اپنا فعل قرار دیا ہے اسکا سبب یہہ ہے کہ خدا جو فاعل حقیقی ہے ہمیشہ تمام چیزوں کو جو ظہور میں آتی ہیں اپنی طرف نسبت کرتا ہے اسی طرح ان آیتوں میں بھی انسان کے فطرتی افعال کو اپنی طرف نسبت کیا ہے مگر درحقیقت یہ بیان انسان کی فطرت کا ہے اور بس۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ
اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ
فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ
وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي
الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ
يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ
وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ
مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا
بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ

کہدے اے پیغمبر کیا تم نے دیکھا ہے کہ اگر تم پر خدا کا عذاب دفعتًا یا جتلا کر آوے
تو کیا ظالمون کی قوم کے سوا اور کوئی مارا جاویگا ﴿۴۷﴾ اور ہم نہیں بھیجتے پیغمبرونکو مگر بشارت
دینے والا اور ڈرانیوالے پھر جو کوئی ایمان لایا اور اچھے کام کئے پھر اُنکو کچھ ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین
ہونگے ﴿۴۸﴾ اور جن لوگون نے جھٹلایا ہماری نشانیون کو چھوے گا اُنکو عذاب بسبب
اسکے کہ وہ فاسق تھے ﴿۴۹﴾ کہدے اے پیغمبر کہ نہیں تمکو یہہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کی
خزانے ہیں اور نہ یہہ کہ میں غیب کی بات جانتا ہون اور نہ میں تمکو یہہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ
ہوں میں نہیں پیروی کرتا مگر اُسکی جو وحی دی گئی ہے مجھکو کہدے کہ کیا اندھے اور آنکھوں سے
دیکھنے والے برابر ہیں پھر کیا تم غور نہیں کرتے ﴿۵۰﴾ اور ڈرا اُس (وحی) سے اُن لوگونکو جو ڈرتے
ہیں کہ اکھٹے کئے جاوینگے اپنے پروردگار کے پاس کہ نہیں ہے اُنکے لئے سوای اُسکے
(یعنی پروردگار کے) کوئی دوست اور نہ کوئی سفارش کرنیوالا تاکہ وہ پرہیزگاری کرین ﴿۵۱﴾
اور نہ نکالدے اپنے پاس سے اُن لوگونکو جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو صبح وشام طلب گاری کرتے ہیں اپنے پروردگار
کی مُنہ (یعنی اُسکی ذات پاک) کی نہ تجھ پر اُنکے حساب میں سے کچھ ہے اور نہ تیرے حساب میں سے اُنپر کچھ ہے کہ تو اُن کو
نکالدے پھر ہووے تو ظالموں میں سے ﴿۵۲﴾ اور اسیطرح ہمنے فتنہ میں ڈالا ہے بعض کو بسبب
بعض کے کہ کہتے ہیں کیا ہم میں سے یہی لوگ ہیں جنپر خدا نے انعام کیا ہے۔ کیا خدا
نہیں ہے جانتے والا شکر کرنے والون کو ﴿۵۳﴾ اور جسوقت تیرے پاس وہ
لوگ آویں جو ہماری نشانیون پر ایمان لائے ہیں تو تو کہہ سلامتی ہو تمپر
تمہارے پروردگار نے لکھ لی ہے اپنے آپ پر

الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَ
أَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ
لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ إِنِّيْ نُهِيْتُ أَنْ أَعْبُدَ
الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ أَتَّبِعُ أَهْوَآءَكُمْ قَدْ
ضَلَلْتُ إِذًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ إِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ
مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا
لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ أَنَّ عِنْدِيْ
مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ
بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ وَ
يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا
حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ
مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ
بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى أَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ
مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾

رحمت کہ جو کوئی تم مین سے نادانستہ برا کام کرے پھر اُسکے بعد توبہ کرے اور اچھے کام کرے تو بیشک وہ بخشنے والا ہے رحم والا (۵۴) اور اسی طرح ہم نشانیون کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ ظاہر ہو جاوے راہ گنہگارون کی (۵۵) کہدے کہ بیشک مجھکو منع کیا گیا ہے کہ مین اُنکی عبادت کرون جنکو خدا کے سوا تم پکارتے ہو۔ کہدے کہ مین تابعداری نہین کرتا تمہاری خواہشون کی بے شک مین گمراہ ہو جاؤنگا اوسوقت اور نہ ہونگا مین ہدایت پائے ہوئن میں سے (۵۶) کہدے کہ بیشک میں اپنے پروردگار کے پاس سے صریح دلیل رکھتا ہون اور تم نے اُسکو جھٹلایا میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جسکی تم جلدی کرتے ہو نہیں ہے حکم مگر اللہ کو بیان کرتا ہے سچ کو اور وہ بہت اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے (۵۷) کہدے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جسکے لئے تم جلدی کرتے ہو تو البتہ اس امر کا مجھ میں اور تم میں فیصلہ ہو چلتا اور اللہ جاننے والا ہے ظالموں کو (۵۸) اور اُسکے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اُنکو کوئی نہیں جانتا بجز اُسکے اور وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل میں ہے اور دریا میں اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر کہ وہ اُسکو جانتا ہے اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیرونمیں اور نہ کوئی رطب اور نہ کوئی یابس مگر وہ ہے بیان کرنیوالی کتاب میں (یعنی علم الٰہی میں)+ (۵۹) وہ وہ ہے جو مار ڈالتا ہے تمکو (یعنی سولا دیتا ہے) رات میں اور جانتا ہے جو کمایا ہے تم نے دن میں پھر تمکو اوٹھاتا ہے اُس میں (یعنی دن میں) تاکہ پورا کیا جاوے وقت معین پھر اُسی کے پاس تمکو پھر جانا ہے پھر تمکو بتلاویگا جو کچھ تم کرتے تھے (۶۰)

+ قال الرازی۔ ان ذالک الکتاب المبین ہو علم اللہ تعالیٰ لا غیر وہذا ہو الاصوب (تفسیر کبیر)

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

(۶۱) (ویرسل علیکم حفظۃ) اس آیت کی تفسیر میں ہمارے علماء نے عجیب باتیں لکھی ہیں اول تو اُنھوں نے اِس آیت کے اِن لفظوں سے " ویرسل علیکم حفظۃ" اور قرآن مجید کی اور آیتوں کے ان الفاظ سے " معقبات بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ" اور ان الفاظ سے " مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید" اور ان الفاظ سے " وان علیکم لحافظین کراما کاتبین" یہ قرار دیا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ انسان سے خارج اُسکے نگہبان فرشتے متعلق ہیں جو ملائکہ حفظہ کے نام سے موسوم ہیں۔

مگر اسی آیت میں یہہ الفاظ بھی ہیں کہ "حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا" تو اسپر یہ بحث پیش آئی کہ یہہ فرشتے مار ڈالنے والے وہی حفظہ ہیں جو اخیر کو قتلہ ہو گئے یا اُنسے علاحدہ ہیں۔ بعضوں کا یہ قول ہے کہ یہہ قتلہ وہی حفظہ ہیں اور اکثر کا قول ہے کہ نہیں قتلہ حفظہ سے علاحدہ ہیں اور اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

اسکے بعد جو اس آیت میں یہ الفاظ ہیں کہ " ثم ردوا الی اللہ مولاھم الحق" یہ قرار دیا ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو یہہ قتلہ فرشتے بھی مرجاتے ہیں اور خدا کے پاس لیجائے جاتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ فرشتے نہیں لیجائے جاتے بلکہ آدمی جو مرتے ہیں وہ لیجائے جاتے ہیں۔ مگر کسی مفسر نے یہہ نہیں لکھا کہ اگر یہہ حفظہ و قتلہ فرشتے جو ہر ایک انسان پر متعین ہیں اگر وہ بھی انسان کے ساتھ نہیں مرتے تو پھر کیا کیا کرتے ہیں خدا تعالی اُنکو کسی اور خدمت پر متعین کرتا ہے یا وہ یوں ہی خالی بیٹھے رہتے ہیں۔

مفسرین کو اس آیت میں ایک اور بڑی مشکل پیش آئی ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے " اللہ یتوفی الانفس حین موتھا" اور ایک جگہہ فرمایا ہے " ھو الذی خلق الموت والحیات" پس ان آیتوں سے یہ بات

وہی زبردست ہے اوپر اپنے بندوں کے اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہان تک کہ جب آتی ہے تم میں سے ایک کو موت تو اُسکو مار ڈالتے ہیں ہماری بھیجی ہوئی اور وہ تقصیر نہیں کرتے (۶۱) پھر وہ لیجائے جاتے ہیں اللہ کے پاس جو اُنکا مالک ہے برحق ہان اُسی کے لئے حکم ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والوں میں ہے (۶۲)

نص صریح ہے کہ انسان کو مار ڈالنے والا خود خدا ہے پھر ایک جگہ فرمایا ہے کہ "قل یتوفیکم ملک الموت" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت انسان کی روح قبض کرتا ہے۔ اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فرشتے انسان پر متعین ہیں وہ انسان کو مار ڈالتے ہیں۔ ان سب باتوں پر نہایت لمبی لمبی بحثیں ہمارے علماء نے لکھی ہیں جنکے اعادہ کی گنجایش ہماری اس تفسیر میں نہیں ہے مگر یہہ سب خیالات ہیں جو مفسرین نے حسب عادت پیدا کئے ہیں قرآن مجید ایسے دوراز کار خیالات سے پاک ہے۔ اگرچہ قرآن مجید میں حفظہ کا موصوف محذوف ہے اور مفسرین نے ملائکہ کو اُسکا موصوف محذوف قرار دیا ہے مگر ہم کو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ملائکہ کے وجود سے ہمکو انکار نہیں ہے جسقدر اختلاف ہے وہ صرف اُنکی حقیقت و ماہیت کی نسبت ہے اور علی الخصوص قرآن مجید میں جو لفظ ملایک و ملائکہ آیا ہے اُسکی مراد کی نسبت ہے جسکو ہم متعدد جگہ بیان کر چکے ہیں پس ہم بھی ملائکہ ہی کو اُسکا موصوف محذوف تسلیم کرتے ہیں مگر ملایک حفظہ کوئی جداگانہ مخلوق انسان سے نہیں ہیں اور نہ ملایک قتلہ جداگانہ مخلوق ہیں بلکہ جو قوا کہ انسان میں خدا نے پیدا کئے ہیں اور جو باعث حیات انسان ہیں وہی ملایک حفظہ ہیں اور جب موت آتی ہے تو وہی قوا ایسے مختل ہو جاتی ہیں کہ انسان مرجاتا ہے اور اسی فطرت انسانی کا اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

چار طبع مخالف و سرکش	چند روزے بوند با ہم خوش
چون یکے زین چہار شد غالب	جان شیرین بر آید از قالب

ملائکہ کی بحث میں ہم نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں ملائکہ کا اطلاق اُنہی قوا پر ہوا ہے جو خدا نے انسان میں اور اپنی دیگر مخلوقات میں پیدا کئے ہیں نہ کسی ایسے جسم پر جو خارج از انسان پیدا ہوا ہو پس حفظہ کا موصوف محذوف خواہ ملائکہ کو قرار دو خواہ قوا کو دونوں صورتوں میں مطلب واحد ہے۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ
خُفْيَةً لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ
اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ
هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ
تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ
اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ
قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ
وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ
الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۷﴾
وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا
وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا
كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کون تمکو نجات دیتا ہے جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے پکارتے ہو اسکو گڑگڑا کر اور چپکے سے کہ اگر ہمکو ان سے نجات دیگا تو بیشک ہم شکر کرنیوالوں میں سے ہونگے (۶۳) کہہ اللہ تمکو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر سختی سے پھر تم شرک کرتے ہو (۶۴) کہدے کہ وہ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر عذاب بھیجے ایک عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے (یعنی آفت سماوی یا ارضی) یا تمکو بھڑا دے گروہ گروہ کر کے اور مزا چکھا دے تمہارے ایک گروہ کو دوسرے کی لڑائی کا دیکھ کس طرح ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو تاکہ وہ سمجھیں (۶۵) اور جھٹلایا اسکو تیری قوم نے حالانکہ وہ سچ ہے کہدے کہ میں نہیں ہوں تم پر وکیل ہر چیز کے قرار پانیکے لئے وقت ہے اور قریب ہے کہ تم جانو گے (۶۶) اور جب تو اُن لوگوں کو دیکھے کہ بیہودہ طرح سے جھگڑتے ہیں ہماری نشانیوں میں تو اُن سے اعراض کر یہانتک کہ جھگڑنے لگیں اسکے سوا اور کسی بات میں اور اگر تجھکو شیطان بھلا دیوے تو مت بیٹھ یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ (۶۷) اور جو لوگ پرہیزگار ہیں کسی چیز کا اُنپر اُنکا (یعنی کافروں کے کاموں کا) ذمہ نہیں ہے ولیکن نصیحت کر دینا ہے تاکہ وہ پرہیزگاری کریں (۶۸) اور چھوڑ دے اُن لوگوں کو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل وتماشا کر رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے انکو دھوکا دیا ہے اور نصیحت کر ساتھ اسکے کہ ہلاکت میں پڑیگی ہر ایک جان بسبب اسکے جو کمایا ہے نہیں ہے اسکے لئے سوائے خدا کے

وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ﴿٦٩﴾ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿٧٠﴾ وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ الَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧١﴾ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَیَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿٧٢﴾

(٧٢) (وھو الذی) اس آیت میں جس بات پر غور کرنی ہے وہ یہہ ہے کہ "کن فیکون" سے کیا مراد ہوتی ہے۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "خدا کا جو یہ قول ہے کہ

لیس المراد بقولہ کن فیکون خطاب وامر لان ذلك الامر ان کان للمعدوم فھو محال وان کان الموجود فھو امر بان یصیر الموجود موجودا وھو محال بل المراد منه التنبیه علی نفاذ قدرته ومشیته فی تکوین الکائنات و ایجاد الموجودات (تفسیر کبیر)

کن فیکون نہ تو اس سے مراد کسی کی طرف خطاب کرنا ہے اور نہ حکم دینا ہے اس لئے کہ اگر یہہ امر معدوم چیزوں کیلئے ہو تو وہ تو محال ہے اور اگر موجود چیزوں کے لئے ہو تو موجود چیزوں کو کہنا ہوگا کہ موجود ہو جاؤ اور یہہ بھی محال ہے بلکہ اس سے مراد جتلانا ہے کہ خدا کی قدرت اور خواہش تمام کائنات کے ہونے اور موجودات کے ایجاد پانے میں نافذ ہے" پس جو لوگ کو یہہ سمجھتے ہیں کہ ان لفظوں

کوئی دوست اور نہ کوئی بخشوانیوالا اور اگر بدلا دیوے کتنا ہی بدلا تو اُس سے کچھ بھی نہیں لیا جاویگا، یہہ وہی لوگ ہیں جو ہلاکت میں پڑے ہیں بسبب اُسکے جو اُنہون نے کمایا ہو اُنکے لئے ہے پینا کھولتے ہوے پانے کا اور عذاب دکھ دینے والا بسبب اسکے کہ وہ کفر کرتے تھے (۶۹) کہدے (اے پیغمبر) کہ کیا ہم پکارین اللہ کے سوا اُسکو جو نہ ہمکو نفع دے اور نہ ضرر پھونچاوے اور ہم اپنی ایڑیون کے بل اولٹے پلٹیں بعد اسکے کہ خدا نے ہمکو ہدایت کی۔ مثل اُس شخص کے جسکو شیاطین نے مخبوط کر دیا ہو اور زمین پر حیران رہ گیا ہو۔ اُسکے دوست ہیں اُسکو سیدہی راہ پر بُلاتے ہیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کہدے کہ خدا ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور ہمکو حکم دیا گیا ہے کہ ہم پروردگار عالموں کی مطیع ہون (۷۰) اور (یہہ حکم دیا گیا ہے) کہ قایم رکھو نماز کو اور اُس سے (یعنی خدا سے) ڈرو وہ وہ ہے جسکے پاس لیجائے جاوٴگے (۷۱) وہ وہ ہے جس نے درستی سے پیدا کیا آسمانون کو اور زمین کو اور جس دن کہیگا کہ ہو پھر ہو جاویگا (۷۲)

کے لغوی معنی ہی مراد ہیں یہہ اُنکی غلطی ہے اور اس امر کے محقق ہونے میں کہ خدا جو کچھ کرتا ہے اُسی قانون قدرت کے مطابق کرتا ہے جو اُس نے اُن چیزوں کے موجود ہونیکے لئے بنایا ہے کچھ تخلل واقع نہیں ہوتا۔

(۷۲) (ینفخ فی الصور) یہہ مضمون قرآن مجید میں بہت جگہہ بہ تبدل الفاظ آیا ہے سورہ انعام میں ہے یوم ینفخ فی الصور (۷۳) سورہ کہف میں ہے ونفخ فی الصور فجمعنا ہم جمعا (۹۹) سورہ طہ میں ہے یوم ینفخ فی الصور ونحشر المجرمین یومئذ زرقا (۱۰۲) سورہ مومنون میں ہے فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون (۱۰۳) سورہ نمل میں ہے ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض (۸۹) سورہ یٰسین

قوله الحق وله الملك يوم ينفخ في الصور

میں ہے ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (۵۱) سورہ زمر میں ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض (۶۸) سورہ ق میں ہے ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید (۱۹) سورہ الحاقہ میں ہے فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ (۱۳) سورہ نبا میں ہے یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا (۱۸) سورہ مدثر میں ہے فاذا نقر فی الناقور فذالک یومئذ یوم عسیر (۸)

اس میں کچھ شبہہ نہیں کہ تمام آیتیں قیامت کے حال سے متعلق ہیں اور ان میں اُس دن کا ذکر ہے جبکہ تمام دنیا اولٹ پلٹ اور درہم برہم ہوجاویگی مگر ابو عبیدہ کا قول ہے کہ صور جمع صورۃ کی ہے اور اُس سے مراد مردوں میں روح پھونکنے سے ہے اگر اس راے کو تسلیم کیا جاوے تو ان آیتوں میں سے اکثر جگہہ صور کے لفظ کے متعارف معنوں کے لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان سب آیتوں میں صور کے لفظ سے وہی آلہ مراد ہے جسکو بھونپو۔ نرسنگا۔ سنکھ ترئی۔ قرنا۔ ترم۔ بگل کہتے ہیں اور جس میں پھونکنے سے نہایت سخت و شدید آواز نکلتی ہے۔

تاریخ کے تفحص سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت قدیم زمانہ میں یعنی حضرت موسیٰ کے وقت سے بھی بہت پیشتر لڑائی کے لئے لوگوں کے جمع کرنیکو آگ جلانیکا رواج تھا پہاڑوں پر اور اونچے مقامات پر آگ جلاتے تھے اور گویا وہ پیغام تھا کہ سب آکر جمع ہو گویا وہ علامت حشر لشکر کی تھی اب بھی بعض بعض پہاڑی قوموں میں یہہ رسم پائی جاتی ہے۔

لڑائی کے میدان میں غولوں کے کسی خاص طرف جمع کرنے یا حملہ کے لئے محشور کرنیکا حکم پہونچانے میں دقت پڑتی ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں نے اس کام کے لئے مشعلوں کا جلانا اور مشعلوں کی روشنی کے ذریعہ سے لڑائی کے میدان میں غولوں کو حکم پہونچانا ایجاد کیا۔ غالباً ان کو مشعلوں سے بخوبی کام نہ نکلتا ہوگا اس لئے ایک ایسی چیز کی تلاش کی ضرورت پیش آئی جسکی بہت بڑی آواز ہو اور وہ آواز لڑائی کے میدان میں حکم بھیجنے کا ذریعہ ہو مصری ہی اسکے موجد ہوئے اور اُنھوں نے دریائی جانوروں کی ہڈی کے خول سے جس میں مثل

اُسکا کہنا درست ہے اُسی کیلئے بادشاہت ہی جس دن پھونکا جاویگا صور میں

گھونگے کے پیچ در پیچ ہوتے تھے اور جس میں پھونکنے سے نہایت سخت و شدید آواز نکلتی تھی جو کام لینا شروع کیا چنانچہ اب تک ہندو اُسی کا استعمال کرتے ہیں جو سنکھ کے نام سے مشہور ہی بنی اسرائیل جب مصر میں تھے تو اونہوں نے مصریوں سے اسکو اخذ کیا تھا اور جب وہ جنگل میں آوارہ اور پریشان ہوئے اور اُس پہاڑی اور جنگلی ملک میں دریائی جانوروں کے خول میسر نہ تہے اونہوں نے صحرائی جانوروں خصوصاً مینڈہے یا دنبہ یا پہاڑی بکرہ کے سینگوں سے جو ٹیڑہے اور پیچدار ہوتے تھے اور جن میں پھونکنے سے ویسی ہی سخت و شدید آواز نکلتی تھی یہ کام لینا شروع کیا صور کے معنی قرن یعنی سینگھ کے ہیں۔ بعد اسکے جب زمانہ نے ترقی کرنا شروع کیا تو اُسکو اور اشیا مثل چاندی پیتل اور تانبے وغیرہ سے اور نہایت عجیب و پیچدار طور سے بنانے لگے۔

توریت سفر خروج باب دہم میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ تو اپنے لئے چاندی کے دو قرنا بنا جب تو اُن دونوں کو بجاوے تو تمام لوگ خیمہ کے دروازہ پر جمع ہو جایا کریں اور جب ایک کو بجاوے تو بنی اسرائیل کے سردار تیرے پاس آجایا کریں۔ اور جب زور سے بجائی جاوے تو جن کے خیمے جانب مشرق ہوں وہ کوچ کرنا شروع کریں اور جب دو دفعہ زور سے بجائی جاوے تو جنکے خیمے جنوب کی جانب ہوں وہ کوچ کرنا شروع کریں۔ اور جب سب کو ایک جگہ ٹھہرانا مقصود ہو تو دہیمی آواز سے بجایا جاوے اگر اپنے ملک میں اپنے دشمن سے جسنے تمپر زیادتی کی ہے لڑنے کو جاؤ تو قرنا کو بہت زور سے بجاؤ اور خوشی کے دنوں میں اور عیدوں کے دن اور ہر مہینہ کے شروع میں قربان گاہوں میں بجایا کرو اور ہارون کی اولاد اُسکو بجایا کرے۔

یرمیاہ اور عہد عتیق کی اور کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ شہروں اور ملکوں سے لڑائی کے لئے لوگوں کو جمع کرنیکو قرنا بجائی جاتی تہی چنانچہ یرمیاہ نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ "علم را در زمین برپا دارید کرنا را در میان طوائف بنوازید در برابرش اقوام را زبدہ نمائید و برضدش ممالک ارارا طومتی و اشکناز را آواز دہید و برخلافش سرداران را نصب نمودہ اسپہا را مثل ملخ برآورید" (باب ۵۱۔ ورس ۲۷)

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿۷۳﴾

اور ایک مقام میں لکھا ہے کہ "در یہوداہ اخبار نمودہ و در اورشلیم مسموع گردانیدہ بگوئید کہ در زمین کرنا را بنوازید با آواز بلند ندا کردہ بگوئید کہ جمع آیند تا آنکہ بہ شہرہاے مستید در آئیم (باب ۴ درس ۵)

یہودیوں نے اپنے خیال میں خدا تعالیٰ کے پاس بھی فرشتوں کی فوج کا ہونا اور اُس میں درجہ بدرجہ سرداروں کا ہونا تسلیم کیا تھا اور اسی خیال سے فوج میں کام لینے کو فرشتوں کے پاس بھی صور یا قرنا کا ہونا خیال کیا اور صور پھونکنے والے فرشتے قرار دیئے جن میں سب کا سردار اسرافیل فرشتہ ہے۔

عیسائیوں نے بھی اس خیال میں یہودیوں کی پیروی کی یوحنا حواری اپنی مشاہدات میں لکھتے ہیں کہ اونھوں نے تین فرشتوں کو ترئی پھونکنے پر متعین دیکھا (باب ۸ درس ۱۳)

یہودی اور عیسائی دونوں حشر اجساد کے اور سب مردوں کے ایک جگہ جمع ہونیکے قائل تھے اُس حشر اور اجتماع کے لئے اُسی خیال کے مطابق جسطرح وہ لوگوں کو جمع کیا کرتے تھے اُنھوں نے صور کا پھونکا جانا تصور کیا اشعیاہ نبی کی کتاب سے یہہ خیال کہ قیامت کے شروع میں صور پھونکی جاویگی جا بجا پایا جاتا ہے۔ اور سینٹ پال نے اپنے پہلے خط کے باب پندرھویں میں جو کارنتھیوں کو لکھا ہے اس خیال کو بخوبی ظاہر کیا ہے جہان لکھا ہے کہ "ہم سب ایک دم میں ایک پل مارنے میں پچھلی ترئی پھونکنے کے وقت مبدل ہوجاوینگے کہ ترئی پھونکی جاویگی اور مردے اوٹھینگے اور ہم مبدل ہوجاوینگے"

ہمارے ہاں کے علمانے حسب عادت اپنے اس امر میں یہودیوں کی پیروی کی ہے اور نفخ صور کے لغوی معنی لئے ہیں اور جب اُنھوں نے لغوی معنی لئے تو ضرور ہوا کہ صور کو بشکل معینہ موجود اور اوسکے بجانے کے لئے فرشتے قرار دیں بعض بزرگوں نے یہاں تک یہودیوں کی پیروی کی ہے کہ جس طرح توریت میں لکھا ہے کہ خدا نے موسیٰ کو چاندی کی دو صوریں بنانے کا حکم دیا تھا اُنھوں نے بھی صور کو جوڑا قرار دیا ہے کہ ایک کے بجانے سے ایک طرح کی اور دونوں کو ساتھ بجانے سے دوسری طرح کی آواز نکلیگی اور اُسپر حاشیہ یہہ چڑھایا کہ صور میں بقدر تعداد ارواحوں کے چھید ہیں جیسے بانسلی میں ہوتے ہیں اور جب مردوں کے زندہ کرنے کے لئے صور پھونکی جاویگی تو ارواحین صور کے

جاننے والا ہے چھپی اور کُھلی کا اور وہ حکیم ہے خبر رکھنے والا (۷۲)

چھیدوں میں سے نکل پڑینگی۔ (دیکھو تفسیر کبیر سورہ مدثر آیت ۸)

مگر قرآن مجید میں جسطرح تنزہ ذات باری کا اور اُسکے کاموں کا بیان ہے وہ اس قسم کے خیالات کے کلیتًا مانع ہے نفخ صور صرف استعارہ ہے بعث و حشر کا اور تبدل حالت کا جسطرح لشکر بگل صور بجنے سے سب مجتمع ہوجاتے ہیں اور لڑنیکو کھڑے ہوجاتے ہیں اور گروہ در گروہ آموجود ہوتے ہیں اسی طرح بعث و حشر میں ارادۂ اللہ سے جس طرح کہ اُس نے قانون قدرت میں مقرر کیا ہوگا۔ وقت موعود پر سب لوگ اُٹھینگے اور جمع ہوجاوینگے اُس حالت نفخ صور سے استعارہ کیا گیا ہے۔ پس اس آیت سے یا قرآن مجید کی اور آیتوں سے یہہ بات کہ فی الواقع کوئی صور بمعنی متعارف موجود ہے یا موجود ہوگی اور فی الواقع وہ مثل صور متعارف کی پھونکنی کی پھونکی جاویگی اور فی الواقع اُسکو فرشتے لئے ہونگے اور وہ اُسکو پھونکینگے ثابت نہیں۔

گو کہ تمام علماے اسلام صور کو ایک شے موجود فی الخارج اور اُسکے لئے پھونکنے والے فرشتے یقین کرتے ہیں اور عمومًا مسلمانوں کا اعتقاد یہی ہے مگر بعض اقوال اُنہی علما کے ایسے پائے جاتے ہیں جن میں صاف بیان ہے کہ نفخ صور صرف استعارہ اور تمثیل ہے تفسیر کبیر میں سورہ طٰہٰ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو آخرت کی باتیں اُن چیزوں کی مثالوں سے بتلاتا ہے جو دنیا میں دیکھی جاتی ہیں اور لوگوں کی عادت ہے کہ کوچ کے وقت اور لشکروں میں بوق پھونکتے ہیں یعنی صور بجاتے ہیں۔ اور سورہ مومنون کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نفخ فی الصور استعارہ ہے اور اُس سے مراد بعث و حشر ہے سورہ نمل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جائز ہے کہ یہہ تمثیل ہو مُردوں کے بلانیکی بیشک اُنکا اپنی قبروں میں سے نکلنا لشکر کے نکلنے کی مانند ہے جبکہ وہ صور کی آواز سنتے ہی نکل کھڑا ہوتا ہے۔

پس جن عالموں کی یہہ رائے ہے وہ بھی مثل ہمارے نہ صور کے لغوی معنی

واللہ تعالیٰ یعرف الناس من امور الاخرۃ بامثال ما شوھد فی الدنیا و من عادۃ الناس النفخ فی البوق عند الاسفار و فی العساکر (طٰہٰ)

ان النفخ فی الصور استعارۃ و المراد منہ البعث والحشر (مومنون)

یجوز ان یکون تمثیلا لدعاء الموتیٰ فان خروجھم من قبورھم کخروج الجیش عند سماع صوت الالۃ۔ (نمل)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً

لیتے ہیں اور نہ صور کے وجود فی الخارج کو مانتے ہیں اور نہ اُسکے وجود کی اور نہ اسکے پھونکنے والوں کی ضرورت جانتے ہیں حشر اجساد کا مسئلہ قابل بحث کے ہے ہم اُسکی نسبت بھی کسی وقت بحث ارواح کے بعد بحث کرینگے واللہ المستعان۔

(۴۴) (واذ قال ابراھیم لابیہ آزر) اس آیت میں اور اسکے بعد کی آیتوں میں حضرت ابراہیم کی نسبت جو حالات مذکور ہیں اُنمیں چند امر غور طلب ہیں۔ اول یہ کہ آزر حضرت ابراہیمؑ کے کون تھے قرآن مجید میں آزر کو حضرت ابراہیم کے اب کے لفظ سے تعبیر کیا ہے مگر قرآن مجید میں باپ کا اطلاق باپ اور چچا دونوں پر آیا ہے۔ قرآن میں ہے کہ حضرت یعقوب کی اولاد نے کہا کہ "نعبد الٰھک والٰہ ابائك ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق"، حالانکہ اسمٰعیل حضرت یعقوب کے چچا تھے اُنپر بھی یعقوب کے باپ کا اطلاق ہوا ہے۔ تفسیر کبیر میں بھی بعض اقوال لکھے ہیں کہ اس آیت میں اب کا اطلاق عم پر ہوا ہے ظن غالب ہے کہ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام ترح تھا۔ توریت سے پایا جاتا ہے کہ ترح کے بھائی بھی تھے مگر توریت میں اُنکے نام نہیں بیان کئے چنانچہ کتاب پیدایش باب ۱۱ ورس ۲۴ و ۲۵ میں لکھا ہے کہ "وناحور بست ونہ سال زندگی نمودہ ترح را تولید نمود۔ وناحور بعد از تولید نمودنش ترح یک صد و نوزدہ سال زندگانی نمودہ پسران و دختران را تولید نمود" ان آیتوں سے ترح کے بھائیوں یعنی حضرت ابراہیم کے چچاؤں کا ہونا پایا جاتا ہے۔

علاوہ اسکے توریت کے اُسی باب میں لکھا ہے کہ بعد اُن تمام واقعات کے جو حضرت ابراہیم پر اُنکے وطن "اور کسدیم" میں گذرے اُنھوں نے اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور کنعان کی طرف روانہ ہوئے تو اُنکے ساتھ اُنکے باپ ترح بھی تھے اور اُنھوں نے بھی اُس ملک کو چھوڑ دیا تھا چنانچہ ورس ۳۱ میں لکھا ہے "ترح پسر خود ابرام و پسر پسر خود لوط پسر ہاران و عروس خود سارئی زن پسرش ابرام را برداشت و باہم دیگر از اور کلدانیان بقصد رفتن بزمین کنعان بیرون آمدند" پس یہ ایک دلیل اس بات کی ہے کہ جس مباحثہ کا قرآن مجید میں ذکر ہے وہ حضرت ابراہیم کے باپ سے نہیں ہوا تھا بلکہ اب کا لفظ عم پر بطور اظہار محبت اور بزرگی چچا کی جنسے مباحثہ پیش آگیا تھا بولا گیا ہے۔

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ (یعنی چچا) آزر سے کہ کیا تو نے ٹھیرایا ہے بتون کو خدا

دوسرے یہ کہ جب حضرت ابراہیم نے یہ مباحثہ کیا تو انکی عمر کیا تھی اس امر کا تحقیق کرنا ناممکن ہے کیونکہ ان امور کی تحقیقات صرف توریت پر منحصر ہے نسخے توریت کے اس باب میں نہایت مختلف ہیں عبری توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ دنیوی کے ۱۹۵۸ برس بعد حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے اور یونانی نسخہ توریت سے جسکو سپٹواجینٹ کہتے ہیں انکی پیدایش ۳۲۷۸ برس بعد سنہ دنیوی کے اور سامری نسخہ توریت سے ۲۵۹۸ برس بعد معلوم ہوتی ہے۔ عیسائی مورخون نے ولادت حضرت ابراہیم کی ۲۰۰۸ برس بعد سنہ دنیوی کے اور انکا اور کلدانیاں سے نکلنا ۲۰۸۳ سنہ دنیوی میں قرار دیا ہے اور اس حساب سے اسوقت انکی عمر پچھتر برس کی تھی مگر اس حساب پر اعتماد کرنے کی کوئی کافی وجہ نہیں ہے۔

قرآن مجید سے جہاں خدا نے فرمایا ہے" قالوا سمعنا فتی یذکرھم یقال لہ ابراھیم" معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں حضرت ابراہیم جوان تھے اور دوسری جگہ خدا نے فرمایا ہے" ولقد اٰتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین" (سورۃ انبیاء آیت ۵۲) اور اسی آیت کے بعد اس مباحثہ کا ذکر ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل وقت مباحثہ کے حضرت ابراہیم جوان اور رشید ہو چکے تھے اور انکا دل الہامات ربانی سے معمور تھا جسکے لئے عموماً چالیس برس کی عمر خیال کیجاتی ہے پس کچھ عجب نہیں ہے کہ یہہ واقعہ اسی عمر کے قریب قریب واقع ہوا ہو۔

مگر ہمارے علمائے مفسرین کو" فلما جن علیہ اللیل" نے گھبرا دیا ہو وہ سمجھے ہیں کہ یہ پہلی دفعہ تھی جو اُنھون نے رات دیکھی تھی اور اس لئے بے اصل قصہ اپنی تفسیروں میں لکھا ہے کہ اُس زمانہ کی بادشاہ کے خوف سے جسنے ایک خواب دیکھا تھا اور لڑکوں کے قتل کا ارادہ کیا تھا حضرت ابراہیم کی ماں نے اُنکے حمل کو چھپایا اور جب لڑکا پیدا ہونیکا وقت آیا تو ایک پہاڑ کی کھو میں جاکر جنا اور اُسکا مونھہ پتھرون سے بند کر دیا اور حضرت جبرئیل نے حضرت ابراہیم کی پرورش کی جب وہ اُسی پہاڑ کی کھو میں بڑے ہوگئے تو اُس کھو میں سے پہلی دفعہ رات کو ایک ستارہ دیکھا پھر چاند دیکھا پھر سورج دیکھا۔

مگر یہہ خیال اور یہہ قصہ دونوں صحیح نہیں ہیں حضرت ابراہیم کے ناحور اور ہاران دو اور بڑے بھائی تھے اور حضرت ابراہیم سب سے چھوٹے تھے انسان کی فطرت میں ہے کہ جب وہ کسی قوم میں پیدا ہوتا ہے

اِنِّیۡۤ اَرٰىكَ وَقَوۡمَكَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۷۴﴾

گویا تو اُسی قوم کی باتوں پر یقین کرتا ہے اور اُسی قوم کے عقائد و اعمال کی پیروی کرنے لگتا ہے یا اُس قوم کے افعال و اقوال کو تعجب و حیرت کی نگاہ سے دیکھتا رہتا ہے نہ اُنپر یقین کرتا ہے اور نہ اُن افعال میں شریک ہوتا ہے اور نہ اُسکے ذہن میں آتا ہے کہ اصل بات کیا ہے اور ایک تفکر اور سوچ کی حالت میں ایک زمانہ بسر کرتا ہے اور خدا کی ہدایت جو خدا نے انبیاء اور صلحا کی فطرت میں رکھی ہے اُسکی تائید کرتی رہتی ہے اسی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے "کذلك نری ابراهیم ملکوت السموٰت والارض" اسی حالت میں ایک رات ستارہ اور چاند اور اُسکے بعد سورج دیکھکر حضرت ابراہیم کو وہ خیال آیا جو قرآن مجید میں مذکور ہے پس ضرور نہیں ہے کہ وہ رات پہلی ہی رات ہو جو اُنھوں نے دیکھی تھی۔

تیسرے یہ کہ "ملکوت السموات والارض" سے اور اُسکے دکھانے سے کیا مراد ہے علمای مفسرین نے اسکی نسبت بھی بہت سی رطب و یابس باتیں لکھی ہیں مگر خدا کی قدرت اور اُسکی عظمت اور وحدانیت پر یقین کرنے کیلئے موجودات عالم اور اُسکی خلقت اور فطرت پر غور کرنے سے زیادہ یقین دلانیوالی کوئی چیز نہیں ہے اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے جا بجا قرآن مجید میں متعدد طریقہ پر وجود عالم سے صانع کے وجود پر استدلال کیا ہے پس خدا نے آسمان و زمین کی بادشاہت کی حقیقت حضرت ابراہیم کے دل پر کھولی جسکی ابتدا تارے و چاند و سورج کو رب خیال کرنا اور اُسکی انتہا "انی وجہت وجهی للذی فطر السموات والارض" کہنا ہے اور اسی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے "کذلك نری ابراهیم ملکوت السموٰت والارض"

چوتھے یہ کہ علماے اسلام کو ایک اور مشکل پیش آئی ہے کہ اُنکے اصول مقررہ کے موافق انبیا کبھی اور کسی حال میں مرتکب شرک و کفر نہیں ہوے پس کیونکر حضرت ابراہیم نے تارہ اور چاند اور سورج کو دیکھکر کہا کہ "ھذا ربی" اس شبہ کے رفع کرنیکو اُنہوں نے متعدد طرح سے صعوبتیں اوٹھائی ہیں مگر یہ امر نہایت صاف ہے جسمیں کچھ مشکل نہیں۔

بلاشبہ انبیاء علیہم السلام کبھی مرتکب شرک و کفر کے نہیں ہوتے اُنکی فطرت ہی اس آلودگی سے پاک ہوتی ہے مگر قدیم زمانہ میں جو بت پرستی تھی اور جس شرک و کفر میں اُس زمانہ کے لوگ گرفتار تھے اُسکی حقیقت پر اول غور کرنی لازم ہے۔ تمام مشرکین ذات باری کا کسی کو شریک نہیں قرار دیتے تھے بلکہ خدا کے سوا موجودات غیر مرئی اور اجرام

بیشک میں تجھکو اور تیری قوم کو علانیہ گمراہی میں دیکھتا ہوں (۴۴)

سماوی کو مدبرات عالم اور مالک نفع و نقصان سمجھتے تھے اور انھی کے نام سے ہیاکل اور اصنام بناکر انکی پرستش کرتے تھے اور اونکو یقین تھا کہ انکی رضامندی و خوشنودی فائدہ بخش اور انکی ناراضی مضرت رسان ہے مگر کسی وجود غیر مرئی کو یا کسی کو اجرام سماوی میں سے صرف مدبر عالم خیال کرنا خواہ وہ خیال صحیح ہو یا غلط کفر و شرک نہیں ہوسکتا بلکہ کفر و شرک اُسوقت ہوتا ہے جبکہ اُس میں قدرت نفع و نقصان پہونچانے کی مانی جاوے یعنی یہہ سمجھا جاوے کہ اُس میں قدرت ہے کہ جب چاہے نفع پہونچاوے جب چاہے نقصان اور اسی خیال سے اُسکی پرستش کی جاوے مثلاً مسلمانوں کا یہہ خیال کہ مینہہ کے برسانے والے فرشتے بادلوں پر متعین ہیں اور مینہہ برساتے پھرتے ہیں یا یہہ خیال کہ آفتاب فصول اربع کا باعث اور روئیدگی اور پھولوں اور پھلوں کا مدبر ہے نہ کفر ہے نہ شرک ہے لیکن جب آفتاب کی یا میگھہ راجہ کی نسبت یہ اعتقاد کیا جاوے کہ انکو مینہہ برسانے یا نہ برسانے اور میوہ پکانے یا نہ پکانے کا اختیار ہے اور انکی رضامندی اُسکے لئے مفید اور ناراضی مضرت رسان ہے اور اس خیال پر انکی پرستش کیجاوے تو وہ بلاشبہہ شرک و کفر ہے۔ تارح کے خاندان میں زیادہ تر اجرام علوی کے اصنام کی پرستش ہوتی تھی اسی وجہ سے حضرت ابراہیم کا خیال ستارے اور چاند اور سورج پر رب یعنی مدبرات میں سے ہونیکا گیا نہ الہ ہونیکا اور اُسکو بھی خدا کی ہدایت سے جو فطرت انبیاء میں ہے قرار نہ ہوا پس صرف یہ خیال شرک و کفر نہ تھا اور حضرت ابراہیم نے اُن میں سے کسی کی پرستش نہیں کی نہ اُن میں جب چاہیں نفع اور جب چاہیں مضرت پہونچانے کی قدرت یقین کی اس لئے کسیطرح اُنکا اس معصیت میں مبتلا ہونا لازم نہیں آتا۔

اس بیان کی تشریح بعد کی آیتوں سے بخوبی ہوتی ہے جہاں حضرت ابراہیم نے فرمایا ہے کہ "میں نہیں ڈرتا اُس سے جسکو تم خدا کی ساتھ شریک کرتے ہو" پھر فرمایا ہے کہ کیونکر میں ڈروں اُس سے جسکو تم شریک کرتے ہو" یہ اقوال صاف اس بات پر دال ہیں کہ جنکی نسبت حضرت ابراہیم نے ربی کہا تھا اُنکو مالک اور قادر نفع و نقصان پہونچانے پر نہیں مانا تھا۔

پانچویں یہہ کہ اس آیت میں جو الفاظ "لیکون من الموقنین" ہیں زیادہ تر غور کے لایق ہیں خدا تعالی نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم کو ملکوت السموات والارض اس لئے دکھائیں تاکہ یقین کرنیوالوں میں ہو۔ ہم اُن لوگوں کو جو بہ تقلید آبائی یا بہ اطاعت کسی کے قول کے خدا پر یقین رکھتے ہیں مومن پاک جانتے

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۚ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۚ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا ۚ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٠﴾

ہیں مگر جو لوگ کہ بعد غور و فکر کے اور خدا کی قدرتوں اور صنعتوں پر غور و فکر کر کے خدا پر یقین لاتے ہیں وہ نہایت اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جنکا یقین پورا کامل یقین ہوتا ہے اور کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا اسی سبب سے خدا نے حضرت ابراہیم کو ملکوت السموٰت والارض دکھانیکا مقصد یہ تبلایا کہ "لیکون من الموقنین"۔

ہمارا یہ یقین و تجربہ ہے کہ انسان کو جسقدر علم فطرت۔ قوانین قدرت۔ علم السماء والافلاک۔ بڑھتا جاتا ہے اور نیچرل سینز یعنی علوم طبیعات حقہ میں جسقدر اسکی واقفیت اور مہارت زیادہ ہوتی جاتی ہے اُسیقدر اُسکو خدا کے وجود کا یقین اور اُسکی قدرت و عظمت اور شان الوہیت اور استحقاق معبودیت کا دل میں زیادہ نقش ہوتا جاتا ہے وللہ در من قال۔

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھلاتے تھے بادشاہت آسمانونکی اور زمین کی تاکہ وہ ہووے یقین کرنے والوں میں سے (۷۵) پھر جب اُسپر رات چھا گئی اُس نے ایک تاریکو دیکھا کہا یہ ہے میرا پروردگار پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں دوست نہیں رکھتا ڈوب جانی والون کو (۷۶) پھر جب دیکھا چاند کو چمکتا ہوا کہا یہ ہے میرا پروردگار پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا کہ اگر میرا رب مجھکو ہدایت نہ کریگا تو بیشک میں گمراہوں کے گروہ میں سے ہو جاؤں گا (۷۷) پھر جب دیکھا سورج کو چمکتا ہوا کہا یہ ہے میرا پروردگار یہہ ہے سب سے بڑا پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے میری قوم میں بیشک بیزار ہوں اُس سے جو تم شرک کرتے ہو (۷۸) بیشک میں نے متوجہ کیا اپنے مونھ کو اُسکی طرف جس نے پیدا کیا آسمانون کو اور زمین کو دلی یقین سے اور میں نہیں ہوں شرک کرنیوالوں میں سے (۷۹) اور حجت کی اُس سے اُسکی قوم نے اُس نے کہا کہ کیا تم حجت کرتے ہو میرے ساتھ اللہ میں اور بیشک اُسنے مجھکو ہدایت کی ہے اور میں نہیں ڈرتا اُس سے جسکو تم اُسکے ساتھ شریک کرتے ہو مگر یہہ کہ اگر چاہے میرا خدا کسی امر کو پھیلا ہوا ہے میرے پروردگار کا علم ہر چیز پر پھر کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے (۸۰)

	ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار		برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	

بس یہی قوانین قدرت لاآف نیچر تھے جو زبان شرع میں ملکوت السمٰوٰت والارض سے تعبیر کئے گئے ہیں اور جنکو خدا نے حضرت ابراہیم کو دکھایا تھا یایوں کہو کہ سمجھایا تھا اور جسکی بدولت اُنہوں نے ''لیکون من الموقنین'' کا خطاب پایا۔

چھٹے یہہ کہ یہہ مباحثہ حضرت ابراہیم کا جو قرآن میں مذکور ہے توریت میں نہیں ہے توریت میں کسی واقعہ کا نہونا اسکے عدم وقوع کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ
مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۚ فَأَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۚ إِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ
أُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ
إِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۚ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ
عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا
مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَأَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ
وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى
وَعِيْسٰى وَإِلْيَاسَ ۚ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَإِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَ
يُوْنُسَ وَلُوْطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ
وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ إِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

اور کیونکر میں ڈروں اُس سے جسکو تم شریک کرتے ہو اور تم نہیں ڈرتے اس سے کہ شریک
کرتے ہو اللہ کے ساتھ اُسکو جسکے لیے کوئی دلیل تم پر اوتاری نہیں گئی ہے پھر دونوں
فریقوں میں سے کون زیادہ امن کا مستحق ہے اگر تم جانتے ہو ⑧١ وہ لوگ ہیں جو
ایمان لائے ہیں اور اُنھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (یعنی شرک) میں نہیں ملایا ہے
وہی لوگ ہیں کہ اُنکے لیے امن ہے اور وہ ہی ہدایت پائے ہوئے
ہیں ⑧٢ اور یہہ ہماری دلیلیں ہیں ہمنے اُن کو ابراہیم کو اُسکی قوم پر کرنے کو
دی تھیں ہم بلند کر دیتے ہیں درجے جس کے چاہتے ہیں بے شک تیرا
پروردگار حکمت والا ہے جاننے والا ⑧٣ اور ہم نے اسکو عطا کیا اسحق اور یعقوب ایک ہر
کو ہمنے ہدایت کی اور نوح کو ہم نے اُس سے پہلے ہدایت کی اور اُسکی (یعنی ابراہیم کی) اولاد
میں سے ہیں داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسٰی اور ہارون اسی طرح ہم
جزا دیتے ہیں نیکی کرنیوالوں کو ⑧۴ اور زکریا اور یحیٰی اور عیسٰی اور الیاس ہر ایک نیک
لوگوں میں سے تھے ⑧۵ اور اسمٰعیل اور یسیع اور یونس اور لوط ہر ایک کو ہمنے بزرگی
دی عالموں پر ⑧۶ اور اُنکے باپوں اور اُنکی اولادوں اور اُنکے بھائیوں میں سے ہم نے
اُنکو برگزیدہ کیا اور ہم نے اُنکو سیدھے رستے کی طرف ہدایت کی ⑧۷ یہ ہے اللہ کی ہدایت
ہدایت کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے' اور اگر وہ شرک کرتے تو بیشک
ملیا میٹ ہو جاتا اُن سے جو کچھ کہ اُنھوں نے کیا تھا ⑧۸ یہہ وہ لوگ ہیں کہ
اُن کو ہم نے دی ہے

الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا

بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ

عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ

حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ

اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ

تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ

يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ

بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِيْنَ

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ

يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَوْ

تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا

اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا

کتاب اور حکمت اور نبوت پھر اگر یہہ لوگ اُسکے ساتھ کفر کریں تو بیشک ہم نے اُس کے
لئے مقرر کیا ہے اور قوم کو کہ اُسکے ساتھ کفر کرنیوالے نہیں ہیں (۸۹) یہہ وہ لوگ ہیں
جنکو اللہ نے ہدایت کی ہی پھر اُنھی کی ہدایت کی پیروی کر۔ کہدے (لوگوں سے) کہ میں
تم سے اُس پر کچھ صلہ نہیں مانگتا یہہ نہیں ہے مگر نصیحت عالمون کیلئے (۹۰) اور نہیں
قدر کی اللہ کی جیسا حق اُسکی قدر کرنیکا تھا جب اُنھوں نے کہا کہ نہیں اُتاری ہی
اللہ نے کسی بندے پر کوئی چیز۔ کہدے کہ کس نے وہ کتاب اُتاری ہی جسکو موسیٰ
لایا ہے نور اور ہدایت لوگوں کیلئے تم اُسکو کرتے ورق ورق اُنکو دکھاتے ہو اور بہت سے کو
چھپاتے ہو اور تمکو سکھایا گیا ہے جو تم نہیں جانتے تھے تم اور نہ تمہارے باپ
کہدے اللہ نے۔ پھر اُنکو چھوڑدے اُنکی بیہودہ بحثوں میں کھیل کرتے (۹۱) اور یہ کتاب
ہے کہ اسکو ہمنے اُتارا ہے برکت والی سچا بتانے والی اُس چیز کی جو اُسکے ہاتھوں میں (یعنی
اُسکے آگے) ہی تاکہ تو مکہ والوںکو اور جو اُسکے گرد ہیں ڈراوے۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں
آخرت پر بیشک ایمان لاتے ہیں اُس پر (یعنی ہذا کتاب پر یعنی قرآن پر) اور وہ اپنی
نماز کی محافظت کرتے ہیں (۹۲) اور کون اُس شخص سے زیادہ ظالم ہی جس نے بہتان
باندھا اللہ پر جھوٹا۔ یا اُس نے کہا کہ وحی بھیجی گئی ہے میرے پاس اور حقیقت
میں اُس کے پاس کچھ وحی نہیں بھیجی گئی اور اُس شخص سے جس نے کہا کہ اب میں اُتارونگا
مثل اُس کے جو اللہ نے اُتارا ہے اور اگر تو دیکھے ظالموں کو جب کہ وہ موت کی
سختیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائی ہوئے ہوں کہ نکالو

اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ
جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا
خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ
زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ
مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ
الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى
تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ
فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ
نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ

اپنی جانیں آج کے دن تمکو بدلا دیا جاویگا رسوا کرنیوالی عذاب کا بسبب اسکے جو تم کہتے
تھے اللہ پر ناحق اور تم اُسکی نشانیوں سی سرکشی کرتے تھے (۹۳) اور بیشک تم آئے ہو
ہماری پاس اکیلے جیسا کہ ہم نے تم کو اول دفعہ پیدا کیا تھا اور تم نے چھوڑ دیا جو کچھ ہمنے
تمکو دیا تھا اپنے پیٹھوں کے پیچھے اور ہم نہیں دیکھتے تمھارے ساتھ تمھاری شفاعت
کرنیوالے جنکو تم نے خیال کیا تھا کہ بیشک وہ تم میں (یعنی تمھاری بھلائی میں خدا
کے ساتھ) شریک ہیں بیشک کٹ گیا تم میں کا علاقہ اور کھو گیا تم سے جسپر تم
گھمنڈ رکھتے تھے (۹۴) بیشک اللہ پھاڑ کر اوگانیوالا ہے بیجوں اور گٹھلیوں کا-
نکالتا ہے زندہ کو (یعنی ہرے لہلہاتے درخت قوت نامیہ سی بڑھنے والے کو) مردہ (یعنی
خشک بیج اور گٹھلی) سے اور نکالنے والا ہی مردہ کا (یعنی خشک دانی اور گٹھلی کا) زندہ (یعنی سبز
لہلہاتی قوت نامیہ رکھنیوالی درخت) سی یہ ہی اللہ پھر کہاں بھٹکے جاتی ہو (۹۵) پو کو پھاڑنیوالا ہی (یعنی
رات کو پھاڑ کر سفیدہ صبح کو نکالنی والا ہی) اور بنایا ہی رات کو آرام کیلئے اور سورج اور چاند کو حساب کیلئے
یہ مقرر کیا ہوا ہے زبردست جاننے والے کا (یعنی خدا کا) (۹۶) وہ وہ ہے جس نے تمھارے
لئے ستاروں کو بنایا ہے تاکہ تم اُن سے رستہ پاؤ جنگل اور سمندر کے اندھیروں میں بیشک
ہم نے بہ تفصیل نشانیاں بیان کی ہیں اُن لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں (۹۷) اور وہ وہ
ہے جس نے پیدا کیا تمکو ایک جان سے پھر تمھارے لئے ٹھیرنے کی جگہ ہے اور جای امانت
بیشک ہم نے بہ تفصیل نشانیاں بیان کی ہیں اُن لوگوں کیلئے جو سمجھتی ہیں (۹۸) اور وہ وہ ہی جس نے
آسمان سی پانی برسایا ہی پھر ہمنے اُس سی ہر چیز کے پودی نکالی پھر ہمنی اُس سی نکالی ہری (پودی) انمیں سی ہم نکالتے

حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ
مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ
اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا
لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ
لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾
ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ
يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ جَآءَكُمْ
بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا
وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَ
لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَآ
اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

ہیں دانے گھچا گچ اور کھجور کے درخت کے گابھے میں سے خوشے لٹکتے ہوئے اور باغ
انگور اور زیتون اور انار کے جو ایک سے بھی ہیں اور ایک سے بھی نہیں، دیکھو اُسکے
پھل کو جب پھلے اور اُسکے پکنے کو بیشک اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کیلئے
جو ایمان لائے ہیں (۹۹) اور اُنھوں نے ٹھیرایا ہے اللہ کے لئے ساجھی جنوں کو حالانکہ
(خدانے) اُنکو پیدا کیا ہے اور بہتان بندی کی ہے اُسپر بیٹوں اور بیٹیوں کی بغیر
جاننے کے وہ پاک ہے اُس سے جو وہ بیان کرتے ہیں (۱۰۰) پیدا کرنیوالا ہے
آسمانوں اور زمین کا کہاں سے ہو اُسکے لئے بیٹا اور نہیں ہے اُسکے لئے کوئی جوڑا
(خدانے) پیدا کیا ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (۱۰۱) یہہ ہے اللہ پروردگار
تمہارا نہیں ہے کوئی خدا مگر وہ پیدا کرنیوالا ہر چیز کا پھر اُسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز
پر نگہبان ہے (۱۰۲) نہیں پاتیں اُسکو نظریں اور وہ پالیتا ہے نظروں کو اور وہ ہی
مہربان خبر رکھنے والا (۱۰۳) بیشک آئی ہیں تمہارے پاس دلیلیں تمہارے پروردگار
سے پھر جس نے اُنکو دیکھا تو اپنے (فائدہ کے) لئے اور جو کوئی اُن سے اندھا ہوا تو اُس
کا (نقصان) اُسی پر ہے اور ہم نہیں ہیں تم پر نگہبان (۱۰۴) اور اسیطرح ہم طرح طرح
پر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو اور تاکہ وہ کہیں کہ تو نے سیکھ لیا ہے (البصائر کو یعنی
دلیلونکو اپنے پروردگار سے) اور تاکہ ہم اُسکو بیان کریں اُن لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں (۱۰۵)
تابعداری کر اُسکی جو وحی کی گئی ہے تجھکو تیرے پروردگار سے نہیں ہے کوئی
خدا مگر وہ اور مونہہ پھیر لے مشرکوں سے (۱۰۶)

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ وَ

اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۭ

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا

يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٩﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا

بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١٠﴾ وَلَوْ اَنَّنَا

نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ

قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ

الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ

غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١١٢﴾

وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

اور اگر خدا چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تجھکو نہیں کیا ہی اُنپر نگہبان اور نہیں ہے
تو اُنپر تعینات (۱۰۷) اور مت گالی دو اُن لوگوں کو جو پکارتے ہیں (اور کسی کو) اللہ
کے سوا پھر وہ اللہ کو گالی دینگے بے سمجھے اسیطرح ہمنے اچھا کر دکھایا ہے ہر گروہ
کے لئے اُنکے عمل کو پھر اُنکے پروردگار کے پاس اُنکو جانا ہے پھر اُنکو خبر دیجاویگی
اُسکی جو وہ کرتے تھے (۱۰۸) اور اُنھوں نے قسمین کہائین اللہ کی اپنی نہایت سخت
قسمین کہ اگر اُنکے پاس نشانی آوے تو اُسپر ایمان لاوینگے، کہدے کہ اسکے سوا کچھ نہیں
ہے کہ نشانیان اللہ کے پاس ہیں اور (اے مسلمانوں) کیا تم نہیں جانتے کہ بیشک
جب وہ (یعنی نشانیاں) آوینگی تو وہ ایمان نہیں لاتینگے (۱۰۹) اور ہم اُلٹ دینگے اُنکے
دلونکو اور اُنکی نگاہوں کو جسطرح کہ وہ اسپر ایمان نہیں لائے پہلی دفعہ اور ہم اُنکو چھوڑ
دینگے اُنکی گمراہی میں بھٹکتے ہوے (۱۱۰) اور اگر ہم بے شبہہ اُنپر فرشتے اوتارتے اور مردے
اُنسے باتین کرتے اور ہم اُنکے پاس ہر چیز کو آمنے سامنے اکھٹا کر دیتے تو بھی یہ نہ ہوتا کہ وہ
ایمان لاتے مگر یہ کہ چاہے اللہ ولیکن اُن میں کے اکثر جاہل ہیں (۱۱۱) اور اسی طرح ہمنے
کیا ہے ہر نبی کے لئے دشمن انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو اُنھیں کے بعضے
بعضوں کے دلوں میں چکنی چپڑی باتیں ڈالتے ہیں فریب دینے کو اور اگر تیرا پروردگار
چاہتا تو وہ اُسکو نہ کرتے پھر چھوڑ دے اُنکو اور اُسکو جو کچھ کہ وہ بہتان بندی کرتے
ہیں (۱۱۲) اور تاکہ اُسکی طرف جھک جاوین اُن لوگوں کے دل جو ایمان
نہیں لائے آخرت پر

وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُم مُّقْتَرِفُونَ ﴿۱۱۳﴾ أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِي
حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا وَّالَّذِينَ
اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ
مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمٰتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا
مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۱۵﴾ وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن
فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ
وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿۱۱۶﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن
سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ
عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِاٰيٰتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا
ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا
اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَآئِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ
إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوا ظٰهِرَ الْإِثْمِ
وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿۱۲۰﴾
وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيٰطِينَ

اور تاکہ وہ اُسکو پسند کرلیں اور تاکہ وہ کرلیویں جو کچھ کہ وہ کرنیوالی ہیں (۱۱۳) پھر کیا اللہ کے سوا
میں (اور کسیکو) حکم کرنیوالا پسند کروں اور وہ وہی جس نے تمہارے پاس مفصل کتاب (یعنی
قرآن) اُتاری اور وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب (یعنی توریت) دی ہی جانتے ہیں کہ بیشک وہ
(یعنی قرآن) اُتارا ہوا ہے تیرے پروردگار سے بالتحقیق پھر تو مت ہو شک کرنیوالوں میں
(اس بات میں کہ اُنکو یعنی اہل کتاب کو قرآن کے خدا کی طرف سے ہونے میں شک ہی) (۱۱۴)
اور تمام ہوئی بات تیرے پروردگار کی سچائی اور انصاف سے کوئی بدلنے والا نہیں ہے
اُسکی باتوں کو اور وہ سننے والا ہے جاننے والا (۱۱۵) اور اگر تو تابعداری کرے اکثروں کی
جو زمین (یعنی دنیا) میں ہیں تو تجھکو بھٹکا دینگے اللہ کی راہ سے وہ پیروی نہیں کرتے بجز گمان
کی اور وہ نہیں ہیں مگر اٹکل پچو کہنے والے (۱۱۶) بیشک تیرا پروردگار وہ خوب جانتا
ہے کہ کون بھٹک رہا ہے اُسکی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے
ہدایت پائے ہوؤں کو (۱۱۷) پھر کھاؤ اُسکو جسپر خدا کا نام لیا گیا ہے (یہودی قربانی سوختنی
کو نہیں کھاتے تھے بلکہ آگ میں جلا دیتے تھے) اگر تم ہو اُسکی نشانیوں پر ایمان لانیوالے (۱۱۸)
اور کیا ہوا ہے تمکو کہ نہیں کھاتے اُسکو جسپر خدا کا نام لیا گیا ہے حالانکہ بیشک مفصل
بیان کردیا ہے (خدا نے) تمھارے لئے جو چیز کہ تمپر حرام ہے مگر وہ کہ جسپر (یعنی جسکے کھانے پر
تم لاچار ہو (یعنی بحالت گرسنگی شدید) اور بیشک بہت سے البتہ گمراہی کرتے ہیں بسبب اپنی
ہوائے نفسانی کے بغیر جاننے کے بیشک تیرا خدا وہ خوب جانتا ہی زیادتی کرنے والونکو (۱۱۹)
اور چھوڑ دو ظاہر کے گناہ اور باطن کے گناہ بیشک جو لوگ گناہ کماتے ہیں جلد بدلا دیئے
جاوینگے اُسکا جو وہ کرتے تھے (۱۲۰) اور مت کھاؤ جسپر خدا کا نام نہیں لیا گیا اور بیشک وہ
(یعنی اُسکا کھانا) برا کام ہے اور بیشک شیطان

لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿۱۲۱﴾ أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا يَمْشِى بِهِۦ فِى ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِى ٱلظُّلُمَٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَٰفِرِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِى كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَٰبِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا۟ فِيهَا ۖ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۲۳﴾ وَإِذَا جَآءَتْهُمْ ءَايَةٌ قَالُوا۟ لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَآ أُوتِىَ رُسُلُ ٱللَّهِ ۘ ٱللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُۥ ۗ سَيُصِيبُ ٱلَّذِينَ أَجْرَمُوا۟

(۱۲۴) (مثل ما اوتی رسل اللہ) کافروں کے اس قول پر کہ "ہم ہرگز ایمان نہیں لاوینگے جب تک ہمکو اُس کے مثل نہ دیا جاوے جیسا کہ اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے" حسن اور ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے کافروں کی یہ مراد تھی کہ جب تک ہمکو ویسے ہی معجزے نہ دکھائے جاویں جیسے کہ انبیاء سابقین نے دکھائے تھے اُسوقت تک ہم ایمان نہیں لاوینگے مگر امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ یہ قول ضعیف ہے قول قوی وہ ہے جو محققین نے لکھا ہے یعنی کافر چاہتے تھے کہ آنحضرت صلعم جو خدا کی طرف سے پیغمبر ہونیکا دعوی کرتے ہیں جب تک ہمارے پاس بھی خدا کی طرف سے کوئی پیغام نہ آوے ہم ہرگز ایمان نہیں لاوینگے اُسی کے جواب میں خدا نے فرمایا۔ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" یعنی خدا کی طرف سے پیغام آنا تو نبوت ہی ہے کسی کو نبوت نہیں مل سکتی بلکہ خدا خوب جانتا ہے کہ کس کو نبوت دے (حیث یجعل رسالتہ) یہ بھی ایک دقیق مسئلہ ہے ہم نے جا بجا بیان کیا ہے کہ نبوت بطور ایک ایسے

اپنے دوستوں کے (دل میں) وسوسے ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم اُنکی تابعداری کرو تو بیشک تم مشرک ہو گے (۱۲۱) کیا وہ شخص جو مردہ (یعنی کافر) تھا پھر ہم نے اُسکو زندہ (یعنی ایمان والا) کیا اور ہم نے اُسکے لئے نور پیدا کیا کہ اُسکے ساتھ لوگوں میں چلتا ہے اُس شخص کی مانند ہو جسکی مثال ایسی ہے کہ اندھیروں میں پڑا ہی اور اُن سے نکلنے والا نہیں، اسی طرح اچھا کر دکھایا گیا ہے کافروں کیلئے جو کچھ کہ وہ کرتی تھے (۱۲۲) اور اسیطرح ہم نے ہر گانوں میں اُسکے بدکاروں کو سردار کر دیا ہے تاکہ وہ اُس میں مکر کریں اور وہ مکر نہیں کرتے مگر آپ اپنے ساتھ اور نہیں جانتے (۱۲۳) اور جبکہ اُنکے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لانیکے جب تک ہمکو اُسکے مثل نہ دیا جاوے جیسا کہ اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے، اللہ خوب جانتا ہی کہ کس جگہ رکھے اپنی پیغمبری کو، نہ قریب ہی کہ پہونچیگی اُن لوگوں کو جو گناہ کرتے ہیں

منصب کے نہیں ہے جیسے کہ کوئی بادشاہ کسی کو کوئی منصب دی دیدیتا ہے بلکہ نبوت ایک فطری امر ہے اور جسکی فطرت میں خدا نے ملکہ نبوت رکھا ہے وہی نبی ہوتا ہے اور اس بات کو ہم نہیں مانتے کہ سب انسان ایک سے ہوتے ہیں اور اُن میں سے جس کو خدا چاہتا ہے نبی اور پیغمبر کر دیتا ہے۔

یہ تحقیق کچھ ہماری پیدا کی ہوئی نہیں ہے بلکہ اسباب میں قدیم سے علما کی دو رائیں ہیں بعض علما کی یہہ رای ہے کہ سب انسان برابر ہیں اُن میں سے اللہ جسکو چاہتا ہے درجہ نبوت دیدیتا ہے۔ اور بعض علما کی یہہ رائے ہے کہ نبی از روے فطرت و خلقت کے نبی ہوتا ہے چنانچہ اسی آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں یہ دونوں قول نقل کئے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی اس مقام پر اُن دونوں قولوں کو نقل کر دین وہ لکھتے ہیں کہ یہہ بات جاننی چاہیے کہ

واعلم ان الناس اختلفوا فی ھذہ المسئلة فقال بعضهم النفوس و الارواح متساویة فی تمام الماهیة فحصول النبوة والرسالة لبعضها دون البعض تشریف من الله و احسان و تفضل۔ وقال الاخرون

صَغَارٌ عِندَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٤﴾
فَمَن يُرِدِ اللّٰهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَن
يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ
فِي السَّمَاءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٥﴾
وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا قَدْ فَصَّلْنَا الْآيٰتِ لِقَوْمٍ
يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِندَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُم بِمَا
كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٧﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ

بل النفوس البشرية مختلفة بجواهرها
وماهياتها فبعضها خيرة ظاهرة
من علائق الجسمانيات مشرقة
بالانوار الالهية مستعلية منورة
وبعضها خسيسة كدرة محبة
للجسمانيات فالنفس ما لم تكن
من القسم الاول لم تصلح لقبول
الوحي والرسالة ثم ان القسم الاول
يقع الاختلاف فيه بالزيادة و
النقصان والقوة والضعف الى
مراتب لا نهاية لها فلا جرم كانت
مراتب الرسل مختلفة فمنهم من
حصلت له المعجزات القوية و
لتبع القليل ومنهم من حصلت
له معجزة واحدة او اثنان وحصل
له تبع عظيم ومنهم من كان

اس مسئلہ میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ نفوس
اور ارواح تمام ماہیت میں سب برابر ہیں پس نبوت اور رسالۃ کا ایک کو
ملنا اور دوسرے کو نہ ملنا خدا کی طرف سے شرف دینا اور احسان کرنا اور بزرگی دینا
ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ نفوس بشری اپنے جوہر اور اپنی ماہیت
میں مختلف ہیں بعضے اُن میں سے برگزیدہ اور علائق جسمانیات سے
پاک اور انوار الٰہیہ سے روشن اور بلند درجہ پر منور ہوتے ہیں۔ اور
بعضے انہیں سے خسیس اور گدلے جسمانیات سے محبت کرنیوالے
ہوتے ہیں پس نفس جب تک کہ قسم اول سے نہو وہ وحی اور رسالت کے
قبول کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ پھر قسم اول میں زیادتی اور کمی
اور قوت اور ضعف کے اُن درجوں تک جنکی کچھ انتہا نہیں ہے اختلاف
واقع ہوتا ہے اور اسی وجہ سے رسولوں کے درجے مختلف ہوتے ہیں

ذلت خدا کے نزدیک اور سخت عذاب بسبب اُس کے جو وہ مکر کرتے تھے (۱۲۴) پھر جسکو خدا چاہتا ہے کہ اُسکو ہدایت کرے کھول دیتا ہے اُس کے دل کو اسلام کے لئے اور جسکو چاہتا ہے کہ اُسکو گمراہ کرے اُس کے دل کو تنگ اور رُدق کر دیتا ہے گویا کہ وہ آسمانوں میں چڑھا جاتا ہے اسی طرح اللہ بُرائی ڈالتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے (۱۲۵) اور یہ ہے تیرے پروردگار کا سیدھا رستہ بیشک ہم نے مفصل بیان کر دی ہیں نشانیاں اُن لوگوں کے لئے جو نصیحت پکڑتے ہیں (۱۲۶) اُنکے لئے اُنکے پروردگار کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور وہ اُن کا دوست ہے بسبب اُسکے جو وہ کرتے تھے (۱۲۷) اور جس دن (خدا) اُن سب کو اکھٹا کریگا (کہیگا) اے گروہ جنوں کے البتہ

الرفق غالبا علیہ ومنھم من کان التشدید غالبا علیہ (تفسیر کبیر)	پھر اُن میں سے بعضے ہیں جن کو معجزات قویہ حاصل ہوتے ہیں اور

اُنکے پیرو بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور بعض اُن میں سے وہ ہوتے ہیں جنکو ایک یا دو معجزے حاصل ہوتے ہیں اور اُنکے پیرو بہت سے ہوجاتے ہیں اور اُنمیں سے بعضوں پر نرمی غالب ہوتی ہے اور اُن میں سے بعضوں پر تشدد غالب ہوتا ہے"

گو اس تقریر میں ماہیت نفوس بشری میں تفرقہ کرنا شاید غلطی ہو خصوصاً اُن لوگوں کی رائے میں جو تمام نفوس حیوانی کی ماہیت کو متحد مانتے ہیں اور تفاوت مدارج کا اُسکی صورت نوعیہ پر قرار دیتے ہیں جس سے وہ نفس متعلق ہے تاہم حاصل اس تقریر کا جو امام صاحب نے لکھی ہے یہی ہے کہ انبیا میں از روے خلقت و پیدایش و فطرت کے ایک ایسی چیز ہوتی ہے جسکے سبب سے وہ نبی ہوتے ہیں اس لئے خدا نے فرمایا کہ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" غرضکہ اس مطلب کو امام صاحب نے کسی تقریر سے بیان کیا ہو اور ہمنے کسی تقریر سے مطلب دونوں کا متحد ہوجاتا ہے اگر فرق رہتا ہے تو اسقدر رہتا ہے کہ ہمارے نزدیک جو ملکہ نبوت فطرت میں رکھا گیا ہے وہ اپنے وقت معین پر اسیطرح ظہور کرتا ہے جسطرح درخت میں سے پھول پھل اپنے وقت میں اُسکے قوی ہوجانیکے بعد پیدا ہوتے ہیں جو بعثت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور امام صاحب

اَسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا
بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (۱۲۸) وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ
بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۱۲۹) يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

کی تقریر کے مطابق باوصف فطرت کے موجود ہونیکے وہ فطرت رسالت دیئے جانیکی محتاج رہتی ہے اسی سبب سے ہم تو کہتے ہیں کہ النبی نبی فی بطن اُمہ اور امام صاحب یوں کہینگے کہ بعض الانسان قابل للنبوۃ فی بطن امہ اما ان یوتی اولا۔

شاہ ولی اللہ صاحب بھی تفہیمات میں اسی رائے کے موید معلوم ہوتے ہیں اُنھوں نے صاف لکھدیا ہو کہ یہہ رائے کہ نبوت محض خدا کا فضل ہے قرون اولی کی نہیں ہے چنانچہ شاہ صاحب کا قول یہ ہے کہ "نبوت

حقیقۃ النبوۃ ان یرید اللّٰہ بعبادہ اصلاحا فیتدلی الیھم بوجود یشبہ الوجود العرضی قایم برجل تم کی الفطرۃ تام الاخلاق تنبہ منہ اللطیفۃ الانسانیۃ لا یقال ذھب علماء اھل السنۃ الی ان نبوۃ محض فضل من اللّٰہ تعالے من غیر خصوصیۃ من العبد وانت تثبت لھم خصوصیۃ فی استعدادھم لانا نقول ھذا قول نشاء بعد القرون المشھود لھا بالخیر فان مدلول الکتاب والسنۃ وما اجمع علیہ السلف ھو ان الخصوصیۃ التی ترجع الی کثرۃ المال وصباحۃ الوجہ وغیر ذالک من الصفات التی یفتخر بھا العامۃ لا دخل لھا فی النبوۃ وکان الکفار یقولون اما کان اللّٰہ یجد رجلا لرسالۃ سوی یتیم ابی طالب لولا انزل القران علی رجل من القریتین عظیم فکشف اللّٰہ تعالی الشبہۃ واشبع فی الرد واما الصفات الباطنیۃ التی یتکلم فیھا فلا شبھۃ ان الانبیاء اتم الخلق فیھا واقواھم اخلاقا وازکاھم نفسا من الکرۃ للّٰہ

کی یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندونکی اصلاح کا ارادہ کرے اور اُنکی طرف ایک خاص توجہ اور عنایت مایل کرے (تدلی کے لغوی معنی ہیں ڈول کا کنوئیں میں لٹکانا) بسبب وجود کے جو قایم ہو ایک انسان کامل اور پاک طینت عمدہ خصلت میں جس کا لطیفہ انسانی بیدار اور خبردار ہو، یہ شبہہ نہ کیا جاوے کہ سب علما اسلامیہ کا یہ قول ہو کہ نبوت محض خدا کا فضل ہو بندہ کی خصوصیت کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور اس تمہاری تقریر سے اُنکے لئے ایک خصوصیت استعداد کی ثابت ہوتی ہو اسلئے کہ ہم یہہ کہتے ہیں کہ یہہ قول بہت

تم نے بہت تابعدار کر لئے انسان میں سے کہینگے اُنکے دوست انسانوں میں سے اے ہمارے پروردگار ہم میں سے ایک نے دوسرے سے فائدہ اُٹھایا (یعنی اُنکو خدا نہیں مانا بلکہ فائدہ اُٹھانے کیلئے اُنکی پرستش کی) اور ہم پہونچ گئے اپنی میعاد کو جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی (خدا کہیگا کہ آگ تمہارے ٹھیرنے کی جگہ ہے ہمیشہ اُسی میں رہوگے (کیونکہ وہ شرک فی العبادت کرتے تھے اور اعتقاداً صفات بارے میں مشرک تھے) مگر جو چاہے اللہ بیشک تیرا پروردگار حکمت والا ہے جاننے والا (۱۲۸) اور اسیطرح ہم غالب کر دیتے ہیں بعض ظالموں کو بعض پر بسبب اُسکے جو وہ کماتے تھے (۱۲۹)
اے گروہ جن والانس کے

لا یستحق ان یتکلم به لبعده عن سیر الانبیاء راسا الا تری ان هرقل کیف قال وکذلك الانبیاء تبعث فی نسب قومها وبالجملة فللرسالة رکنان رکن قابلیته عن الرسول ورکن تدل وتدبیر من المرسل (التفہیمات)

بھیجے بعد انقضای قرون مشہود لہا بالخیر کے پیدا ہوا ہے کہ کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع سلف سے یہ ثابت ہے کہ خصوصیت کثرۃ مال اور خوبی

چہرہ کو (اور ایسی ہی اور صفات جنکو عام لوگ موجب فخر جانتے ہیں) نبوت میں کچھ دخل نہیں ہے کفار یہ کہا کرتے تھے کہ خدا کو اس ابو طالب کے یتیم کے سوا کوئی آدمی رسالت کے لئے نہ ملا کیوں نہ اُتارا گیا یہ قرآن اُن دونوں شہروں کے کسی بڑے آدمی پر خدا تعالیٰ نے اس شبہہ کو کھول دیا اور صاف طرح سے اُنکے قول کو رد کر دیا اور صفات باطنیہ جن میں ہم کلام کرتے ہیں وہ بلاشبہ انبیا میں بہت زیادہ تھیں انبیا سب خوبیوں کے پوری طرح سے جامع تھے اُنکے اخلاق بہت اچھے تھے وہ نہایت پاک ذات تھے جو اِسکا منکر ہے وہ کسی طرح اس لائق نہیں ہے کہ اُس سے کلام کیا جاوے کہ وہ انبیا کے خصائل اور خوبیوں سے بالکل دور ہے کیا نہیں معلوم ہے کہ ہرقل نے لکھا تھا کہ انبیا ایسے ہی ہوتے ہیں اپنی قوم کے عمدہ خاندان میں سے بھیجے جاتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ رسالت کے دو رکن ہیں ایک رکن استعداد اور قابلیت نبی کا اور دوسرا رکن توجہ اور عنایت اور تدبیر الٰہی کا۔
(۱۳۰) (یامعشر الجن والانس) اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دو گروہوں کو یعنی جن وانس کو مخاطب کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے یعنی تمہاری جنس میں سے رسول نہیں آئے۔ اِسپر مفسرین نے بحث کی ہے کہ آیا جنوں کی گروہ میں سے اُنکے لئے بھی پیغمبر رسول ہوئے تھے یا نہیں ضحاک کا قول ہے کہ جسطرح انسانوں میں انسان پیغمبر مبعوث

اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

ہوئی ہیں اسیطرح جنوں میں سے جن اُنکے لئے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور اکثر علما کا قول ہے کہ پیغمبر صرف انسان ہی ہوئے ہیں جنوں میں کوئی پیغمبر نہیں ہوا جنوں کے لئے بھی وہی انسان پیغمبر پیغمبر ہوتا ہے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ تمام علمائے اسلام نے جنوں کی جداگانہ ایسی ہی مخلوق قرار دی ہے جیسے کہ انسان کی مگر قرآن مجید سے جنوں کی ایسی مخلوق ہونیکا ثبوت نہیں ہے۔

جن اور جسقدر الفاظ اس مادہ سے بنے ہیں اُن سب کے معنی پوشیدہ مستور عن الاعین چھپے ہوئے غیر مرئی کے ہیں مشرکین عرب تمام اُن واقعات کو جنکے وقوع کے اسباب اُنکو معلوم نہ ہوتے تھے اور اکثر بیماریوں کو جنکا سبب وہ نہ جانتے تھے غیر معلوم یا غیر مرئی مؤثر کا اثر خیال کرتے تھے اور اُسکو لفظ جن سے تعبیر کرتے تھے اب بھی تمام جاہل آدمی بیمار پر آسیب یعنی جن بھوت کا اثر خیال کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کی کتاب پیدایش یعنی توریت میں جہاں تمام عالم کے پیدا ہونیکا ذکر ہے جنوں کی مخلوقات کے پیدا ہونیکا ذکر نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو ابتدائی زمانہ میں ایسی مخلوق کا کچھ خیال نہ تھا مگر مجوسیوں اور بت پرستوں میں تھا۔ جبکہ اُنہوں نے غیر مرئی مؤثر کو واقعات غیر معلوم السبب اور امراض غیر معلوم العلۃ کا فاعل سمجھا تھا تو یہہ بات لازم تھی کہ وہ اُنکے لئے کوئی صورت اور کسی قسم کا جسم تصور کریں اور اُن کو ذیعقل اور فاعل بالارادہ بھی سمجھیں اور اُن کو انسانوں سے بہت زیادہ قوی اور قوی ہیکل لنبا تڑنگا خیال کریں اور اُن سے ڈرتے رہیں اور اُنکی رضامندی و خوشنودی کیلیئے اُنکی پرستش کریں تاکہ اُنکی خفگی کے بدنتیجوں سے محفوظ رہیں اور اُنکی مہربانی سے فائدہ اوٹھاویں۔

غالبًا اس خیال کی ابتدا مجوسیوں سے ہوئی جو ابتدا ہی سے اہرمن و یزدان کے قائل تھے اُنھی سے یہودیوں میں اور عرب کے بت پرستوں میں پھیلی مشرکین عرب میں یہانتک اسکا یقین ہوگیا تھا کہ وہ یقین کرتے تھے کہ ہر ایک جنگل میں جن رہتے ہیں اور جب وہ سفر میں جاتے تھے یا شکار کے لئے کسی جنگل میں اُترتے تھے تو اُس جنگل یا میدان کے جنوں کے سردار سے پناہ مانگتے تھے تمام عرب میں یہہ خیال پھیلا ہوا تھا اور مسلمانوں میں بھی بطور ارث کے چلا آتا تھا اسلئے تمام مفسرین نے جہاں قرآن مجید میں لفظ جن یا جان یا اُسکے مثل آیا اُسکے معنی ویسے ہی بھوت کے سمجھے اور اُسی کے مناسب تفسیریں لکھدیں مگر اس بات پر غور نہیں کیا کہ قرآن مجید سے

کیا نہیں آئے تمہارے پاس رسول تم میں سے

کبھی ایسی صورت وشمایل مخلوق کے ہونیکا وجود پایا جاتا ہے یا نہیں۔

ہمارے پاس اس بات سے انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ سوائے موجودات مرئی اور محسوس کے کوئی اور ایسی مخلوق موجود نہو جو مرئی نہ ہو مگر کلام اس میں ہے کہ جس طرح جنونکی مخلوق کو مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے ایسی مخلوق کا وجود قرآن مجید سے ثابت نہیں۔

علماے اسلام جن کی تعریف میں بیان کرتے ہیں کہ "جسیم ناری حساس متحرک بالارادہ یتشکل باشکال مختلفۃ" اسی بنا پر عام مسلمان خیال کرتے ہیں کہ وہ ایک ہوائی آگ کے شعلہ سے پیدا ہوئے ہیں اُن میں مرد اور عورت دونوں ہیں وہ لڑکے اور لڑکیاں جنتے جناتے ہیں طرح طرح کی شکلوں میں بن جاتے ہیں انسانوں کے سروں پر آتے ہیں اُنکو تکلیف پہونچاتے ہیں اُن کو اوٹھا لے جاتے ہیں اُن کو مار ڈالتے ہیں انسانوں پر عاشق ہو جاتے ہیں اُنکو تازہ بتازہ میوے لا کر دیتے ہیں اور دکھائی نہیں دیتے مگر جب چاہیں اور جس شکل میں چاہیں اپنے تئیں دکھلا دیتے ہیں یعنی اپنے جسم میں دفعتاً ایسا مادہ پیدا کر لیتے ہیں کہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ آدمی کی صورت بنکر بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں عامل اُنکو آدمی بنا کر اپنے گھوڑے کا سائیس کر لیتے ہیں۔ مگر اس میں سے ایک بات بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں۔

مشرکین عرب جو جنوں کا یقین رکھتے تھے وہ اُنکو جنگلوں اور پہاڑوں میں انسانوں سے مخفی رہنے والی جانتے تھے اور شریر اور زبردست قوی ہیکل خیال کرتے تھے اور اس قسم کے انسانوں پر بھی جن کا اطلاق کرتے تھے۔ قرآن مجید میں بھی کہیں استعارتاً جن کا اطلاق شیطان مغوی للانسان پر ہوا ہے اور کہیں وحشی اور شریر انسانوں پر اور کہیں بطور الزام و خطابیات کے اُسی وجود خیالی پر جس کا مشرکین یقین کرتے تھے۔ مگر خطابیات کے طور پر بیان کرنے سے فی الواقع ویسی مخلوق کے ہونیکا ثبوت نہیں ہوتا۔

اس آیت میں جسکی تفسیر ہم لکھ رہے ہیں اور سورۃ سبا کی آیت میں خدا تعالیٰ نے مشرکین کو اُنھی کے خیال کے مطابق خطابیات کے طور پر جنوں کی پرستش کا الزام دیا ہے اس آیت سے پہلی آیتوں میں خدا تعالیٰ نے انسانوں کا جو اُس کی ہدایت سے سیدھی راہ پاتے ہیں اور جو سیدھی راہ سے گمراہ ہوتے ہیں ذکر کیا ہے جہاں فرمایا ہے۔

ویوم یحشرھم جمیعا ثم نقول للملٰئکۃ اھؤلاء ایاکم کانوا یعبدون قالوا سبحانک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون الجن اکثرھم بہ مومنون (سبا ۳۹ و ۴۰)

یقصّون علیکم اٰیٰتی

فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہٗ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السمآء" پھر انہی دونوں گروہوں کو قیامت کے دن اکھٹا کرنا کہا ہے ان لفظوں سے کہ "یوم نحشرھم جمیعاً" ہم کی ضمیر اُنہی دونوں گروہوں کی طرف راجع ہے اور جنوں کی پرستش کا کچھہ ذکر نہیں ہے دفعتاً فرمایا "یامعشر الجن قد استکثرتم من الانس" یہہ صاف قرینہ اس بات کا ہے کہ یہ جملہ خطابیات کے طور پر مشرکین کے الزام دینے کو اُن کے خیالی معبودون کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم نے اپنے بہت سے پیرو کر لیئے ہیں۔ اس خطاب کا جواب جنوں کی طرف سے کچھ نہیں دیا بلکہ مشرکین جو عقیدہ جنوں کی پرستش کی نسبت رکھتے تھے اُسکو بیان کیا ہے کہ ہم تو ایک دوسرے سے نفع اوٹھانے کی غرض سے اُنکی پرستش کرتے تھے اور شریک ذات باری نہیں جانتے تھے۔ اُس پر خدا نے یہ فیصلہ کیا کہ "النار مثواکم" یعنی تمہاری جگہہ آگ ہے۔ اور یہہ ایک نہایت موثر اور فصیح و بلیغ طرز تقریر ہے اس بات کے سمجھانیکو کہ خدا کے سوا دوسرے کی پرستش گو کہ اللہ اعتقاد کر کے نہو شرک اور باعث دخول نار ہے کیونکہ وہ بھی شرک فی العبادت اور شرک فی الصفات میں داخل ہے پس اسطرح سے جنوں کو مخاطب کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فی الواقع جنوں کی ایسی ہی مخلوق ہے جیسے کہ مشرکین عرب یقین کرتے تھے یا جس طرح کہ مسلمان عالموں نے لکھا ہے۔

سورہ سبا کی آیت میں دوسرا طرز تجاہل عارفانہ اختیار کیا ہے کیونکہ یہہ بات معلوم تھی کہ مشرکین جنوں کی پرستش کرتے تھے باوجود اس علم کے خدا فرشتوں سے جو مشرکین کے نزدیک بھی جنوں سے برتر تھے پوچھیگا کہ کیا مشرکین تمہاری پرستش کرتے تھے ملائکہ جواب دینگے کہ نہیں جنوں کی پرستش کرتے تھے جن کو ملائکہ سے مشرکین بھی کم درجہ کا سمجھتے تھے اور اس طرز بیان سے جنوں کی پرستش کی زیادہ تحقیر نکلتی ہے مگر کسیطرح جنوں کی ایسی مخلوق ہونیکا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ثبوت نہیں ہوتا۔

سورہ انعام میں ایک جگہہ خدا نے فرمایا ہے کہ مشرکین نے جنوں کو خدا کا شریک بنایا ہے حالانکہ اُن کو

> وجعلوا للہ شرکاء الجن وخلقھم وخرقوا لہ بنین وبنات بغیر علم سبحٰنہ وتعالیٰ عما یصفون (انعام - ۱۰۰)

یعنی مشرکین کو خدا نے پیدا کیا ہے ہم کی ضمیر جنکی طرف پھیری اسلیئے ٹھیک نہیں ہے کہ مشرکین جنوں کو غیر مخلوق نہیں سمجھتے تھے اور اس صورت میں وخلقھم کے لفظ سے کچھ معتدبہ فائدہ نہیں ہوتا اور مشرکین کیطرف ضمیر پھیرنے سے اس بات کے اثبات کا فائدہ ہے کہ خالق ہی مستحق عبادت ہے نہ کوئی مخلوق۔

بیان کرتے تھے تمھارے سامنے میری نشانیاں

اس آیت میں صرف مشرکین کے اعتقاد کا ذکر ہے مگر اِس سے نہ جنوں کی فی الواقع ایسی مخلوق ہونیکا ثبوت ہے جیسے کہ مشرکین اعتقاد کرتے تھے اور نہ خدا کے بیٹے اور بیٹیوں کے ہونیکا ثبوت ہے۔

سورہ اعراف میں خدا تعالیٰ نے ابلیس کا قول نقل کیا ہے کہ اُس نے آدم کو سجدہ نہ کرنے میں یہ کہا کہ میں اُس

وقال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین (اعراف-۱۱)

سے بہتر ہوں تو نے مجھکو آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے۔

خلق الانسان من صلصال کالفخار وخلق الجان من مارج من نار (الرحمن ۱۴-۱۵)

اور سورہ الرحمن میں فرمایا ہے کہ پیدا کیا انسان کو سڑی مٹی سے اور جان یعنی جن کو بھڑکتی آگ سے۔

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماء مسنون والجان خلقناہ من قبل من نار السموم (حجر-۲۶-۲۷)

اور سورہ حجر میں فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے سڑی مٹی سے اور جان یعنی جن کو آگ کی لو سے۔

اذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن ففسق عن امر ربہ (کہف-۴۸)

اور سورہ کہف میں فرمایا ہے کہ جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ جنوں میں سے یعنی سرکشوں میں سے تھا۔

ان آیتون کے بیان کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ ابلیس کی خلقت بھی نار سے بیان ہوئی ہے اور سورہ کہف میں ابلیس پر جن کا اطلاق ہوا ہے اور سورہ الرحمن اور سورہ حجر میں انسان کے پیدا کرنیکے ساتھ جو جان کے آگ سے پیدا کرنے کا ذکر ہے اُس سے وہی ابلیس مراد ہے مغوی للانسان اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ کوئی وجود خارج از انسان نہیں ہے اور اسلئے ان آیتوں سے جنوں کی کسی ایسی مخلوق پر جسکا یقین مشرکین کرتے تھے استدلال نہیں ہو سکتا انسان کے قوا میں سے اُس قوت کا جس پر شیطان کا اطلاق ہوا ہے آگ سے یا حرارت سے پیدا ہونا ایسا ٹھیک اور بالکل سچ ہے کہ اُس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا باقی جو امور ان آیتون سے متعلق ہیں اُنپر بحث اُس مقام پر کرینگے جہان اُنکی تفسیر لکھیں گے۔

حضرت سلیمان کے قصہ میں جن و شیاطین کا جو حضرت سلیمان کے ہان بہت سے کاموں پر معین تھے قرآن مجید میں ذکر آیا ہے سورہ سبا میں خدا نے فرمایا ہے کہ "جنوں میں سے وہ تھا جو حضرت

ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ (سبا-۱۱)

سلیمان کے سامنے اپنے رب (یعنی آقا) کے حکم سے کام کرتا تھا

وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا

اور جگہہ فرمایا ہے کہ جب حضرت سلیمان مرگئے (جنکی لاش کو لکڑی کے سہارے سے کھڑا کر دیا تھا) تو کسیکو

فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین (سبا - ۱۳)

خبر نہ ہوئی مگر جب دیمک نے عصا کو کھا لیا اور وہ گر پڑی تب جنوں نے جو بیت المقدس کی عمارت کا کام کر رہے تھے اُنکا مرنا جانا اور کہا کہ اگر ہمکو غیب کی بات معلوم ہوتی تو ہم اس سخت عذاب میں نہ ٹھیرے رہتے۔

ان آیتوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے یہہ حضرت سلیمان کے وقت کا اور بیت المقدس کی تعمیر ہونیکا ایک تاریخی واقعہ ہے اور تاریخ پر رجوع کرنے سے بخوبی معلوم ہو سکیگا کہ حضرت سلیمان کی سرکار میں عمارت کا اور جنگلوں میں سے لکڑی کاٹنے کا پتھر تراشنے کا جہاز چلانیکا کون کام کیا کرتے تھے۔ جو وہ ہوں اُنہی پر جن اور شیاطین کا اطلاق ہوا ہے۔

کتاب اول سلاطین باب پنجم سے پایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان نے حیرام صور کے بادشاہ سے صیدونی قوم کے آدمی جنگل میں سے لکڑی کاٹنے کو مانگے تھے مقام لبنان سے لکڑی کاٹی جاتی تھی اور سلیمان کے لوگ اور حیرام بادشاہ صور کے بھیجے ہوئے لوگ اور "جبلیم" یعنی پہاڑی لوگ لکڑیاں کاٹتے تھے اور پتھر تراشتے تھے۔

کتاب دوم تاریخ الایام سے پایا جاتا ہے کہ صور کے بادشاہ نے ایک کاریگر صور کے رہنے والیکو حضرت سلیمان کے ہاں کام کرنیکو بھیجا تھا جو اپنے آقا کی اجازت سے کام کرنے آیا تھا اُسی طرف قرآن مجید میں اشارہ ہے کہ "ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ"

اسی کتاب سے پایا جاتا ہے کہ سوا بنی اسرائیل کے جو لوگ فلسطین میں غیر قوم کے پہاڑوں و جنگلوں میں رہتے تھے اُن میں سے حضرت سلیمان نے ستر ہزار آدمیوں کو مالی برداری اسی ہزار کو درخت کاٹنے اور پہاڑوں میں پتھر تراشنے پر متعین کیا تھا یہہ سب بیگاری میں پکڑے گئے ہونگے جنوں نے حضرت سلیمان کا مرنا معلوم کرکے ضرور کہا ہوگا کہ "لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین۔"

حضرت سلیمان کے قصہ کو مولوی چراغ علی صاحب نے جو عبری اور جبری زبان سے بخوبی واقف

اور تم کو ڈراتے تھے تمھارے اُس دن کے ملنے سے،

ہیں ایک رسالہ میں نہایت عمدگی سے لکھا ہے جسکو ہم حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں بہ تفصیل لکھینگے اس مقام پر صرف اسقدر بتانا مقصود تھا کہ ان آیتون میں جو جن کا لفظ آیا ہے اُس سے وہ پہاڑی و جنگلی آدمی مراد ہیں جو حضرت سلیمان کے ہاں بیت المقدس بنانیکا کام کرتے تھے اور جن پر بسبب وحشی اور جنگلی ہونے کے جو انسانون سے جنگلون اور پہاڑون میں چھپے رہتے ہیں اور نیز بسبب قوی اور طاقتور اور محنتی ہونیکے جنکا اطلاق ہوا ہے پس اس سے وہ جن مراد نہیں ہیں جنکو مشرکین نے اپنے خیال میں ایک مخلوق معہ اُن اوصاف کے جو اُنکے ساتھ منسوب کئے ہیں مانا ہے اور جن پر مسلمان بھی یقین کرتے ہیں۔

عبری زبان میں شد اور شدیم بمعنی دیو اور جن کے آیا ہے اور نیز ڈاکوؤن اور شریر آدمیوں پر اسکا اطلاق ہوا ہے عربی زبان میں بھی وحشی اور قوی آدمیوں پر جنکا لفظ بولا گیا ہے۔ ومن امثال العرب" اجن الله جبال الله" ای الجبال التی یسکنها ای کثر الله فیها الجن ای اوحشها (شرح امثال میدانی)

نابغہ ذبیانی شاعر جاہلی کہتا ہے۔

سهکین من صداء الحدید کانهم　　تحت السنور جنة البقار

یعنی اُنکے بدن میں بدبو ہوگئی لوہے کے زنگ سے گویا کہ وہ زرہ کے نیچے بقار کے جن ہیں۔

زہیر ابن سلمی جاہلی شاعر کہتا ہے۔

اذا فزعوا طاروا الی مستغیثهم　　طوال الرماح لا ضعاف ولا عزل

یعنی جب وہ لوگ جوش میں آتے ہیں تو دوڑ کر جاتے ہیں اپنی پناہ مانگنے والے کے پاس۔ لمبی نیزے لیکر نہ وہ کمزور ہیں اور نہ بے ہتیار۔

بخیل علیها جنة عبقریة　　جدیرون یوما ان ینالوا فیستعلوا

گھوڑون پر کیا اُن گھوڑون پر جن عبقری ہے۔ لایق ہیں لڑائی کے دن کہ اپنا مقصد پاویں اور غالب ہون

جن اذا فزعوا انس اذا امنوا　　ممردوت بهالیل اذا جهدوا

جن ہیں جبکہ جوش میں آتے ہیں اور انس ہیں جبکہ امن میں ہوتے ہیں۔ دراز قد ہیں خندہ رو ہیں

قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ (۱۳۰)

جبکہ وہ کوشش کرتے ہیں۔

سورہ نمل میں ہے کہ جب حضرت سلیمان نے بلقیس کا تخت منگانا چاہا تو جنوں میں سے ایک عفریت

> قال عفریت من الجن انا آتیك به قبل ان تقوم من مقامك (نمل - ۳۹)

نے کہا کہ میں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہہ سے اُٹھیں آپ کے پاس لا دیتا ہوں۔ اس آیت میں جو اور بحثیں ہیں اُنکو ہم اس مقام پر نہیں چھیڑتے صرف اتنی بات تبلاتے ہیں کہ قاموس میں لکھا ہے کہ عفریت کہتے ہیں رجل کامل ضابطہ قوی۔ یعنی موٹے مسٹنڈے مضبوط آدمی کو اور جن کا اطلاق جیسے کہ ہم نے ابھی بیان کیا صحرائی اور پہاڑی آدمیوں پر جو حضرت سلیمان کے ہاں حمالی کا اور اور قسم کا کام کرتے تھے ہوا ہے پس آیت کے معنی نہایت صاف ہیں کہ ایک قوی مضبوط پہاڑی آدمی نے کہا کہ میں ابھی اُس تخت کو جو حضرت سلیمان کے توشہ خانہ میں موجود تھا نہ ملک سبا میں اُٹھا لاتا ہوں۔

سورہ جن میں تین جگہہ لفظ جن آیا ہے اور اُسی مضمون کی ایک آیت سورہ احقاف میں ہے عرب

> قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن (سورہ جن - ۱)
>
> وانا ظننا ان لن تقول الانس والجن علی اللہ کذبا (سورہ جن ۵)
>
> وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن۔ (سورہ جن - ۶)
>
> واذ صرفنا الیك نفرا من الجن یستمعون القرآن (سورہ احقاف - ۲۸)

کے مشرکین کی عادت تھی کہ چھپ چھپ کر آنحضرت صلعم کی باتیں سنا کرتے تھے بھید لینے اور غمازی کرنیکو اُنھی لوگوں میں سے جبکہ وہ چھپکر باتیں سنتے تھے چند آدمیوں نے آنحضرت صلعم کو قرآن پڑھتے سنا اُنکے دل پر اثر ہوا اور اونھوں نے اُس کو سچ اور منزل من اللہ جانا اُنھی کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور چونکہ لامعلوم شخص تھے اور چھپکر سنتے تھے اُنکی نسبت لفظ جن استعمال ہوا ہے اس بات کا ثبوت کہ وہ جن بمعنی متعارف نہ تھے بلکہ انسان تھے خود اُسی سورۃ میں موجود ہے جہاں اُن کے عقائد کا ذکر ہوا ہے۔ کیونکہ اُن میں سے بعض نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے نہ کوئی جورو کی ہے اور نہ اُسکے کوئی بیٹا ہے ہمارے پیشواؤں نے خدا پر تہمت لگائی تھی ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا سمجھنا

وہ کہیں گے ہم اپنے پر آپ گواہی دیتے ہیں اور فریب دیا اُن کو دنیا کی زندگی نے اور
گواہی دی اُنہوں نے اپنے پر آپ کہ وہ کافر تھے (۱۳۰)

عیسائیوں کا عقیدہ ہے پس جن لوگوں نے اس عقیدہ کے غلط ہونیکا اقرار کیا بیشک وہ عیسائی تھے۔
اور بعضوں نے کہا کہ انسانوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو جناتوں سے پناہ چاہتے تھے یہ طریقہ عرب کے بت پرست کافروں کا تھا اور جن لوگوں نے اس عقیدہ کو قرآن سنکر غلط سمجھا بلاشبہ وہ لوگ عرب کے بت پرست کافر تھے۔
اور بعضوں نے کہا کہ ہم سمجھتے تھے کہ خدا کسی پیغمبر کو نہیں بھیجنے کا یہ عقیدہ یہودیوں کا تھا وہ سمجھتے تھے کہ جو شریعت موسیٰ کو دیگئی ہے وہ ابدی ہے اب کوئی پیغمبر صاحب شریعت مبعوث نہیں ہونیکا جن لوگوں نے قرآن سُنکر اس عقیدہ کو غلط جانا اور اس بات پر یقین کیا کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور پیغمبر پر نازل ہوا ہی اور ایک پیغمبر آخرالزمان صاحب شریعت مبعوث ہوا ہے وہ لوگ بلاشبہہ یہودی تھے۔
اور بعضون نے کہا کہ ہم جو بیٹھہ بیٹھ کر آسمانوں میں سے غیب کی باتیں سنتے تھے اب سننے والون پر شہاب ثاقب مارے جاتے ہیں اس کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بات کے کہنے والے مجوسی آتش پرست تھے اُس فرقہ کے پیشوا نجوم پر یقین رکھتے تھے اور ستارون کے مقامات سے غیب کی خبرین دیتے تھے اور ہر ایک کیلئے بھلائی بُرائی تبلاتے تھے پس جن لوگوں نے قرآن مجید سنکر اس عقیدہ کو غلط سمجھا اور اسپر ایمان لائے کہ نجومی جھوٹے ہیں اور غیب کی بات کوئی نہیں جان سکتا اور خدا کو نہ کوئی ہرا سکتا ہے اور نہ اُسکو جیت سکتا ہے نہ اُس سے بھاگ سکتا ہے بلاشبہہ وہ لوگ مجوسی تھے یعنی آتش پرست۔
حسن کا قول ہے کہ "ان فیھم یھودا و نصاریٰ و مجوسا و مشرکین" (تفسیر کبیر) یعنی قرآن سننے والوں میں یہودی اور عیسائی اور آتش پرست اور مشرکین تھے اور اس قول سے صاف پایا جاتا ہی کہ وہ سننے والے انسان تھے نہ جن بمعنی متعارف اور یہہ کہنا کہ جنوں میں بھی یہودی اور عیسائی اور آتش پرست اور مشرکین ہوتے ہیں ایک ایسی بات ہے کہ جسکو کوئی ذی عقل تو نہیں کہہ سکتا۔
علاوہ ان آیتوں کے چودہ آیتیں قرآن مجید میں اور ہیں جن میں جن و انس کا لفظ ساتھ ساتھ آیا ہے

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

۱- یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم (سورہ انعام - ۱۳۰)
۲- قل لان اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القراٰن لا یاتون بمثلہ (سورہ اسریٰ ۹)
۳- وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن (سورہ انعام - ۱۱۲)
۴- قال ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والانس فی النار (اعراف ۳۶)
۵- ولقد ذرانا لجھنم کثیرا من الجن والانس (اعراف - ۱۷۸)
۶- وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون (نمل - ۱۷)
۷- وحق علیھم القول فی امم قد خلت من قبلھم من الجن والانس انھم کانوا خٰسرین (فصلت ۲۴)
۸- وقال الذین کفروا ربنا ارنا الذین اضلنا من الجن والانس (فصلت - ۲۹)

مگر اس میں کچھ شبہہ نہیں ہے کہ اُن سب آیتوں میں جن کا اطلاق وحشی بدوی جنگل و پہاڑ کے رہنے والوں پر ہوا ہے ان دونوں لفظوں کے ساتھ لانے سے ہر قسم اور ہر درجہ کے آدمیوں کا حصر مقصود ہے خدا پر اور اُسکے احکام پر ایمان لانے اور اعمال بد کی سزا پانے میں کیونکہ شہری و دیہاتی وحشی اور انسی تربیت یافتہ و نا تربیت یافتہ مہذب و نا مہذب سویلزڈ اور باربیرین سب کے سب اُس پر مکلف ہیں۔

ایک ہمارے دوست نے ہم سے کہا کہ جب تم نے سورہ انعام کی ایک سو اٹھائیسویں آیت میں جہاں لفظ ”یا معشر الجن“ ہے لفظ جن سے وہی معنی متعارف

یہ اس لئے تاکہ تیرا پروردگار شہروں کو (اُنکے رہنے والونکی) زیادتیوں کی سبب ایسی حالت میں ہلاک کرنیوالا نہو کہ اُس کے لوگ غافل ہوں (۱۳۱) اور ہر ایک کیلئے درجے ہیں اُس پر جو اُنھوں نے کیا ہے اور تیرا پروردگار بیخبر نہیں ہے اُس سے جو وہ کرتے ہیں (۱۳۲) اور تیرا پروردگار بے پرواہ ہے رحمت والا اگر چاہے تمکو دور کردے اور تمہارے بعد جسکو چاہے جانشین کرے جسطرح کہ تمکو پیدا کیا دوسری قوم کی نسل سے (۱۳۳) بیشک جسکا وعدہ تم سے کیا جاتا ہے ضرور آنیوالا ہے اور تم عاجز کرنیوالے نہیں ہو (۱۳۴) کہدے اے میری قوم عمل کرو اپنی جگہ پر بیشک میں بھی عمل کرنیوالا ہوں پھر تم جلد جان لوگے (۱۳۵) کون شخص ہے کہ ہوگی اُسکے لئے آخر کار بھلائی (آخرت کے) گھر کی بیشک نہیں فلاح پاسکے ظالم (۱۳۶)

۹- اولئك الذين حق عليهم القول فی امم قد خلت من قبلهم من الجن والانس انهم كانوا خسرين (احقاف-۱۷)

۱۰- یامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السّمٰوات والارض (الرحمٰن-۳۳)

۱۱- فیومئذ لایسأل عن ذنبه انس ولا جان (الرحمٰن-۳۹)

۱۲ و ۱۳- فیهن قاصرات الطرف لم یطمثهن انس قبلهم ولا جان- (الرحمٰن ۵۶ و ۷۴)

۱۴- وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (ذاریات-۵۶)

مراد لئے ہیں گو بطور خطابیات کے اُسکو قرار دیا ہے تو یہی لفظ اُسی سورۃ کی ایک سو تیسوین آیت میں اور سورہ الرحمٰن کی تینتیسویں آیت میں آیا ہے اور اُن دونوں مقامون میں وحشی آدمیوں کے معنی لئے ہیں اس تفرقہ کا کیا سبب ہے۔

ہمنے کہا کہ یہہ تفرقہ ہم نے نہیں کیا بلکہ خود خدا نے کیا ہے کیونکہ سورہ انعام کی پہلی آیت میں صرف یامعشر الجن کہا ہے اور اُس کے بعد کی اور سورہ الرحمٰن کی آیت میں یامعشر الجن والانس کہا ہے پس جو تفرقہ خود خدا نے اپنے کلام میں کیا ہے وہی تفرقہ ھم نے اُس کی مراد میں بتایا ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا
لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى
اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۷﴾
وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ
لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا
يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ
اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا
كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ
لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ
سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۴۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا
اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى
اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ
مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ

اور اُنھوں نے اللہ کیلیئے مقرر کیا ہے کھیتی اور مویشی میں سے حصہ پھر کہتے ہیں موافق اپنے
گمان کے کہ یہہ اللہ کیلیئے ہے اور یہہ ہمارے مقرر کئے ہوے شریکان خدا کیلیئے پھر جو
کچھ کہ اُنکے مقرر کئے ہوے شریکوں کیلیئے ہے وہ تو اللہ تک نہیں پہونچتا اور جو کچھ اللہ
کیلیئے ہے تو وہ اُن کے مقرر کئے ہوے شریکوں تک پہونچتا ہے کیا بُرا ہے جو اُنہوں نے
فیصلہ کیا ہے (۱۳۷) اور اسی طرح اُنکے مقرر کئے ہوے شریکون نے اچھا دکھلایا ہی بہت
سے مشرکوں کو اپنی اولاد کے مار ڈالنے کو تاکہ وہ اُن کو مار ڈالین اور تاکہ مشتبہ ہو جاوی
اُن پر اُنکا دین اور اگر چاہتا اللہ تو وہ اسکو نہ کرتے پھر چھوڑ دے اُنکو اور اسکو جو کچھ کہ وہ
بھتان بندی کرتے ہیں (۱۳۸) اور اُنہون نے کہا کہ یہہ مویشی اور کھیتی اچھوتی ہے اُس کو
کوئی نہ کھاوے بجز اُسکے جسکو ہم موافق اپنے گمان کے چاہیں (یعنی کھانیکے لایق سمجھین)
اور مویشی ہے کہ اُنکی پیٹھین حرام کیگئی ہیں (یعنی اُنپر سوار ہونا حرام ٹھیرایا) اور مویشی ہے کہ اُسپر
(بروقت ذبح) خدا کا نام نہیں لیتے بہتان بندی کرکے خدا پر قریب ہے کہ خدا اُن کو سزا دیگا۔
بسبب اُسکے جو بہتان بندی کرتے تھے (۱۳۹) اور اُنہوں نے کہا کہ جو کچھ اس مویشی کی پیٹ
میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کیلیئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر مرا ہوا
ہو تو ہم سب اُس میں شریک ہیں بدلا دیگا اُنکو اللہ اُنکی باتوں پر بیشک وہ حکمت والا ہی جاننے
والا (۱۴۰) بیشک ٹوٹے میں پڑے ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنی اولاد کو بیوقوفی سے بغیر علم
کے مار ڈالا اور حرام کرلیا اُسکو جو رزق دیا تھا اُنکو اللہ نے بہتان بندی کرکے خدا پر بیشک
وہ گمراہ ہوے اور ہدایت پاے ہوے نہ تھے (۱۴۱) وہ وہ ہے جس نے پیدا کیا باغوں کو
ٹانڈ پر پھیلے ہوے اور بغیر ٹانڈ کے کھڑی ہوی اور کھجور کے درختونکو اور کھیتی کو طرح بطرح کے ہیں اُس
کے پھل

وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ
اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (١٤٢)
وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا
خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (١٤٣) ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ
الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ
الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (١٤٤) وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓ
الذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ
اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظّٰلِمِيْنَ (١٤٥) قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ
اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ
رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ
وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (١٤٦)

اور زیتوں کو اور اناروں کو کہ ایک سے بھی ہیں اور ایک سے بھی نہیں کھاؤ اُسکے پھل کو جب پھلے
اور دو اُسکا حق اُسکے کاٹنے کے دن اور اسراف مت کرو بیشک خدا دوست نہیں رکھتا اسراف
کرنیوالوں کو (۱۴۱) اور (پیدا کیا) مویشی میں سے بوجھ اوٹھانیکو اور فرش بنانیکو کھاؤ اُسمیں سے
جو رزق دیا ہے اللہ نے تمکو اور پیروی نکرو شیطان کے قدموں کی بیشک وہ تمہارے بیچ
کھلا ہوا دشمن ہے (۱۴۲) آٹھ جوڑے (بوجھ اور فرش والی مویشی کے) دو بھیڑ میں سے دو بکری میں سے کہہ کہ کیا دونوں
نروں کو حرام کیا ہی یا دونوں ماداؤں کو یا اُسکو جسکو دونوں ماداؤنکے پیٹ نے اندر لیا ہے مجھکو بتلاؤ
دلیل سے اگر تم سچے ہو (۱۴۳) اور اونٹ سے دو اور بیل سے دو کہہ کہ کیا دونوں نروں کو حرام کیا ہے
یا دونوں ماداؤں کو یا اُسکو جسکو دونوں ماداؤں کے پیٹ نے اندر لے لیا ہے کیا تم گواہ
تھے جب خدا نے تمکو اسکا حکم دیا تھا پھر کون زیادہ ظالم ہے اُس سے جسنے اللہ پر جھوٹا
بہتان باندہا تاکہ گمراہ کرے آدمیوں کو بغیر علم کے بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو (۱۴۴)
کہدے اے پیغمبر میں نہیں پاتا اُسمیں جو مجھ پر وحی کیگئی ہے کہ حرام کیا گیا ہے کسی کھانیوالے
پر جو اُسکو کھاوے مگر یہہ کہ وہ مرا ہوا ہو یا رگوں میں سے بہا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو پھر
بیشک وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اُس پر خدا کے سوا اور کسی کا نام پکارا گیا ہو پھر جو کوئی
(فاقوں کے مارے) مضطر ہو بغیر نافرمانبردار ہوتے یا حد سے گذرنیوالے کے (اور ایسی حالت
میں بقدر حاجت اُس میں سے کھالے) تو بیشک تیرا پروردگار بخشنے والا ہے مہربان (۱۴۵)

---

۴ آٹھ جوڑے اسطرح پر ہوے۔ ۱- بھیڑ نر و مادہ ۔ ۲- اُنکے پیٹ کے بچے نر و مادہ ۔ ۳- بکری نر و مادہ۔ ۴- اُنکے
پیٹ کے بچے نر و مادہ ۔ ۵- اونٹ نر و مادہ ۔ ۶- اونکے پیٹ کے بچے نر و مادہ ۔ ۷- بیل نر و مادہ ۔ ۸- اُنکے
پیٹ کے بچے نر و مادہ۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ
حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا
اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ
كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا
وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ
اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ
شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ
يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ
مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ
رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا
وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ

اور اُن لوگوں پر جو یہودی ہیں ہم نے حرام کیا ہر ناخون دار جانور کو اور گائے اور بھیڑ میں سے ہم نے اُنپر حرام کی اُنکی چربی مگر وہ جسکو اُنکی پیٹھین یا پسلیاں اوٹھائے ہوئے ہوں یا وہ جو لپٹ رہا ہو ساتھ ہڈی کے۔ اُنکو ہم نے یہ بدلا دیا ہے بسبب اُنکی نافرمانی کے اور بیشک ہم سچے ہیں (۱۴۷) پھر اگر وہ تجھکو جھٹلاوین تو کہہ کہ تمہارا پروردگار بہت وسیع رحمت والا ہے اور نہیں ہٹایا جاتا اُسکا عذاب گنہگار لوگوں سے (۱۴۸) اب کہیں گے وہ لوگ جو مشرک ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹہیراتے۔ اسیطرح جھٹلایا ہے اُن لوگوں نے جو اُن سے پہلے تھے یہاں تک کہ اُنہوں نے چکھا مزا ہمارے عذاب کا۔ کہہ کہ آیا ہے تمہارے پاس کوئی دلیل تو اُسکو ہمارے لئے لاؤ۔ تم پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور تم نہیں ہو مگر اٹکل پچو کہنے والے (۱۴۹) کہدے کہ پھر اللہ ہی کے لئے ہے دلیل مضبوط پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت کرتا (۱۵۰) کہدے لاؤ اپنے گواہوں کو جو گواہی دیتے ہیں کہ بیشک خدا نے حرام کیا ہے اسکو پھر اگر وہ گواہی بھی دین تو تو اُنکے ساتھ گواہی مت دے اور نہ پیروی کر اُن لوگوں کی خواہشوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور اُن لوگوں کی جو ایمان نہیں لائے آخرت پر اور وہ (اصنام کو) اپنے پروردگار کے برابر کرتے ہیں (۱۵۱) کہہ کہ آؤ میں پڑھ دوں جو حرام کیا ہے تمہارے پروردگار نے تم پر کہ اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو مت مار ڈالو

مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ
ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ
اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ
بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ
كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا
السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ
وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ
يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٤﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ
مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿١٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا
لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ

مفلسی کے ڈر سے ہم تمکو بھی رزق دیتے ہیں اور اُنکو بھی اور بے حیائی کے پاس مت
جاؤ جو کھلے ہوے بے حیائیوں میں سے ہو اور جو پوشیدہ میں سے ہو اور نہ مار ڈالو کسی
جان کو کہ اُسکا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے مگر انصاف پر یہہ ہیں کہ انکا تمکو حکم دیا ہے تاکہ
تم سمجھو ﴿۱۵۲﴾ اور نہ جاؤ یتیم کے مال کے پاس مگر اسطرح کہ وہ نیکی سے ہو جب تک کہ وہ
پہونچے اپنے رشد کو اور پورا کرو پیمانہ کو اور ترازو کو انصاف سے ہم تکلیف نہیں دیتے
کسی جان کو مگر بقدر اُس کی طاقت کے اور جب تم کچھ کہو تو انصاف کرو اور اگرچہ
تمہارا قرابتدار ہی ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو یہہ ہیں کہ اُنکا تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت
پکڑو ﴿۱۵۳﴾ اور یہہ ہے میرا رستہ سیدھا پھر اُسکی پیروی کرو اور مت پیروی کرو (دوسرے)
رستوں کی پھر وہ تم کو متفرق کر دینگے اُس کے رستہ سے یہ ہے جس کا تم کو حکم دیا ہے
تاکہ تم پرہیزگاری کرو ﴿۱۵۴﴾ پھر ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اس شخص پر (حکموں کی)
پورا کرنے کو جو نیک کام کرتا ہے اور ہر چیز کی تفصیل بیان کرنے کو اور ہدایت اور مہربانی
تاکہ وہ لوگ اپنے پروردگار سے ملنے پر ایمان لاویں ﴿۱۵۵﴾ اور یہہ کتاب ہے ہمنے اُسکو اُتارا
ہے برکت والی پھر اُس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو تاکہ تم رحم کئے جاو ﴿۱۵۶﴾
ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ اُس کے سوا کوئی بات نہیں ہے کہ ہم سے پہلے دو گروہوں
پر کتاب اُتاری گئی ہے اور بیشک ہم اُنکے پڑھنے سی غافل تھے ﴿۱۵۷﴾ یا تم کہو

کہ ہم پر کتاب اُتاری جاتی تو ہم اُنسے بھی زیادہ ہدایت پانیوالے ہوتے

فقد جاءكم بينة من ربكم وهدى ورحمة فمن اظلم
ممن كذب بايت الله وصدف عنها سنجزي الذين يصدفون
عن ايتنا سوء العذاب بما كانوا يصدفون ﴿۱۵۸﴾ هل
ينظرون الا ان تاتيهم الملئكة او ياتي ربك او ياتي بعض ايت
ربك يوم ياتي بعض ايت ربك لا ينفع نفسا ايمانها
لم تكن امنت من قبل او كسبت في ايمانها خيرا
قل انتظروا انا منتظرون ﴿۱۵۹﴾ ان الذين فرقوا دينهم
وكانوا شيعا لست منهم في شيء انما امرهم الى الله ثم
ينبئهم بما كانوا يفعلون ﴿۱۶۰﴾ من جاء بالحسنة فله
عشر امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها
وهم لا يظلمون ﴿۱۶۱﴾ قل انني هدىني ربي الى صراط مستقيم
دينا قيما ملة ابرهيم حنيفا وما كان من المشركين ﴿۱۶۲﴾ قل
ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العلمين
لا شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين ﴿۱۶۳﴾

پھر بیشک تمھارے پاس آئی ہے دلیل تمھارے پروردگار کے پاس سے اور ہدایت اور رحمت پھر کون زیادہ ظالم ہے اُس شخص سے جسنے جھٹلایا اللہ کی نشانیوں کو اور اُن سے پھر گئے ہم جلد سزا دینگے اُن لوگوں کو جو ہماری نشانیوں سے پھرے ہوے ہیں بُرے عذاب کے بسبب اُسکے کہ پھرے ہوے تھے (۱۵۸) کیا وہ منتظر ہیں مگر اسی کے کہ اُن کے پاس فرشتے آویں یا تیرا پروردگار آوے یا تیرے پروردگار کی بعضی نشانیاں آویں جسدن تیرے پروردگار کی بعضی نشانیاں آوینگی نفع نہ دیگا کسی شخص کو اُسکا ایمان جو اُس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا نہیں کمایا تھا اپنے ایمان میں بھلائی کو کہدے انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں (۱۵۹) بیشک جن لوگوں نے مختلف کردیا اپنے دین یعنی دین ابراہیم کو اور ہوگئے گروہ گروہ تو نہیں ہے اُن میں سے کسی چیز میں۔ اسکے سوا کچھ نہیں کہ اُن کا فیصلہ خدا پر ہے پھر وہ اُنکو بتادیگا اُس کو جو وہ کرتے تھے (۱۶۰) جو شخص نیکی کو لایا ہے تو اُس کے لئے ویسا ہی اُسکا دس گناہ ہے اور جو شخص بُرائی کو لایا ہے تو اُسکو بدلا نہیں دیا جاویگا مگر اُسی کے برابر اور وہ نہیں ظلم کئے جاوینگے (۱۶۱) کہدے کہ بیشک میرے پروردگار نے مجھکو ہدایت کی ہے سیدھے رستہ کی جو دین مضبوط ہے دین ابراہیم دلی خلوص سے یقین رکھنے والے کا اور وہ نہیں تھا شرک کرنیوالوں میں سے (۱۶۲) کہدے کہ بیشک میری نماز اور میری عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت اللہ پروردگار عالموں کے لئے ہے اُسکا کوئی شریک نہیں ہے اور اسی کا مجھکو حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں (۱۶۳)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ
كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ
جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ
لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۡ وَاِنَّهٗ
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

کہدے کہ کیا دوسرے کو اللہ کے سوا پروردگار چاہوں اور وہ تو پروردگار ہر چیز کا ہے اور نہیں کماتا کوئی شخص مگر اپنے پر اور نہیں اُٹھاتا کوئی اُٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ پھر تمہارے پروردگار کے پاس تمکو پھر جانا ہے پھر بتا دیگا تمکو اُس چیز کو جس میں تم اختلاف کرتے تھے (۱۶۴) اور وہ وہ ہے جس نے تمکو کیا خلیفہ زمین کا اور بعضوں کو بعضوں سے درجہ میں بلند کیا تاکہ تم کو آزماوے اُس چیز میں جو تمکو دی ہے بے شک تیرا پروردگار جلد عذاب کرنیوالا ہے اور بیشک البتہ وہ بخشنے والا ہے مہربان (۱۶۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓصٓ ﴿١﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١﴾ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢﴾ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿٣﴾ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٤﴾ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٥﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿٦﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٧﴾

(۷) (والوزن یومئذ الحق) عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور اُسپر بہت سی بے بنیاد حدیثین بھی بنائی ہیں کہ قیامت کے دن بندون کے اعمال تولنے کیلیئے ایک ترازو ہوگی جسکا ایک پلڑا بہشت پر اور ایک پلڑا دوزخ پر ہوگا اور اتنی بڑی ہوگی کہ تمام آسمان و زمین اور جو کچھ کہ اُن میں ہے سب ایک دفعہ ایک پلڑے میں سما سکینگے اور اُسکی لسان یعنی ڈنڈی پر کی چوٹی جبرئیل پکڑے ہوے ہونگے اچھے اعمال خوبصورت اور بُرے اعمال بدصورت بنکر آوینگے اور تولے جاوین گے - یا نامہ اعمال جنکو نیکی و بدی کے فرشتے لکھتے رہتے ہیں تولے جاوینگے - مگر خود علماے محققین نے ان سب باتون کو بے اصل اور غیر ثابت سمجھ کر اُنسے انکار کیا ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ مجاہد اور ضحاک اور اعمش کا قول ہے کہ میزان سے عدل اور انصاف مراد ہے اور اکثر متاخرین کی یہی راے ہے اور کہتے ہیں کہ لفظ وزن کا استعمال ان معنوں میں بہت ہوتا ہے اور اسپر دلیل بھی ہے

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان

یہ کتاب ہے کہ اُتاری گئی ہے تجھ پر پھر نہ ہووے تیرے دل میں اُس سے کچھ تنگی تاکہ ڈراوے (تو لوگوں کو) اُس سے اور نصیحت واسطے ایمان والوں کے ① پیروی کرو اُسکی جو اُتارا گیا ہے تم پر تمہارے پروردگار سے اور مت پیروی کرو اُسکے سوا اور دوستوں کی تھوڑی سی نصیحت پکڑتے ہو ② اور بہت سی شہر ہیں کہ ہم نے اُنکو ہلاک کیا پھر اُنپر ہمارا عذاب آیا رات کو اور وہ سوتے تھے ③ پھر اور کچھ اُنکا کہنا نہ تھا جب اُنپر عذاب آیا بجز اس کہنے کے کہ بیشک ہم ظالم تھے ④ پھر ضرور ہم پوچھینگے اُن لوگوں سے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے ہیں اور ضرور ہم پوچھینگے پیغمبروں سے ⑤ پھر ضرور ہم اُنکا قصہ اُنکو سنا دینگے اور (جو کچھ کہ وہ کرتے تھے اُسوقت) ہم غیر حاضر نہ تھے ⑥ اور وزن ہونا اعمال کا اُسدن حق ہی پھر جو کوئی کہ اُسکے بھاری نکلے اعمال نیک پھر وہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں ⑦

پھر یہی معنی لینے ضرور ہیں۔ کیونکہ عدل لینے و دینے میں صرف پیمانے یا میزان سے دنیا میں ظاہر ہوتا ہے پھر وزن سے عدل کا کنایہ کرنا کچھ بعید نہیں ہے۔ ایک آدمی جبکہ اُسکی قدر و منزلت نہیں ہوتی تو کہا جاتا ہے وہ کچھ وزن نہیں رکھتا خدا نے بھی فرمایا ہے " فلا نقیم لھم یوم القیمۃ وزنا " اور یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کو خفیف کر دیا۔ اور کلام کی نسبت بھی کہتے ہیں کہ یہ کلام اُسی وزن کا ہے یعنی اُسکی برابر ہے پس یہی معنی یہاں لینے بھی لازم ہیں۔

غرضکہ علمائے متقدمین بھی اِس بات کے قائل ہیں کہ میزان اور وزن اعمال سے فی الحقیقت میزان کا موجود ہونا اور فی الحقیقت اعمال کا وزن ہونا مراد نہیں ہے بلکہ صرف عدل کا استعارہ ہے اور مراد یہ ہے کہ خدا عدل کریگا اور اعمال نیک کی جزا اور بد کی سزا نہایت عدل و انصاف سے دیگا۔ اسی لئے ہم نے اس امر کی نسبت زیادہ بحث نہیں کی۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُم
بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿٨﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا
لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ
صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ
لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿١٠﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ
قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿١١﴾ قَالَ
فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ
الصَّاغِرِينَ ﴿١٢﴾ قَالَ أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٣﴾ قَالَ إِنَّكَ مِنَ
الْمُنظَرِينَ ﴿١٤﴾ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٥﴾
ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ
وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴿١٦﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا
مَذْءُومًا مَّدْحُورًا لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ
أَجْمَعِينَ ﴿١٧﴾ وَيَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ
حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٨﴾

اور جو کوئی کہ اُسکے ہلکے نکلے (اعمال نیک) پھر وہی لوگ وہ ہیں جنہوں نے ٹوٹا دیا اپنے آپ کو بسبب اُسکے کہ ہماری نشانیوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے (۸) اور بیشک ہمنے تمکو قدرت دی زمین میں اور ہم نے تمہارے لئے اُسمیں معیشتیں پیدا کیں بہت تھوڑا ہے جو تم شکر کرتے ہو (۹) بیشک ہم نے تمکو پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں کو کہا کہ سجدہ کرو آدم (یعنی† انسان) کو پھر اُنہوں نے سجدہ کیا مگر شیطان نے وہ سجدہ کرنیوالوں میں سے نہ تھا (۱۰) (خدا نے) کہا کس چیز نے تجھکو منع کیا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جبکہ میں نے تجھکو حکم دیا تھا۔ (شیطان نے) کہا کہ میں اُس سے بہتر ہوں تو نے مجھکو پیدا کیا ہے آگ سے اور اُسکو پیدا کیا ہے مٹی سے (۱۱) خدا نے کہا کہ نیچے اوتر اُن میں سے (یعنی فرشتوں کے درجہ میں سے) پھر تجھکو نہیں چاہیئے کہ تکبر کرے اُن میں (یعنی فرشتوں میں) پس نکل (یعنی فرشتوں میں سے) بیشک تو ذلیلوں میں سے ہے (۱۲) (شیطان نے) کہا کہ مجھے مہلت دے اُنکے اُٹھنے کے دن تک (۱۳) (خدا نے) کہا بیشک تو مہلت دیئے گیوں میں سے ہے (۱۴) (شیطان نے) کہا پھر اس سبب سے کہ تو نے مجھکو گمراہ کیا ہے اُنکے لئے تیرے سیدھے رستے کی راہ ماری کرنیکو گھات میں بیٹھوں گا (۱۵) پھر اُنکے آگے سے اور اُنکے پیچھے سے اور اُنکے دائیں سے اور اُنکے بائیں سے اُنپر آن پڑونگا اور تو اُن میں سے بہتوں کو شکر کرنیوالا نہ پاویگا (۱۶) (خدا نے) کہا نکل اُنمیں سے (یعنی فرشتوں میں سے) ذلیل و مردود ہو کر جو کوئی اُنمیں سے تیری پیروی کریگا ضرور میں بھر دونگا دوزخ کو تم میں سے سب سے (۱۷) اے آدم تو اور تیری جورو رہ اُس جنت میں پھر کھاؤ دونوں جہاں سے چاہو اور نہ پاس جاؤ اُس درخت کی پھر تم دونوں ہو گے ظالموں میں سے (۱۸)

† شروع آیت میں خدا نے تمام انسانوں کو خطاب کیا ہے اُسکے بعد آدم کا جو لفظ آیا ہے اُسمیں ہر کوئی شخص معین مراد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ سب مراد ہیں جو مخاطب تھے یعنی انسان۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ (۱۹) اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۱﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ

(۱۹) (سواتهما) سوءۃ کے معنی شرمگاہ کے بھی ہیں اور اعمال قبیحہ اور اخلاق قبیحہ کے بھی ہیں قاموس میں لکھا ہے السوأة الفرج والفاحشة والخلة القبيحة اور فاحشہ کی نسبت یہہ لکھا ہی کہ الفاحشة الزنا وما يشتد قبيحة من الذنوب اس مقام پر سوءۃ کے معنی شرمگاہ کے لئے ہیں اس سبب سے اگلی آیت میں پتوں سے اُسکے چھپانے کا ذکر آیا ہے۔

مگر ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہہ تمام قصہ آدم کا ایک استعارہ میں بیان ہوا ہے اور اُس سے مراد صرف بیان فطرت انسانی ہے اُسطرح پر کہ ہر ایک شخص کی سمجھ میں آجاوے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل اسی سبب سے یہاں بھی لفظ سوأۃ کا استعمال ہوا ہے کیونکہ شرمگاہ کے کھلنے کو ہر ایک شخص معیوب اور بُرا سمجھتا ہے اور شیطان کے یعنی قوائے بہیمہ کی پیروی سے جو افعال بصادر ہوتے ہیں اُسکی بُرائی کو ایک محسوس شئے سے استعارۃً بیان کیا ہے اور بتلایا ہے کہ انسان کسطرح اپنی بُرائیوں کے چھپانیکی کوشش کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ چھپ گئیں مگر درحقیقت وہ چھپتی نہیں پس اِن قصوں اور کہانیوں کی طرف ملتفت نہ ہونا چاہیئے جنکو

پھر وسوسے میں ڈالدیا اُنکو شیطان نے تاکہ ظاہر کردے اُن دونوں کو جو چھپا ہوا ہے اُن دونوں سے اُنکی شرمگاہوں میں سے اور کہا کہ نہیں منع کیا تمکو تمہارے پروردگار نے اِس درخت سے مگر اِس لئے کہ ہو جاؤ گے فرشتے یا ہو جاؤ گے ہمیشہ رہنے والے (۱۹) اور اُن دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ بیشک میں تم دونوں کے خیر خواہوں میں سے ہوں (۲۰) پھر پچھاڑ دیا اُنکو فریب سے۔ پھر جبکہ اُن دونوں نے اُس درخت کو چکّھا تو اُن دونوں کو اُنکی شرمگاہیں ظاہر ہوئیں وہ دونوں اپنے تئیں جنت کے پتوں سے چھپانے لگے اور اُنکے پروردگار نے اُن دونوں کو للکارا۔ کہ کیا میں نے تم دونوں کو منع نہ کیا تھا اس درخت سے اور کیا تم دونوں کو نہ کہہ دیا تھا کہ بیشک شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے (۲۱) ان دونوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے پر ظلم کیا۔ اور اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور ہم پر نہ رحم کریگا تو بیشک ہم ٹوٹے میں پڑنیوالوں میں سے ہو جاوینگے (۲۲) (خدا نے کہا) اوترو اُس درجہ سے جسپر تھے تم میں کا ایک دوسرے کیلئے دشمن ہے اور تمہارے لئے

مفسرین نے انکے لغوی معنوں میں سے ایک خاص معنی لیکر اُسپر طرح طرح کے بے سند و بے سروپا لکھدیئے ہیں اس مطلب کی تشریح قابل تسکین اُسوقت ہو جاتی ہے جب انسان اس آیت کو پڑہتا ہے کہ اے آدم کی بیٹوں تم پر ہمنے ایک لباس اوتارا ہے جو تمہاری شرمگاہ کو ڈہانکیگا اور تقویٰ کا لباس سب سے اچھا ہے۔ بس اس آیت نے ثابت کردیا کہ نہ وہاں سوأۃ سے شرمگاہ مراد تھی اور نہ پتوں کے ڈہانکنے سے اُسکا ڈہانکنا بلکہ صرف افعال اور اخلاق ذمیمہ کو جو انسان کے لئے ایسے ہی بُرے ہیں جیسے اُسکی شرمگاہ کا لوگون کے سامنے کُھل جانا اُس استعارے میں بیان فرمایا ہے اس سے بھی زیادہ تشریح اس مطلب کی ایک اور آیت سے ہوتی ہے جو ان آیتوں کے بعد ہے۔ پہلے تو یہہ فرمادیا کہ تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے پھر فرمایا کہ اے آدم کی بیٹو ایسا نہو کہ شیطان تمکو بھی بہکا کر تمہارے ماں باپ کی طرح لباس اوترواکر شرمگاہوں کو دکھلا دے اس نصیحت سے صاف ظاہر ہے کہ لباس سے مراد تقویٰ اور سوأۃ سے مراد بُرائیاں ہیں نہ یہ ظاہری لباس تور کا یا نوربان کا بنا ہوا اور نہ وہ مضغہ گوشت جسکے کھلنے سے لوگ شرماتے ہیں۔

فی الارض مستقر ومتاع الی حین ﴿۲۳﴾ قال فیها تحیون

وفیها تموتون ومنها تخرجون ﴿۲۴﴾ یبنی ادم قد انزلنا

علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا ولباس التقوی ذلک خیر

ذلک من ایت الله لعلهم یذکرون ﴿۲۵﴾ یبنی ادم لا یفتننکم

الشیطن کما اخرج ابویکم من الجنة ینزع عنهما لباسهما

لیریهما سواتهما انه یرکم هو وقبیله من حیث لا ترونهم

انا جعلنا الشیطین اولیاء للذین لا یؤمنون ﴿۲۶﴾ واذا

فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیها اباءنا والله امرنا

بها قل ان الله لا یامر بالفحشاء اتقولون علی الله ما لا

تعلمون ﴿۲۷﴾ قل امر ربی بالقسط واقیموا وجوهکم

عند کل مسجد وادعوه مخلصین له الدین کما بداکم

تعودون فریقا هدی وفریقا حق علیهم الضللة انهم

اتخذوا الشیطین اولیاء من دون الله ویحسبون انهم

مهتدون ﴿۲۸﴾ یبنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا

زمین میں ٹھیرنا اور ایک زمانہ تک فائدہ اوٹھانا ہے (۲۳) (خدا نے) کہا اُسی میں جیوگے اور اُسی میں مروگے اور اُسی سے نکلوگے (۲۴) اے آدم کے بیٹو بے شک ہم نے تم پر اُتارا ہی ایک لباس کہ ڈہانکتا ہی تمہاری شرمگاہ کو اور زینت دیتا ہے اور لباس تقویٰ کا یہی سب سے اچھا ہے۔ یہہ ہے اللہ کی نشانیوں میں سی شاید کہ وہ نصیحت پکڑین (۲۵) ای آدم کے بیٹو نہ خرابی میں ڈالی تمکو شیطان جسطرح نکالا تمہاری ماں باپ کو جنت سی چھین لیا تھا اُن سے اُن کا لباس تاکہ دکھاوی اُنکو اُنکی شرمگاہ بیشک دکھاتا ہے تمکو وہ اور اُسکا گروہ اسطرح پر کہ تم اُنکو نہیں دیکھتے' بیشک ہم نے کیا ہے شیطانوں کو اُن لوگوں کا دوست جو ایمان نہیں لاتے (۲۶) اور جب وہ کرتے ہیں کوئی بُرا کام تو کہتے ہیں کہ ہمنے اپنے باپ دادا کو اسی بات پر پایا ہے اور اللہ نے اُسکا ہمکو حکم کیا ہے' کہدے کہ بیشک اللہ نہیں حکم کرتا بُرے کام کا کیا تم کہتے ہو اللہ پر وہ بات جسکو تم نہیں جانتے (۲۷) کہدی کہ میرے پروردگار نے حکم کیا ہے ٹھیک طور سے اور ٹھیک رکھو اپنے موہوں کو (یعنی اپنے آپ کو یعنی اپنے دل او اپنی جان کو) نزدیک ہر ایک سجدہ کی جگہہ کے اور پکارو اُسی کو (یعنی خدا کو) خالص کرکے اُسی کیلیے عبادت کو' جسطرح کہ تمکو پیدا کیا پھر جاؤ گے' ایک گروہ کو ہدایت کی اور ایک گروہ کو ٹھہرا دی اُنپر گمراہی' بیشک اُنھوں نے پکڑا شیطانوں کو اپنا دوست اللہ کے سوا اور سمجھتے ہیں کہ بیشک وہ ہدایت پاے ہوے ہیں (۲۸) اے آدم کی بیٹو لو اپنا سنگار (یعنی اپنا لباس برخلاف مشرکون کے کہ وہ ننگے ہوکر طواف کرتے تھے یا یہہ کہ اپنی جوتیاں مت اُتارو برخلاف یہود کیونکہ وہ اپنے معبد میں جوتیاں اُتار کر جاتی تھی) نزدیک ہر سجدہ کی جگہہ کے اور کھاؤ اور پیو

ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين ﴿۲۹﴾ قل من حرم زينة الله
التي اخرج لعباده والطيبت من الرزق قل هي للذين امنوا
في الحيوة الدنيا خالصة يوم القيمة كذلك نفصل الايت
لقوم يعلمون ﴿۳۰﴾ قل انما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها
وما بطن والاثم والبغي بغير الحق وان تشركوا بالله ما لم ينزل
به سلطنا وان تقولوا على الله ما لا تعلمون ﴿۳۱﴾ ولكل امة
اجل فاذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون ﴿۳۲﴾
يبني ادم اما ياتينكم رسل منكم يقصون عليكم ايتي فمن
اتقى واصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون ﴿۳۳﴾ والذين
كذبوا بايتنا واستكبروا عنها اولئك اصحب النار هم فيها
خلدون ﴿۳۴﴾ فمن اظلم ممن افترى على الله كذبا او كذب
بايته اولئك ينالهم نصيبهم من الكتب حتى اذا جاءتهم
رسلنا يتوفونهم قالوا اين ما كنتم تدعون من دون الله
قالوا ضلوا عنا وشهدوا على انفسهم

اور حد سے مت گذرو بیشک وہ (یعنی اللہ) دوست نہیں رکھتا حد سے گذر جانے
والوں کو (۲۹) کہدے کہ کس نے حرام کیا ہے خدا کے پیدا کیئے ہوے سنگار کو جو اُس نے
اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے اور کھانے میں سے پاک چیزوں کو کہدے کہ وہ اُن لوگوں
کے لئے ہیں جو ایمان لاے ہیں دنیا کی زندگی میں خاصکر قیامت کے دن، اسطرح ہم
بیان کرتے ہیں نشانیوں کو اُن لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں (۳۰) کہدے کہ اسکے سوا کچھ
نہیں ہے کہ حرام کیا ہے میرے پروردگار نے بیحیائی کو اُس میں سے جو کھُلی ہوئی ہو اور چھپی
ہوئی ہو اور گناہ کو اور سرکشی کو ناحق اور یہ کہ شریک کرو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو کہ نہیں اُتاری
ہے اُسکے لئے کوئی دلیل اور یہ کہ کہو تم اللہ پر وہ جو نہیں جانتے (۳۱) ہر ایک گروہ کے لئے
ایک میعاد ہے پھر جب آتا ہے اُنکا وقت نہیں تاخیر کرتے ایک ساعت اور نہ سبقت کرتے
ہیں (۳۲) اے آدم کے بیٹو جب تمہارے پاس پیغمبر آویں تم میں سے بیان کریں تم پر میری
نشانیاں۔ پھر جس نے پرہیزگاری اور نیکی کی تو اُنپر کچھ خوف نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے (۳۳)
اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور اُن سے سرکشی کی وہی لوگ ہیں آگ میں
رہنے والے وہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے (۳۴) پھر کون زیادہ ظالم ہے اُن لوگوں میں سے
جنہوں نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹ یا جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہی لوگ ہیں کہ پہونچیگا
اُنکو اُن کا حصہ لکھے ہوے میں سے یہاں تک کہ جب آوینگے اُنکے پاس ہمارے
بھیجے ہوے اُنکی جان لینے کو کہینگے کہاں ہیں وہ جنکو تم پکارتے تھے اللہ کے سوا۔
کہیں گے کہ وہ ہم سے کھوئے گئے اور گواہی دینگے اپنے پر آپ

أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿۳۵﴾ قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

(۳۶) (قال ادخلوا) اس آیت میں اور اسکے بعد کی آیتوں میں بہت کچھہ ذکر معاد کا ہے اور قرآن مجید میں جا بجا اسکا کچھہ نہ کچھہ ذکر آجاتا ہے مگر یہہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جب تک پورا سلسلہ اُسکا بیان نہ ہو خیال میں نہیں آتا اور نہ یہہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں جو کچھہ اُسکی نسبت بیان ہوا ہے اُسکا کیا منشا ہے پس مناسب ہے کہ ہم اِسی مقام میں اُسپر بقدر امکان بحث کریں مگر ان مطالب پر بحث کرنے سے پہلے اسبات کا بیان کرنا ضرور ہے کہ ان مسائل پر بحث کرنے کی نسبت اگلے عالموں نے کیا کہا ہے۔ قاضی ابو الولید ابن رشد نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ شرع کا مقصود علم حق اور عمل حق کی تعلیم ہے اور تعلیم کی دو قسمیں ہیں ایک کسی شے کا خیال کرنا اور دوسرے اُسپر یقین کرنا جسکو اہل علم تصور اور تصدیق سے تعبیر کرتے ہیں۔

تصور کے دو طریق ہیں یا تو خود اُسی شے کو تصور کرنا ہے یا اُسکی مثال کو تصور کرنا ہے۔ اور تصدیق کے طریقے جو انسانوں میں ہیں وہ تین ہیں۔ برہانی یعنی دلائل قطعی کے سبب سے یقین کرنا۔ جدلی یعنی مخالفانہ اور مخاصمانہ دلیلوں کے ٹوٹ جانیکے بعد یقین لانا۔ خطبی یعنی ایسی باتوں سے جنسے انسان کے دل اور وجدان قلبی کو تسکین ہو جاوے اُس پر یقین لانا۔

اکثر آدمی ایسے ہیں جنکو دلائل خطبیہ یا جدلیہ سے تصدیق حاصل ہوتی ہے اور دلائل برہانیہ خاص چند آدمیوں کے سمجھنے کے لایق ہوتی ہیں۔ شرع کا مقصود سب سے اول عام لوگوں کو سمجھانا ہے اور خواص سے بھی غافل نہ ہونا۔ پس شرع نے تعلیم کیلئے مشترک طریقہ اختیار کیا ہے اور اُسکے اقوال چار طرح پر ہیں۔

اول یہ کہ جن امور کی نسبت وہ کہے گئے ہیں اُنکے تصور اور تصدیق دونوں پر یقین کرنا ضرور ہے۔ گو کہ اُنکی دلیلیں خطبیہ ہوں یا جدلیہ اور جو نتیجے اُنسے نکالے ہیں وہی نتیجے بعینہا مقصود ہیں بطور تمثیل کے نہیں کہے گئے ہیں۔ ابن رشد فرماتے ہیں کہ ایسے اقوال کی تاویل کرنی نہیں چاہیئے اور جو شخص اُن سے انکار کرے یا اُنکی تاویل کرے وہ کافر ہے۔

دوم یہہ کہ۔ جو اقوال بطور مقدمات کے کہے گئے ہیں گو کہ اُنکی صرف شہرت ہی ہو اور گو کہ وہ مظنون ہی ہوں مگر اُنپر یقین کرنا لازمی ٹھہرا ہو اور نتیجے جو اُنسے نکالے ہوں وہ بطور مثال اُن نتیجوں کے ہوں جو مقصود ہیں۔ ابن رشد فرماتے ہیں کہ صرف اُن مثالی نتیجوں کی نسبت البتہ تاویل ہو سکتی ہے۔

کہ بیشک وہ کافر تھے (۳۵) خدا کہیگا کہ داخل ہو اُن گروہوں میں جو گذر گئی ہیں تم سے پہلے

سوم یہہ کہ - جو نتیجے اُن اقوال سے نکالے گئے ہیں وہی بعینہا مقصود ہیں اور جو اُنکے مقدمات بیان ہوئے ہیں وہ مشہور ہوں یا مظنون مگر اُنپر یقین کرنا لازمی نہ ٹھیرا ہو تو اُن نتایج میں بھی تاویل نہیں ہوسکتی البتہ صرف اُن مقدمات میں تاویل ہوسکتی ہے -

چہارم یہہ کہ - جو مقدمات اُس میں بیان ہوے ہیں وہ صرف مشہور ہوں یا مظنون اور اُنپر یقین کرنا بھی لازمی نہ ٹھیرا ہو اور جو نتیجے اُنسے نکالے گئے ہیں وہ بطور مثال اُن نتیجوں کے ہوں جو مقصود ہیں ان میں تاویل کرنا خاص لوگوں کا کام ہے اور عام لوگوں کا فرض ہے کہ وہ بلا تاویل کے اُنکو ویسا ہی مانتے رہیں (انتہی مخلصاً)

ہمکو افسوس ہے کہ اس عالم مصنف نے اُن چاروں قسموں میں سے کسی قسم کی مثال نہیں دی جس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہہ صرف فرضی اور عقلی تقسیم ہے اور کوئی مثال شرع میں اسکے مناسب موجود نہیں ہے علاوہ اسکے نہایت خامی اس بیان میں یہہ ہے کہ قول شارع میں خواہ وہ آیت قرآن مجید کی ہو یا کوئی حدیث رسول کی اُس میں اس بات کا قرار دینے والا کون ہے کہ اُسکے مقدمات ایسے ہیں جن پر یقین کرنا ضروری ہے یا اُسکے برخلاف ہیں یا اُسکے نتیجے وہی بعینہا مقصود بالذات ہیں یا وہ تمثیل ہیں نتایج مقصودہ بالذات کی اگر اسکے قرار دینے والے بھی ما و شما ہوں تو یہہ تمام تقریر اور تقسیم فضول ہوجاتی ہے - اسلیئے کہ مثلاً زید نے شارع کے ایک قول کو جس قسم کا ٹھیرایا ہے لازم نہیں ہے کہ عمرو بھی اسکو اُسی قسم کا ٹھیراوے -

اسکے بعد ابن رشد فرماتے ہیں کہ آدمی تین قسم کے ہیں - ایک وہ ہیں جو مطلقاً تاویل کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے وہ تو خطبیون ہیں یعنی دل کو تسلی دینے والی باتوں پر یقین لانیوالے اور اسی قسم کے لوگ بہت کثرت سے ہیں - دوسرے جدلی ہیں جو بالطبع یا بطریق عادت مخالفانہ اور مخاصمانہ دلیلوں کے ٹوٹ جانیکے بعد یقین لاتے ہیں تیسرے اہل تاویل حقہ یقینیہ ہیں اور وہ برہانیوں صاحب علم و حکمت ہیں مگر برہانیوں جو تاویل کریں اُنکو اُن پہلی دو قسموں کے لوگوں کے سامنے بیان کرنا نہیں چاہیئے اور اگر یہ تاویلیں اُن لوگوں کے سامنے بیان کی جاویں جو اُسکے اہل نہیں ہیں تو بیان کرنیوالے اور سننے والے دونوں کو کفر تک پہونچا دیتی ہیں - کیونکہ تاویل کرنیوالے کا مقصود ظاہری معنوں کو باطل کرنے اور تاویلی معنوں کو ثابت کرنیکا

مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ

ہوتا ہے پس جب عام آدمیوں کے نزدیک جو صرف ظاہری بات کو سمجھ سکتے ہیں ظاہری معنی باطل ہو گئے اور تاویلی معنی اُسکے نزدیک ثابت نہ ہوے کیونکہ اُنکے سمجھنے کی اُسکو عقل نہ تھی پس اگر یہہ بات ایسے اقوال کی نسبت تھی جو اصول شرع میں داخل ہیں تو کفر تک نوبت پہونچ گئی۔ پس ابن رشد فرماتے ہیں کہ تاویلات کا عام لوگوں میں ظاہر کرنا یا عام لوگوں کی تعلیم کے لئے جو کتابیں ہیں اُن میں لکھنا نہیں چاہیئے اور اُنکو سمجھا دینا چاہیئے کہ یہہ خدا کی باتیں ہیں خدا ہی ان باتوں کی حقیقت خوب جانتا ہے۔ لایعلم تاویلہ الا اللہ۔ (انتہی ملخصًا)

اسکے بعد ابن رشد اسی قسم کی تاویلوں ہی کو عام لوگوں پر ظاہر کرنیکو منع نہیں فرماتے بلکہ ہر ایک چیز کی حقیقت کو جو عام لوگوں کے سوائے راسخین فی العلم کی سمجھ سے باہر ہے ظاہر کرنے کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اسی کی مانند جواب سوالات امور غامضہ کے ہیں جو جمہور کے سمجھنے کے لایق نہیں ہیں جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ان باتوں کو بھی غیر اہل پر بیان کرنیوالا کافر ہے کیونکہ وہ لوگوں کو کفر کی طرف بلاتا ہے خصوصًا جبکہ تاویلات فاسدہ اصول شریعت میں ہونے لگیں جیسے کہ ہمارے یعنی ابن رشد کے زمانہ میں لوگوں کو یہہ بیماری لگ گئی ہے (انتہی ملخصًا)

نتیجہ اس تقریر کا یہہ ہے کہ کوئی بات بھی شریعت کی جو بیان حقیقت یا تاویلات کی قسم سے ہو سوائے راسخین فی العلم کے کسی کے سامنے بیان نہ کی جاوے۔ جس قسم کے لوگوں کو ابن رشد نے راسخین فی العلم میں قرار دیا ہے اِس زمانہ میں تو ویسا شخص کوئی نہیں ہے بلکہ اگلے زمانہ میں بھی دو ایک کے سوا کوئی نہ تھا پس ضرورتًا لازم آتا ہے کہ تمام متعدم باتیں شریعت کی بطور ایک معما و چیستان یا مثل راز فریمیشن کے غیر معلوم رہنی چاہییں۔

اگر ہمارا مذہب اسلام ایسا ہو کہ اُسکے اصول لوگوں کو نہ سمجھا سکیں جو اُنکو سمجھنا چاہتے ہیں یا اُن لوگوں کی تشفی نہ کر سکیں جنکے دل میں شبہات پیدا ہوے ہیں بلکہ اُن سب کو اسپر مجبور کریں کہ اُن باتوں کو اسیطرح مان لو تو ہم اپنے مذہب کی صداقت فی نفسہ اور بمقابلہ دیگر مذاہب غیر حق کے کیونکر ثابت کر سکتے ہیں ایک عیسائی

جن و انس سے آگ ہیں

کہتا ہے کہ تثلیث کا مسئلہ کہ تین تین بھی ہیں اور ایک بھی ہیں ایک الٰہی مسئلہ ہے اُس پر بے سمجھے یقین کرنا چاہیئے پس اگر ہم مذہب اسلام کے بہت سے مسئلوں کی نسبت ایسا ہی کہنا قرار دیں تو کیا وجہ ہے کہ اُسکی تکذیب اور اسکی تصدیق کریں۔

ایک اور بات غور کے لائق ہے کہ جب کسی کے دل میں مذہب اسلام کے کسی مسئلہ کی نسبت شک پیدا ہوا خواہ وہ عالم ہو یا جاہل اور ہم اُسکی حقیقت یا تصریح یا تاویل بیان کر کے اُسکے دل کے شبہ کو توقع نہ کریں اور بعوض اُسکے کہیں کہ تم راسخین فی العلم میں نہیں ہو بلا تفتیش اسکو تسلیم کرو اور اُسی پر یقین رکھو تو اُسکا ایمان ایسا رہیگا جسکا اثر حلق سے نیچے نہ اُتریگا اُسکی زبان کہیگی ہاں اور دل کہیگا نہیں علاوہ اسکے یقین ایسی چیز نہیں کہ کسی کے کہدینے سے آجاوے بلکہ یقین ایک امر اضطراری ہے کہ جب تک وہ شبہ جس نے یقین میں خلل ڈالا ہے نہ مٹ جاوے یقین آہی نہیں سکتا۔

اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں عالم ہوں یا جاہل دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو دل سے تمام باتوں پر جو اسلام میں ہیں اور گو وہ کیسی ہی خلاف عقل اور خلاف سمجھ اور محال و ناممکن ہوں بلکہ خلاف واقع سب پر یقین رکھتے ہیں اس قسم کے لوگوں کے لئے کسی قسم کی دلیل کی ضرورت نہیں۔ دوسرے وہ جنکو اُن باتوں پر شبہ ہے یا اُنکا وقوع غیر ممکن سمجھتے ہیں یا اُنکے غلط ہونے پر صحیح یا غلط دلیلیں رکھتے ہیں بلا لحاظ اسبات کے کہ وہ منجملہ راسخین فی العلم ہیں یا نہیں اور عالم ہیں یا جاہل اُنکے سامنے ہر ایک چیز کی جو اسلام میں ہے اُسکی حقیقت اور ہر ایک امر قابل تاویل کی تاویل بیان کرنی فرض ہے اور جو اُسکے بیان کی قدرت رکھتا ہے اور بیان نہیں کرتا وہ کافر ہے اُسی دلیل سے جس دلیل سے کہ ابن رشد نے حقیقت بیان کرنیوالوں اور تاویل کی تصریح کرنیوالوں کو کافر بتایا ہے۔

ہم فرض کرلیں کہ اُن متشککین کو اسقدر لیاقت نہیں ہے کہ وہ اُن حقیقتوں اور تاویلوں کو سمجھیں مگر اتنی بات تو اُنپر ثابت ہو گی کہ اُسکے لئے دلیلیں اور اُسکی صداقت کے ثبوت کے لئے وجہیں اور اُسکی حقیقت کے لئے بیانات ہیں مگر ہم اُنکو سمجھ نہیں سکتے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اُنکے سمجھانے کا جو فرض ہم پر تھا اُسکو تو بلا شبہ ہم ادا کر دینگے۔ بہت لوگوں نے پیغمبروں کی نصیحتوں کو نہیں سمجھا مگر پیغمبر

كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا

اس خیال سے کہ وہ اُنکے سمجھنے کے لایق نہیں ہیں نصیحتوں کے سمجھانے سے باز نہیں رہے بلکہ طرح طرح سے سمجھایا اور کوشش کی کہ انکو اُنکے سمجھنے کے لایق کریں۔

اس خوف سے کہ ان لوگوں کے نزدیک جب ظاہری معنی باطل ہو جاوینگے اور اصل حقیقت یا تاویل کے سمجھنے کے لایق نہ ہونے کے سبب وہ اُسکو نہ سمجھینگے تو اصول شرع سے منکر ہو جاوینگے اور کفر تک نوبت پہونچاوینگے ہمکو حقیقت اور صداقت کے بیان سے باز رہنا نہیں چاہیے اگر یہہ الزام صحیح ہو (کما نسب بعض اخلائی الی) تو قرآن مجید بھی باایں ہمہ خوبی اس الزام سے بری نہیں رہ سکتا۔ خود خدا تعالی فرماتا ہے يضل به كثيرا ويهدي به كثيرا۔

تاویلات فاسدہ بھی اگر ہوں تو کچھہ نقصان نہیں پہونچا سکتیں اس لیے کہ جو چیز غلط ہے اُسکی غلطی بہت دیرپا نہیں ہو سکتی دوسروں کو اُسکی غلطی بیان کرنیکا اور غلط کو صحیح کرنیکا موقع ملتا ہے اور اگر وہ بیان ہی نہ کی جاویں تو سچ بات کے ظاہر ہونے کا موقع ہی نہیں ہوتا۔

ہاں یہہ بات سچ ہے کہ بہت سے حقایق ایسے ہیں جن پر انسان کو یقین کرنے کیلئے دلیل ہے مگر اُنکی حقیقت جاننا انسان کی فطرت سے خارج ہے مگر اس قسم کے حقایق ہمارے استدلال میں کچھہ نقص ڈالنے والے نہیں ہیں کیونکہ دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنکا جاننا یا سمجھنا انسان کی فطرت سے خارج ہے اور یہی عدم علم اُنکی معرفت کے لئے کمال معرفت ہے۔

اصل یہہ ہے کہ قدیم زمانہ میں جبکہ علما نے اس قسم کی رائیں لکھی ہیں علم ایک نہایت محدود فرقہ میں تھا جسکو وہ بجز اپنے خاص لوگوں کے اوروں میں شایع کرنا ہی پسند نہیں کرتے تھے اور تمام لوگ اعلی و ادنی علوم کے ادنی ادنی مسائل سے بھی بے بہرہ تھے اور اُنکے دل شبہات و تشکیکات سے پاک تھے اور یہی باعث ہوا کہ اُن علما نے ایسی رائے قایم کی تھی مگر وہ زمانہ گیا علوم و حکمت اب اسقدر عام ہو گئی کہ ایک بہت بڑا حصہ دنیا کا اُس سے واقف ہو گیا طفل دبستان بھی اپنے مکتب میں ارسطو اور افلاطون کی غلطیوں کا جہاں جہاں اُنہوں نے کی ہیں ذکر کرتا ہے ہزاروں آدمی ہر شہر و قصبہ میں ایسے موجود ہیں جو خود کچھہ نہیں جانتے مگر بہت سے مسائل علوم و حکمت کو سن سنکر اُنکے کان آشنا ہو گئے ہیں اور اکثر الناس وہ ہیں جنکے دل شبہات و تشکیکات سے ملوہیں

جب جب داخل ہوگی کوئی گروہ لعنت کریگی اپنی بہن کو

اس زمانہ میں جو ذی علم ہیں اُنکا ایمان بھی حلق کے نیچے تک نہیں ہے مونہہ سے کہتے ہیں کہ جو کچھ قرآن وحدیث میں آیا ہے اُسپر یقین کرنا چاہیئے مگر دل میں شبہات بھرے پڑے ہیں۔ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ یقین کرنے سے نہیں ہوتا بلکہ ہونے سے ہوتا ہے پس اب یہہ زمانہ ہے کہ جو کوئی بقدر اپنی طاقت کے اُن تمام حقایق اور تاویلات کو نہ کھولے اور لومۃ لائم سے نڈر ہوکر اگلے علما کی اُن غلطیوں کو جو بمقتضاے اُس زمانہ کے ناکمل علوم اور ناکمل تحقیقات کے حقائق کی بیان حقیقت اور قرآن مجید کی تفسیر میں راہ پاگئی ہیں عام طور سے سب کے سامنے بیان نہ کرے وہ اپنے فرض کے ادا کرنے سے قاصر ہے ومن یفعل فھو یودی حق اللہ وحق دینہ وحق اہل دینہ وقومہ واللہ المستعان۔

المسئلۃ الاولیٰ۔ ما الروح اھو جوہر ام عرض

اس امر کی تنقیح کو کہ روح کا وجود ہے یا نہیں ہمکو اوّلاً اجسام موجود فی العلم پر نظر کرنی چاہیئے پس جب ہم اُنپر غور کرتے ہیں تو ابتداے نظر میں اُنکو دو قسم کے پاتے ہیں۔

ایک بطور تھوے کے کہ وہ جہاں ہیں وہیں ہیں اپنی جگہہ سے حرکت نہیں کرسکتے ممکن ہے کہ وہ بے انتہا بڑے ہوجاویں اگر کوئی ایسا سبب جو اُنکے بڑے ہونیکو روکنے والا نہو۔ اس قسم کے اجسام صرف نہایت چھوٹے چھوٹے مشابہ اجزاسے بنے ہوے ہیں اور اُسکے ہر ایک جزو میں وہی اوصاف ہیں جو اُسکے کل میں ہیں جیسے پتھر اور لوہا۔ اگر اُن میں سے کوئی ٹکڑا توڑلیں تو اُس میں بھی وہی اوصاف ہونگے جو اُس کل میں ہیں۔ اور جبکہ وہ بالکل خالص بغیر کسی ملاوٹ کے ہو تو اُس میں ایک سی طرح کے پرت ہونگے۔

دوسری قسم کے اجسام ایسے ہیں کہ اُنکا جسم باختلاف اُنکی انواع کے ایک معین حد تک بڑا ہوتا ہی اور اُسکے اجزا غیر متشابہ اور مختلف الالوان ہوتے ہیں۔ اور اُن میں باریک باریک رگیں اندر سے خالی مثل نلی کے ہوتی ہیں جن میں بہنے والا مادہ پھرتا رہتا ہے اور اسی طرح الگ الگ پردے بھی ہوتے ہیں جنکے بیچ میں خالی جگہہ ہوتی ہے اور پھر کہیں اکٹھے ہوجاتے ہیں اور اس بنا جال کو اُس جسم کے اعضا کہتے ہیں اسلیے پہلی قسم کے اجسام کو اجسام غیر عضویہ اور دوسری قسم کے اجسام کو عضویہ کہتے ہیں۔

اجسام عضویہ میں پرت نہیں ہوتے اور اُسکا نمو اُسی قسم کی دوسری چیزوں سے ہوتا ہے اور جب وہ

حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ

جوان ہو جاتا ہے تو اُس میں مختلف طرح کا بیج پیدا ہوتا ہے۔

غیر عضوی جسم دفعتاً پیدا ہو جاتا ہے جسوقت اُسکا مادہ جمع ہو جاوے اور عضوی جسم رفتہ رفتہ نمو پاتا ہے اور جب اُسکے بیج کو بوؤ تو وہی جسم اُس سے پیدا ہوتا ہے جسکا بیج ہے اور بونیوالا جب زمین میں ڈالتا ہے تو جانتا ہے کہ وہ کب پھوٹیگا اور کب اُس میں مادہ چوسنے کی طاقت آویگی۔ اُسکے پتے اور ٹہنیاں ہوا میں سے بھی غذا لیتی رہتی ہیں جسکے سبب اُنکا قد بڑھتا ہے اور رنگ بدلتا جاتا ہے۔

اور ایک فرق ان دونوں جسموں میں یہ ہے کہ جسم عضویہ میں غذا اُنکے اعضا کے اندر جاتی ہے اور اندرونی غذا سے بیرونی جسم بڑھتا ہے اور جب تک یہہ قوت رہتی ہے نمو ہوتا رہتا ہے اور ایک زمانہ کے بعد اُس میں ضعف آجاتا ہے اور غذا کم ہو جاتی ہے اور نمو نہیں ہوتا اور آخر کار مر جاتا ہے عضوی جسم کی حالتیں علانیہ بدلتی رہتی ہیں۔ وہ پیدا ہوتا ہے پھر بڑھتا ہے پھر اُسکا بڑھنا موقوف ہو جاتا ہے پھر بڑھاپے کے سبب گھٹنے لگتا ہے پھر مر جاتا ہے۔

جسم غیر عضوی پیدا ہوتا ہے اجتماع مادہ سے اور وہ اسطرح بڑھتا ہے کہ اُسی قسم کے اور اجزاء مادی اُسکے اوپر کی سطح پر آکر جڑتے جاتے ہیں اور اجسام عضویہ کا نمو اندر سے ہوتا ہے اور جسم غیر عضوی کا حجم لا انتہا بڑھ جا سکتا ہے اگر کوئی امر مانع نہو اور جسم عضوی کا حجم ایک مقدار معین سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا۔

جسم عضوی اور غیر عضوی میں یہہ فرق بھی ہے کہ پہلے جسم میں مختلف قسم کا مادہ ہوتا ہے اور دوسری قسم میں صرف ایک قسم کا۔ اگرچہ اسکے سوا اور بھی اختلافات ہیں مگر مختصر طور پر مقدم اختلافات کو ذیل میں لکھتے ہیں۔

۱۔ اجسام عضوی کا وجود تناسل سے ہوتا ہے اور غیر عضوی کا یذب و اتحاد سے۔

۲۔ بقاء اجسام عضوی کا محدود ہے اور غیر عضوی کا محدود نہیں۔

۳۔ اجسام عضوی کے اجزا کروی شکل پر ہوتے ہیں اور غیر عضوی کے زاویہ کے طور پر۔

۴۔ نمو اجسام عضوی کا منحصر ہے غذا کے اندر جانے پر اور وہ نمو اندر سے باہر کو ہوتا ہے اور غیر عضوی کا اسکے برخلاف ہے اُنکا حجم باہر سے اجزا مل جانے سے بڑا ہو جاتا ہے۔

۵۔ بناوٹ جسم عضوی کی مختلف اجزا سے ہوتی ہے اور جسم غیر عضوی کے اجزا متحد الصفت ہے۔

یہاں تک کہ جب مل جاوینگے سب اُس میں تو کہیگی پچھلی اپنی پہلیوں کو

۱۔ جسم عضوی کی ترکیب اجزا متضاعفہ متحرکہ سے ہوتی ہے اور غیر عضوی کی بسیط سے۔
اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اجسام غیر عضوی میں تمام معدنیات مثل نمک اور پتھر وغیرہ کے اور مٹی کے داخل ہیں اور اجسام عضویہ ہیں نباتات اور حیوانات۔
مگر نباتات و حیوانات میں جو فرق ہے وہ بہت ظاہر ہے۔ حیوانات کی بناوٹ میں نباتات کی بناوٹ سے تضاعفات بہت زیادہ ہیں اور حیوان متحرک ہے ایک جگہہ سے دوسری جگہہ جا سکتا ہے اور وہ مدرک ہے اور ذی اختیار ہے کہ جس کام کو چاہے کرے اور جسکو چاہے نہ کرے اور اُس میں حواس مخصوصہ ہیں کہ اُنکے سبب آواز کو بوؤں کو مزے کو چھونیکو جانتا ہے اور غذا اُسکے پیٹ میں جاتی ہے اور بالتخصیص اُسکے پیٹ میں ایک ایسی ہنڈیا ہے جو غذا کو اسطرح پکا دیتی ہے کہ اعضا کے تغذیہ اور نمو کے لایق ہو جاتی ہے۔
نباتات اُسکے برخلاف ہیں وہ جہاں بویا ہے وہاں سے دوسری جگہہ نہیں چل سکتا اُس میں حرکت کرنیکی قوت نہیں ہے اور نہ اُس میں اختیار ہے وہ اپنی جڑوں کے ذریعہ سے جو زمین میں ہیں اور ٹہنیوں اور پتوں کے ذریعہ سے جو ہوا میں ہیں غذا کو جذب کر لیتا ہے اُس میں کوئی ہنڈیا غذا پکانے کی نہیں ہے بلکہ جو غذا اُس میں جاتی ہے اسیوقت غذا کے قابل ہوتی ہے۔
نباتات و حیوانات میں بہت بڑا اختلاف یہ ہے کہ حیوان میں پٹھوں کا بھی ایک سلسلہ ہے اور نباتات میں نہیں ہے اور یہی اعصاب جبکہ حیوانات میں ایک مرکز سے تعلق رکھتے ہیں اس سبب سے حیوان میں قابلیت احساس ہوتی ہے اور یہ بات نباتات میں نہیں پائی جاتی۔ علاوہ اسکے حیوانات میں اور بھی جھلیاں اور پردے اور پے اور عضلے اس قسم کے ہوتے ہیں جو نباتات میں نہیں ہوتے۔
ایک عمدہ فرق دونوں میں یہ ہے کہ حیوانات کی غذا اجسام عضوی سے ہوتی ہے اور نباتات کی غذا اجسام غیر عضوی سے جیسے پانی اور ہوائیں اور نمک۔ نباتات کے بننے کا مادہ دراصل ایک کسیلا مادہ ہوتا ہے اور تحلیل کیمیاوی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مرکب ہے کاربون اور ہیڈروجن اور اوکسیجن سے یہ تینوں ایک ہوائی سیّال عنصر ہیں اور نباتات میں نوٹریجن نہیں ہے جسکو ازوٹ بھی کہتے ہیں مگر حیوانات میں ہے اور یہ بھی ایک ہوائی سیال جسم ہے مگر اسکی یہ خاصیت ہے کہ اگر کسی جگہہ صرف نوٹریجن بھری ہو اور وہاں آدمی جاوے

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ

تو فی الفور مرجاتا ہے جیسا کہ غلہ کی کھتی میں یا کسی پرانی اندھے کنوئیں میں دفعتاً اُترنے سے آدمی مرجاتے ہیں

یہہ تمام امور جو ہم نے بیان کئے ہیں امور محققہ میں سے ہیں جو علم زوالوجی یعنی علم الحیوانات اور علم کمسٹری یعنی علم کیمیا میں بخوبی ثابت ہیں مگر جو فرق کہ جسم نباتی اور جسم حیوانی میں اوپر بیان ہوا ہے اُسپر ہم زیادہ غور کرنا چاہتے ہیں ہمکو بالتخصیص اسبات پر غور کرنا ہے کہ حیوانات میں جو حرکت اور ارادہ اور اختیار اور ادراک اور خیال اور ایک قوت نتیجہ نکالنے کی ہے اُسکا کیا سبب ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نباتات کے جسم کے مادہ میں تین عنصر ہیں کاربون۔ اکسیجن۔ ہیڈروجن اور حیوانات کے جسم کے مادہ میں ایک چوتھا عنصر نوٹریجن بھی ہے مگر یہہ تمام عنصر اُنکے جسم کی بناوٹ کا مادہ ہیں اُس سے یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اُن افعال کے بھی باعث ہیں جو حیوانات سے بالتخصیص علاقہ رکھتے ہیں اور جن پر ہم غور کرنا چاہتے ہیں کمسٹری سے ثابت ہوا ہے کہ نوٹریجن میں کچھ کیمیاوی قوت نہیں ہے اور نہ وہ معاون زندگی ہے صرف اتنی بات ہے کہ جانوروں کے گوشت کے ریشوں میں پائی جاتی ہے۔

یہہ سچ ہے کہ حیوانات کے اعضا میں ایک ایسا عضو ہے جو غذا کو اسطرح پکا دیتا ہے کہ اعضا کے تغذیہ اور نمو کے لایق ہوجاوے نباتات میں ایسا کوئی عضو نہیں ہے اور اسکی وجہ ظاہر ہے کہ نباتات اپنی جڑ کے ریشوں سے اور اُسکے پتے اور ٹہنیاں ہوا سے وہی مادہ جذب کرتے ہیں جو غذا و نمو کے لایق ہے اور اسلئے اُن میں کسی ایسے عضو کے ہونیکی ضرورت نہیں برخلاف حیوانات کے کہ وہ ایسی غذا کھاتے ہیں جن میں علاوہ مادہ تغذی و نمو کے اور فضول مادہ بھی شامل ہوتا ہے اور اس لئے ایسا ایک عضو بنایا گیا ہے جو مادہ تغذی و نمو کو فضول مادہ سے جدا کردے مگر اُسکے جدا ہوجانے کے بعد حیوان کی وہی حالت ہوتی ہے جو نباتات کی شروع تغذیہ میں تھی اور اسلئے یہ تصور نہیں ہوسکتا کہ حیوان میں اُس عضو کا ہونا اُن افعال کا باعث ہے جو بالتخصیص حیوانات سے علاقہ رکھتے ہیں۔

حیوانات کے جسم کی بناوٹ میں ایک بہت بڑا نسا جال اعصاب کا ہے جسکا مرجع ایک مرکز عام یعنی دماغ کی طرف ہے اور وہ تمام افعال حیوانات کے جن پر ہم غور کرنا چاہتے ہیں اسی کیطرف

اے پروردگا ہمارے اُنہوں نے ہمکو گمراہ کیا تھا پھر دے اُنکو دوگنا عذاب آگ سے

منسوب کئے جاتے ہیں لیکن یہ افعال اُن سے صرف بحیثیت اُنکے اعضا ہونیکے تو منسوب نہیں ہو سکتے اور نہ صرف بحیثیت اُنکے مادہ کے کیونکہ تمام جسم حیوانات میں وہی عناصر موجود ہیں مگر مختلف ترکیب پانے سے مختلف مادہ اور مختلف صورت پیدا ہوئی ہے پس صرف بحیثیت مادہ جو اختلاط عناصر سے پیدا ہوتا ہے وہ افعال منسوب نہیں ہو سکتے۔

اب ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ عناصر یعنی کاربون اکسیجن ہیڈروجن نوٹریجن کی ترکیب سے کیا حالت پیدا ہو سکتی ہے۔ عناصر آپس میں ملکر ایک دوسری صورت کا جسم پیدا کر لیتے ہیں مثلاً جب اکسیجن اور ہیڈروجن مقدار معینہ سے باہم مل جاویں تو ایک دوسری صورت کا جسم رقیق سیال پیدا ہو جاتا ہے جسکو پانی کہتے ہیں مگر اُس میں کوئی ایسی صفت جو مادہ کی حیثیت سے بڑہ کر ہو پیدا نہیں ہوتی۔ عناصر کی ترکیب سے ایک جسم غیر میں یا اُسی جسم میں جو اُن عناصر سے بنا ہے حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور جب تک وہ ترکیب قایم رہے وہ حرارت بھی قایم رہتی ہے عناصر کی ترکیب سے جسم میں ایک خاص قسم کا مادہ کی یا دوسرے جسم کے جذب کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے جیسے کہ مقناطیس میں لوہے کی کشش اور نباتات وحیوانات میں دیگر اقسام کے عناصر اور مادہ کے جذب کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ عناصر کی ترکیب سے ایک ایسا جسم پیدا ہو جاتا ہے جو جوش میں (یعنی متحرک) رہے یعنی خود اُسی کے اجزا حرکت میں رہیں جب تک کہ وہ ترکیب اُس میں باقی رہے جیسے کہ تیزابوں کے ساتھ دوسری چیزوں کے ملانے سے پیدا ہوتی ہے۔ عناصر کی ترکیب سے ایک قوت مخفیہ جو اجسام میں ہے ظاہر ہو جاتی ہے اور دیگر اجسام سے جذب کر کے ایک جگہہ آتی ہے جیسے کہ اعمال برقی سے ظہور اور اجتماع برق کا ہوتا ہے۔ ترکیب عناصر سے یا اُن اجسام کی ترکیب سے جو عناصر سے بنے ہوے ہیں ایک جسم ہوائی سیال پیدا ہوتا ہے جو دکہائی بھی دیتا ہے اور کبھی ایسا لطیف ہوتا ہے جو دکہائی بھی نہیں دیتا۔

اکثر اطبا اور حکما کا یہہ خیال ہے کہ جسم حیوانی میں جو ترکیب عناصر سے بنا ہے اور جس میں مختلف قسم کے اعضا ہیں اُس ترکیب کے سبب ایک جسم ہوائی پیدا ہوا ہے جو باعث تفہیج ہے جو سبب ہے حیوانات میں ارادہ پیدا ہونے کا اور ترکیب اعضا سے حرکت کے ظہور میں آنیکا اور یہی جسم سیال

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

ہوائی باعث ہے انسان کی زندگی کا اور اسی کو بعضوں نے روح حیوانی اور بعضوں نے مطلق روح اور بعضوں نے نسمہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور نتیجہ اس کا یہہ سمجھا ہے کہ جب ترکیب جسم حیوانی کی اس جسم سیال کے قایم رہنے کے قابل نہیں رہتی تو وہ حالت موت سے تعبیر کیجاتی ہے اور اسکا صریح نتیجہ یہہ ہے کہ جسم کے معدوم ہونے یا اُسکی حالت قابل قایم رکھنے اُس جسم سیال کے معدوم ہونیکے ساتھ وہ جسم سیال بھی معدوم ہوجاتا ہے یعنی وہ روح بھی فنا ہوجاتی ہے۔

مگر ہم کو اس میں یہہ کلام ہے کہ تمام آثار جو ترکیب عناصر سے پیدا ہوتے ہیں وہ سب یکسان ہوتے ہیں مثلاً مقناطیس اُس میں بسبب ترکیب عناصر کے لوہے کی جذب کی قوت پیدا ہوئی ہے تو اب یہہ نہیں ہوسکتا کہ کبھی وہ اُسکو جذب کرے اور کبھی جذب نہ کرے۔ یا جب ہم نے ایسے عناصر کو یا اجسام مرکبہ عناصر کو آپس میں ترکیب دیا جو برق کے مہیج ہیں تو یہہ نہیں ہوسکتا کہ کبھی برق مہیج ہو اور کبھی نہو۔ یا اجسام نباتی جبکہ وہ اپنی ٹھیک حالت میں ہیں اُن سے یہہ نہیں ہوسکتا کہ مادہ غذائی کو اپنی جڑوں اور ٹہنیوں اور پتوں سے جب چاہیں جذب کریں اور جب چاہیں جذب نہ کریں غرضکہ جو آثار جس جسم میں بوجہہ ترکیب عناصر پیدا ہوتے ہیں وہ آثار اُس جسم سے کبھی منفک نہیں ہوتے اور اُس جسم کے اختیار میں یہہ بات نہیں ہوتی کہ جب چاہے اُن آثار کو ظاہر ہونے دے اور جب چاہے اُنکو ظاہر نہ ہونے دے۔

اسکا ثبوت زیادہ تر اُس قسم کی نباتات پر غور کرنے سے بخوبی حاصل ہوتا ہے جسکو جاندار نبات خیال کیا جاتا ہے۔ ایک درخت جو چھوئی موئی یا لجائی کے نام سے مشہور ہے صرف چھونے سے اُسکے پتے سکڑ جاتے ہیں اور ٹہنی گر پڑتی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر پتے کشادہ اور ٹہنی اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ امریکا میں ایک اور درخت پایا گیا ہے جسکو ندبسنہ کہتے ہیں اُسکے پھول کی پنکھڑیوں پر جب مکھی یا بھنگا آکر بیٹھتا ہے تو پنکھڑیاں بند ہوجاتی ہیں اور اُس جانور کو پکڑ لیتی ہیں یہانتک کہ وہ مرجاتا ہے مگر اُن سے یہہ کبھی نہیں ہوتا کہ اُسکو چھوئیں اور پتے نہ سکڑیں اور ٹہنی نہ گرے یا مکھی اور بھنگا اُس پھول کی پنکھڑی پر بیٹھے اور وہ اُسکو نہ پکڑلے۔

بعض پانی کی نباتات ایسی معلوم ہوئی ہیں جن پر شبہہ حرکت ارادی کا پیدا ہوتا ہے چنانچہ ایک قسم کی

(خدا) کہیگا ہر ایک کیلئے دوگنا ہے ولیکن تم نہیں جانتے (۳۶)

نبات تاگے کی مانند ہے وہ ایک دوسرے سے ملنے کو حرکت کرتی ہے تاکہ اُنکے ملنے سے پیدایش اُنکی ہو مگر یہہ کیفیت صرف قوت جاذبہ سے بھی پیدا ہوتی ہے اُسپر حرکت ارادی کا اطلاق نہایت مشتبہ ہے خصوصاً جبکہ وہ پانی پر تیرتی ہیں۔

پانی میں پیدا ہونیوالی ایک اور نبات ہے جب وہ اُس نبات سے جس سے پیدا ہوتی ہے علاحدہ ہوتی ہے تو اور نبات کے پیدا کرنے پر مستعد رہتی ہے اور متحرک رہتی ہے اور جب اُس میں قوت حرکت و نموجاتی رہتی ہے تو اُس میں سے اُسی قسم کی نبات پیدا ہوتی ہے مگر نہایت مشتبہ ہے کہ اُسکی حرکت کو حرکت ارادی تصور کیا جاوے۔ اجتماع اور ترکیب عناصر سے تحرک پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا اور جبکہ وہ جسم پانی پر ہو تو اُسکا تحرک اُسکو ایک مقام سے دوسرے مقام پر بھی لیجا سکتا ہے مگر اُسپر حرکت ارادی کا اطلاق یقینی طور پر نہیں ہو سکتا۔

حیوان کے بعض افعال ایسے ہیں جو صرف ترکیب عناصر کا نتیجہ نہیں ہو سکتے مثلاً ارادہ اور اختیار کہ جس کام کو چاہے کرے اور جس کام کو چاہے نہ کرے اگر کسی کام کے کرنیکا ارادہ صرف نتیجہ ترکیب عناصر کا ہوتا تو اُسکا کرنا امر طبعی ہوتا اور اس لئے اُسکا نہ کرنا امر خلاف طبع ہوتا جسکا محال ہونا بدیہی ہے۔ علاوہ اسکے حیوانات میں بہت سے ایسے انکشافات ہیں جنکا صرف ترکیب عناصر سے ہونا ناممکن ہے مثلاً حیوان کی آنکھہ کا ترکیب عناصر اور ترتیب طبقات سے بنا اور اُس میں اُن چیزوں کی صورت کا جو اُسکے سامنے ہوں شعاع کے سبب منقش ہونا یقینی امر ہے مگر اُسکا اُن اشیا کو پہچاننا اور دوست و دشمن میں تمیز کرنا صرف ترکیب عناصر سے نہیں ہو سکتا۔ علاوہ اسکے خیال ایک ایسا امر ہے کہ کوئی دلیل اور کوئی ترکیب کیمیاوی کا اصول اس بات پر قایم نہیں ہو سکتا کہ صرف عناصر کی ترکیب کیمیاوی کا وہ نتیجہ ہے بلاشبہہ صانع نے اُن کاموں کی جدا جدا اعضا بنائے ہیں جو عناصر کی ترکیب کیمیاوی سے بنے ہیں مگر کوئی دلیل نہیں ہے کہ صرف وہی علت تمام اُن امور کے ہیں۔ غرضکہ یہہ سب امور جنکو ہم ایک مختصر لفظ تعقل سے تعبیر کرتے ہیں صرف ترکیب کیمیاوی عناصر کا نتیجہ نہیں ہے۔

ہم عناصر میں فرداً فرداً کوئی ایسے آثار نہیں پاتے جس سے یہہ امر ثابت ہو کہ عناصر میں تعقل اور

وَقَالَتْ اُوْلٰهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ

اختیار ہے اور جب اُن میں یہہ صفت حالت انفراد میں نہیں ہے تو حالت ترکیب میں بھی وہ صفت اُنسے پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ اختیار اور عدم اختیار دو مخالف صفتیں ہیں اور جو صفت کہ اجزا میں نہیں ہے تو اُس چیز کہ مرکب ہو اُس میں بھی نہیں ہوسکتی یعنی کوئی جنس جو غیر جنس طبیعت اجزا ہو وہ اُس شے میں جو اُن اجزا سے مرکب ہے حاصل نہیں ہوتی۔

جبکہ ہم اِس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ بہت سے افعال حیوانات کے ایسے ہیں جو صرف عناصر معلومہ کی ترکیب کا نتیجہ نہیں ہیں تو ہمکو ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حیوان میں کوئی اور ایسی شے ہے جو تعقل کا باعث ہے اور اس نتیجہ پر ہم لازمی طور پر پہونچتے ہیں اور اس لئے حیوانات میں اُس شے کے ہونے کا لازمی طور پر یقین کرتے ہیں اور اُسی شے کو جو وہ ہو ہم روح کہتے ہیں۔

اب یہہ سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے مگر اس سوال کا جواب انسان کی فطرت سے باہر ہے انسان کی فطرت صرف اسقدر ہے کہ وہ اشیا کے وجود کو ثابت کرسکتا ہے خواہ وہ اشیا محسوس ہوں یا غیر محسوس مگر اُنکی حقیقت کا جاننا اُسکی فطرت سے خارج ہے کسی شے کی بھی حقیقت انسان نہیں جانتا اُن اشیا کی بھی حقیقت نہیں جانتا جو ہر دم اُسکے سامنے یا اُسکے استعمال میں ہیں مثلاً پانی انسان یہہ ثابت کرسکتا ہے کہ پانی موجود ہے مگر اُسکی حقیقت نہیں بتا سکتا زیادہ سے زیادہ یہہ کہ اُسکے اجزا کی اگر تجھیں ہوں تشریح کرسکتا ہے اور پھر اُن اجزا کی حقیقت نہیں بیان کرسکتا وہ کہہ سکتا ہے کہ پانی میں آکسیجن اور ہیڈروجن ہے جب پوچھو کہ آکسیجن اور ہیڈروجن کیا چیز ہے تو اُسکی حقیقت نہیں بتا سکتا پس جبکہ انسان اُن چیزوں کی حقیقت نہیں جان سکتا جو اسقدر عام ہیں اگر وہ روح کی ماہیت بھی بعد اسکے کہ اُسکے وجود کو ثابت کرچکا ہے نہیں بیان کرسکتا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

جو چیز کہ ہمارے تجربہ سے خارج ہے جیسے کہ روح اُسکی نسبت بجز اسکے کہ دلیل یا قیاس سے کوئی امر کہیں حسب مقتضائے فطرت انسانی اور کچھہ کر نہیں سکتے مگر جب ہمکو اُسکا وجود حیوانات میں ثابت ہوا ہے اور وہ ایسا وجود ہے کہ جس سے تمام افعال جو حیوانی افعال میں اعلیٰ ترین افعال بلکہ مخصوص بالحیوانات ہیں اُسی کے سبب سے ہیں تو ہمکو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ضرور ہے کہ وہ ایک شے الطف اور جوہر قایم بالذات ہو اور

اور کہینگے اُن میں کے پہلی اپنے دوسری کو

اسی لئے ہم روح کو ایک جسم لطیف جوہر قایم بالذات تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمکو یہہ بات ثابت نہیں ہوئی ہے کہ کوئی اور جسم بطور جوہر کے موجود ہے اور روح اُسکے ساتھ قایم ہے بلکہ ہمکو صرف روح کا وجود ثابت ہوا ہے بغیر وجود کسی دوسرے وجود کے اور اسلئے لازم ہے کہ اُسکو جوہر تسلیم کیا جاوی نہ عرض مذہب اسلام نے روح کا موجود ہونا بیان کیا مگر اُسکی حقیقت بیان نہیں کی خدا تعالیٰ کے اس قول کی نسبت کہ "قل الروح من امر ربی" علماء نے دو قسم کی گفتگو کی ہے بعضوں کی راے ہے کہ حقیقت روح سے بحث کرنا جائز نہیں رکھا گیا ہے اور بعضوں کی یہ راے ہے کہ روح کے قدیم یا حادث یعنی مخلوق ہونے کی نسبت جو مباحثہ تھا اُسکا جواب ہے۔ بہرحال اُس سے کوئی مطلب سمجھا جاوے مگر جو تفصیل کہ ہمنے اوپر بیان کی اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت روح کا جاننا بلکہ ہر ایک شے کی حقیقت کا جاننا فطرت انسانی سے خارج ہے۔ قرآن مجید تمام اُن چیزوں کی حقیقت کے بیان سے جنکا جاننا فطرت انسانی سے خارج ہے انکار کرتا ہے اسیطرح حقیقت روح کو بھی بیان نہیں کیا۔ عام چیزوں کی نسبت کثرت استعمال و مشاہدہ کے باعث لوگوں کا خیال کمتر رجوع ہوتا ہی حالانکہ وہ اُن عام چیزوں کی حقیقت بھی کچھ نہیں جانتے اگر وہ لوگ جنہوں نے روح کی نسبت سوال کیا تھا پانی اور مٹی کی نسبت سوال کرتے تو خدا تعالیٰ یہی فرماتا کہ یسئلونک عن الماء والطین قل الماء والطین من امر ربی غرضکہ ماہیت اشیا کا جاننا انسانی فطرت سے خارج ہے۔

جبکہ ہم روح کو ایک جوہر تسلیم کرتے ہیں تو اُس کے مادی یا غیر مادی ہونے پر بحث پیش آتی ہی مگر جبکہ ہم کو اُس کی ماہیت کا جاننا ناممکن ہے تو درحقیقت یہ قرار دینا بھی کہ وہ مادی ہے یا غیر مادی ناممکن ہے دنیا میں بہت سی چیزیں موجود ہیں جو باوجود اس کے کہ وہ محسوس بھی ہوتی ہیں اور اُنکے مادی یا غیر مادی ہونے کی نسبت فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ مثلاً ہم ایک شیشہ کے پہیے کے ذریعہ سے الکٹرسٹی یعنی بجلی نکالتے ہیں اور وہ نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور ٹھوس اجسام میں سرایت کرجاتی ہے انسان کے بدن سے گذر جاتی ہے بعض ترکیبوں سے ایک بوتل میں یا انسان کے بدن میں محبوس ہو جاتی ہی بعض ٹھوس اجسام ایسے ہیں جن میں نفوذ نہیں کرسکتی مگر اُسکی ماہیت کا اور یہہ کہ وہ شے مادی ہے یا غیر مادی تصفیہ

فماکان لکم علینا

نہیں ہوسکتا طرفین کی دلیلیں شبہ سے خالی نہیں یہی حال روح کے مادی یا غیر مادی قرار دینے کا ہے
لیکن اگر وہ کسی قسم کے مادہ کی ہو یا ہم اُسکو کسی قسم کی مادی تسلیم کریں تو کوئی نقصان یا مشکل پیش نہیں
آتی البتہ اسقدر ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ جن اقسام مادوں سے ہم واقف ہیں اُسکا مادہ اُن اقسام کے
مادوں سے نہیں ہے کیونکہ اُن سے منفرداً یا مجموعاً اُن افعال کا صادر ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے جو افعال
کہ روح سے صادر ہوتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ تمام حیوانات میں بسبب اختلاط اخلاط کو
قلب میں بخار لطیف پیدا ہوتا ہے جس کو حرارت غریزی کہتے ہیں اُسی سے حیوان کی زندگی ہے
جب تک وہ پیدا ہوتا رہتا ہے حیوان زندہ رہتا ہے جب اُس کا پیدا ہونا بند ہوجاتا ہے حیوان مرجاتا
ہے اُس کی مثال ایسی ہے جیسے گلاب کے پھول میں نمی یا کوئلے میں آگ (اس زمانہ کے موافق ٹھیک
مثال یہ ہے کہ جیسے اجسام میں الکٹرسٹی) مگر یہ بخار متولدہ من الاخلاط روح نہیں ہے۔ بلکہ یہ بخار
جسکو وہ نسمہ قرار دیتے ہیں روح کا مرکب ہے اور روح کو اُس سے متعلق ہونے کے لئے مادہ ہے۔
پس روح اس نسمہ سے متعلق ہوتی ہے اور بذریعہ اس نسمہ کے جسم سے۔

اس دعویٰ کی دلیل وہ یہ لاتے ہیں کہ ہم ایک بچہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہوتا ہے اور بڈھا ہوتا ہے
اور اُسکے بدن کے اخلاط اور وہ روح یعنی نسمہ جو ان اخلاط سے پیدا ہوتی ہے ہزاروں دفعہ بدلتے رہتے ہیں
وہ بچہ چھوٹا ہوتا ہے پھر بڑا ہوجاتا ہے کبھی گورا رنگ نکلتا ہے کبھی کالا پڑجاتا ہے۔ جاہل ہوتا ہے
پھر عالم ہوجاتا ہے اسیطرح بہت سے اوصاف بدلتے رہتے ہیں مگر وہ وہی رہتا ہے جو تھا۔ اگر
کسی شخص میں ہم اُن اوصاف کے بقا کا یقین نہ کریں تو بھی اُس شخص کے بقا کا یقین کرتے ہیں پس
وہ شخص اُسکے سوا ہے۔ اور جو چیز کہ اُسکے سبب سے یہ سب وہ نہ وہ روح ہے یعنی نسمہ اور نہ یہ بدن
ہے اور نہ یہ تشخصات ہیں جو ابتداءً خیال میں آتے ہیں بلکہ وہ حقیقی روح ہے۔ وہ چھوٹے کے ساتھ بھی
اسی طرح ہے جیسے کہ بڑے کے ساتھ ہے کالے کے ساتھ بھی اسی طرح ہے جس طرح کہ گورے کے ساتھ ہے انتہیٰ
ملخصاً۔ غرضکہ جسقدر غور کیجاوے حیوان میں علاوہ عناصر مرکبہ کے اور جو نتیجہ اُس ترکیب سے حاصل ہوتا ہے

پھر کیا تھی تمہارے لئے ہم پر

ایک اور شے بھی پائی جاتی ہے جس سے ارادہ اور تعقل اور ایجاد اور ترقی مراتب تعقل میں صادر ہوتی ہے اور اُسی شے کو ہم روح کہتے ہیں۔

المسئلۃ الثانیۃ

روح الانسان وسائر الحیوانات من جنس واحد

بیشک میں اس بات کا قائل ہوں کہ انسان میں اور تمام حیوانات میں ایک ہی سی روح ہے انسان میں بھی بسبب ترکیب اخلاط کے ایک قسم کی روح حیوانی پیدا ہوتی ہے جسکو نسمہ سے تعبیر کیا ہے اور روح حقیقی جو بالحن فیہ ہے اُس سے متعلق ہوتی ہے۔ اسی طرح تمام حیوانات میں بھی ترکیب اخلاط سے روح حیوانی پیدا ہوتی ہے۔ ہم حیوانات میں بھی تعقل اور ارادہ پاتے ہیں پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اُن میں بھی روح کا ہونا تسلیم نکریں۔ اور کوئی دلیل ہمارے پاس ایسی نہیں ہے جس سے ہم انسان کی روح کو اور جنس سے اور حیوانات کی روح کو اور جنس سے قرار دے سکیں۔ اور اس لئے ہم انسان میں اور حیوانات میں ایک ہی جنس کی روح کے ہونیکو تسلیم کرتے ہیں۔

المسئلۃ الثالثۃ

لم لا یصدر من سائر الحیوانات ما یصدر من الانسان ولم احد ھما مکلف والاخر غیر مکلف

جبکہ ہم نے روح کو سبب تعقل وارادہ تسلیم کیا ہے تو اُس سے ضرور لازم آتا ہے کہ روح فی نفسہ مدرک وذی ارادہ اور مصدر افعال ہے مگر یہہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ جبکہ وہ مجرد نسمہ سے اور نسمہ مجرد جسم سے تب بھی اُس سے افعال صادر ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم کسی درخت کے تخم کو خیال کریں کہ اُس میں بلاشبہہ مادہ ٹہنیوں اور پتیوں اور پھلوں کا موجود ہے مگر حالت موجودہ میں اُس سے کوئی چیز حاصل نہیں ہوسکتی اسی طرح روح میں تعقل اور ارادہ موجود ہے الا جب تک کہ اُسکا تعلق نسمہ سے اور نسمہ کا تعلق بدن سے نہ ہو اُس سے وہ افعال صادر نہیں ہوسکتے۔ صدور افعال کیلیے جسم کی ضرورت ہو پس اُس جسم کی جس قسم کی بناوٹ ہوگی اُسی قسم کے افعال اُس سے صادر ہونگے۔ اس کی مثال بعینہ ایسی ہے

مِن فَضلِ

جیسے دخان اور دخانی کل۔ دخانی کل کے تمام پرزوں کو حرکت دینے والی صرف ایک چیز ہے یعنی * دخان مگر جس قسم کے پرزے بنائے گئے ہیں اُسی قسم کے افعال اُن سے صادر ہوتے ہیں۔ اسی طرح گو انسان اور حیوان میں ایک جنس کی روح ہے مگر ہر ایک سے بمقتضائے اُسکی صورت نوعیہ کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ انسان کے اعضا کی بناوٹ میں بھی ایک دوسرے سے کچھ فرق ہے اور یہی سبب ہے کہ بعض انسانوں سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو دوسرے سے صادر ہونے ممکن نہیں ہیں۔ ایک کی آواز نہایت دلکش ہے دوسرے کی نہایت معیب نہ وہ اپنی آواز کو معیب کر سکتا ہے اور نہ یہ اپنی آواز کو دلکش بنا سکتا ہے۔ ایک کے دماغ کی بناوٹ علوم دقیقہ کے ایجاد کرنیکے لایق ہے دوسرے کے دماغ کی بناوٹ عام بات کے سمجھنے کے بھی لایق نہیں۔ پس روح سے افعال مطابق بناوٹ اُس جسم کے صادر ہوتے ہیں جس سے وہ متعلق ہے اور یہی سبب ہے کہ جو کچھ انسان کر سکتا ہے وہ حیوان نہیں کر سکتے بلکہ بہت سے ایسے امر ہیں کہ ایک انسان کر سکتا ہے دوسرا انسان نہیں کر سکتا اور جو حیوان کر سکتا ہے وہ انسان نہیں کر سکتا۔ پس یہ تفاوت اُن آلات کا ہے جن کے وسیلہ سے افعال روح کے صادر ہوتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حیوانات کی بناوٹ اس قسم کی ہے کہ اُس سے نہایت محدود افعال صادر ہو سکتے ہیں اور وہ بھی اکثر ایسے ہیں جو اُنکی زندگی کے لئے ضرور ہیں اور اُس تمام نوع کے ایک ہی قسم کے افعال ہوتے ہیں اور قریباً وہ سب افعال ایسے ہوتے ہیں کہ بلا تعلیم و اکتساب اُن کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ اُن سے کوئی افعال ایسے صادر نہیں ہو سکتے جن سے روح کی ترقی یا تنزل کو کچھ تعلق ہو اور اُن سے روح کو اکتساب سعادت یا شقاوت حاصل ہو اور اسی سبب سے وہ مکلف نہیں ہیں برخلاف انسان کے کہ اُسکی بناوٹ ایسی ہے جس سے افعال غیر محدود صادر ہو سکتے ہیں اُن میں ترقی ہو سکتی ہے اُن میں تنزل آجاتا ہے ایک انسان سے کسی قسم کے ایک سی قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں وہ علوم عقلیہ اور الٰہیہ کا انکشاف کر سکتا ہے اُسکے ادراکات اور انکشافات کی کوئی حد نہیں ہے اُس سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو روح

* دخان کے لفظ کا استعمال اس جگہ صحیح نہیں ہے بلکہ بھاپ کا استعمال زیادہ مناسب تھا مگر چونکہ عموماً دخانی کل عام لوگوں میں مشہور ہے اس لیے اُسی لفظ کا استعمال کیا ہے۔

فضیلت

کے لئے باعث اکتساب سعادت یا شقاوت ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ مکلف ہے۔

المسئلۃ الرابعۃ

ان للروح اکتساب سعادۃ وشقاوۃ

یہ مسئلہ بلاشبہہ نہایت دقیق مسئلہ ہے اسکے ثبوت کے لئے عینی دلیل کا ہونا قانون قدرت کے برخلاف ہے مگر اُسکے لئے ایسی قیاسی دلیلیں موجود ہیں جو اس بات پر یقین دلاسکتی ہیں کہ روح سعادت یا شقاوت کا اکتساب کرتی ہے۔

یہہ امر تسلیم ہو چکا ہے کہ تعقل اور ارادہ روح کا خاصہ ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اُن چیزوں کو اکتساب کرتا ہے جو اُس میں پہلے نہ تہیں۔ وہ جاہل ہوتا ہے پھر علوم کا اکتساب کرکے عالم ہو جاتا ہے۔ وہ حقایق اشیا کو جہان تک کہ اُنکا جاننا قانون قدرت کی رو سے ممکن ہے نہیں جانتا پھر تجربہ اور تحقیقات سے اُنکا اکتساب کرلیتا ہے۔ جبکہ وہ پیدا ہوا تھا اُسکے خیالات بالکل سادے حیوان کی مانند تھے رفتہ رفتہ وہ مختلف باتوں کو اکتساب کرتا جاتا ہے جس سوسائیٹی میں وہ پرورش پاتا ہے اُسکی تمام مادی وغیر مادی عادتیں اور خیالات کو اکتساب کرلیتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بعضی دفعہ نہایت نجس اور ناپاک میلا کچیلا سور کی مانند زندگی اختیار کرتا ہے اور کبھی نہایت صفائی اور ستہرائی اور اُجلے پنے سے زندگی بسر کرتا ہے۔

یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کبھی اُس میں نہایت سفاک اور بے رحم عادتیں ہوتی ہیں وہ خونخوار ہوتا ہے مردم آزاری کرتا ہے تمام قوائے بہیمیہ اُس پر ایسا غلبہ کرتے ہیں کہ وہ ایک حیوان درندہ بصورت انسان ہو جاتا ہے کبھی اُس میں ایسی صلاحیت اور نیکی رحم اور تواضع بردباری اور سب کے ساتھہ محبت وہمدردی پیدا ہوتی ہے کہ ایک فرشتہ بصورت انسان دکھائی دیتا ہے۔ ان تمام فضائل اور رزائل کو وہی شی اکتساب کرتی ہے جسکا خاصہ تعقل وارادہ ہے یعنی روح کیونکہ انسان کا جسم اور تمام اعضا اندرونی تو برابر تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور اسلئے یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ تعقل وارادہ اُن اعضا کا خاصہ تہا۔ یہ ایسی واضح دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ روح سعادت وشقاوت کا اکتساب کرتی ہے اور اُس کی حالت بمناسبت

فذوقوا العذاب

اُسکے جسکا اُس نے اکتساب کیا ہے تبدیل ہوجاتی ہے فسعید ان اکتسب سعادۃ وشقی ان اکتسب شقاوۃ۔

المسئلۃ الخامسۃ

ان الانسان موت فما حقیقۃ الموت وللروح بقاء بعد مفارقۃ الابدان

امید ہے کہ ہم اور ہمارے اس کتاب کے پڑھنے والے ضرور ایک دن اسکی واقعی حقیقت سے واقف ہونے والے ہیں مگر اس زندگی میں جسقدر کہ موت کا حال معلوم ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ اخلاط کے تغیر یا کسی ایسے عضو میں نقصان پہونچنے کے سبب جس سے اُن بخارات کی تولید یا بقا کو زیادہ تعلق ہے جو ترکیب اخلاط سے پیدا ہوتے ہیں اور جنکو نسمہ سے تعبیر کیا ہے اُنکی تولید و قوت ہوجاتی ہے اور موجودہ مضمحل ہوجاتے ہیں اُسوقت انسان یا حیوان مرجاتا ہے اور روح جسکو ابدان سے تعلق اُسی نسمہ کے سبب سے تھا جسم سے علاحدہ ہوجاتی ہے۔

مگر غور طلب یہ بات ہے کہ جسقدر زمانہ تک روح کو نسمہ سے مصاحبت رہی ہے اُس سے کچھ تاثر روح میں ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو بعد مفارقت ابدان وہ تاثر اُس میں باقی رہتا ہے یا نہیں۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ تمام اجسام لطیف جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک اور قسم کا جسم حاصل کرلیتے ہیں۔ اگر کیمیاوی ترکیب پر خیال کیا جاوے تو تمام اجسام سخت سے سخت و ثقیل سے ثقیل کی ترکیب صرف اجسام لطیف ہوائی سے ہے جنکو علم کیمیا میں گیاس یا بخارات سے تعبیر کیا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ روح کو نسمہ کے ساتھ ملنے سے تاثر نہ ہوا ہو اور اُس نے کوئی جسم جو اُسکے پہلے جسم سے کسی امر میں مختلف ہو حاصل نہ کیا ہو۔ اس کی تسلیم کے بعد کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ بدن سے مفارقت کرنے کے بعد پھر فی الفور روح کا وہ جسم بھی جو اُس نے نسمہ کی مصاحبت سے حاصل کیا ہے تحلیل ہوجاوے۔ نتیجہ اس تقریر کا یہ ہے کہ روح نسمہ کی مصاحبت سے ایک اور جسم لطیف حاصل کرتی ہے اور وہ جسم روح اور نسمہ سے ترکیب پایا ہوا ہوتا ہے اور بدن سے مفارقت کرنیکے بعد بھی وہ جسم علی حالہ باقی رہتا ہے گو بعد کو روح

پھر چکھو عذاب کو

کا کسی وقت نسمہ سے علاحدہ ہو جانا بھی ممکن ہو کیونکہ جن اسباب سے دو جسم لطیف آپس میں ملکر ایک نیا جسم پیدا کرتے ہیں وہ دیگر اسباب سے تحلیل بھی ہو جاتے ہیں یعنی ایک دوسرے سے علاحدہ بھی ہو جاتے ہیں پس یہی حال روح و نسمہ کا ہوتا ہے۔ ہوا میں پھولون کے اجزا لطیف ملنے سے تمام ہوا خوشبودار اور غلیظ چیزوں کے اجزاے رقیق ملنے سے بدبودار ہو جاتی ہے اور پھر وہ اجزا تحلیل ہو جاتے ہیں اور ہوا علی حالہ صاف رہ جاتی ہے۔ اسی طرح وہ اجسام جو ترکیب کیمیاوی سے مرکب ہیں دیگر اسباب و تاثرات سے تحلیل ہو جاتے ہیں پس روح و نسمہ میں ترکیب کیمیاوی ہوئی ہو یا غیر کیمیاوی اُس کا تحلیل ہونا ممکن ہے۔

جب روح کو ایک جسم لطیف جوہر مستقل بالذات تسلیم کیا جاوے جیسا کہ ہمنے تسلیم کیا ہے تو اُسکا فنا ہونا محالات سے ہے تمام چیزیں جو دنیا میں موجود ہیں کوئی بھی اُن میں سے معدوم نہیں ہوتی صرف تبدیل صورت ہوتی ہے پانی آگ سے یا دھوپ کی تیزی سے خشک ہو جاتا ہے مگر معدوم نہیں ہوتا صرف صورت تبدیل ہوتی ہے اکسیجن اور ہیڈروجن علحدہ علحدہ ہو جاتے ہیں اکسیجن اکسیجن میں ہیڈروجن ہیڈروجن میں مل جاتی ہے اور ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز معدوم نہیں ہوتی پس روح کے معدوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے غایت مافی الباب یہ ہے کہ جب تمام اشیا موجودہ میں تبدیل صورت ہوتی رہتی ہے تو روح میں بھی تبدیل صورت ہوتی ہوگی۔ اسکی امتناع پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ مگر اُسکے تسلیم کر لینے سے کوئی مشکل مذہب اسلام میں پیش نہیں آتی بلکہ بعض خیالات کی جو اہل اسلام میں مروج ہیں اور میری تحقیق میں اُنکی بنا کسی معتبر سند پر نہیں ہے تائید ہوتی ہے۔ غرضکہ روح کے وجود کو تسلیم کرنے کے ساتھ ہی اُسکے بقا کا تسلیم کرنا بھی لازم آتا ہے۔

المسئلة السادسة

ان سلمنا البقاء للروح فما حقيقة البعث والحشر والنشر

بعث و حشر و نشر کی حقیقت بیان کرنے سے پہلے یہہ بیان کرنا چاہیئے کہ قیامت کے دن کائنات کا کیا حال ہوگا اور قرآن مجید میں اُسکی نسبت کیا بیان ہوا ہے اور اُس کا مطلب کیا ہے اس لئے اولاً ہم قیامت کا ذکر کرتے ہیں۔

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾

قیامت

قیامت کے دن کائنات کا جو حال ہوگا وہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیتوں میں مذکور ہے۔

۱۔ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا للہ الواحد القہار (۱۴ سورہ ابراھیم ۔ ۴۹)۔

۱۔ اس دن بدل دی جاوے گی زمین سوائے اس زمین کے اور بدل دیئے جاوینگے آسمان اور حاضر ہونگے سامنے خدائے واحد قہار کے۔

۲۔ یوم تکون السماء کالمہل وتکون الجبال کالعہن (۷۰ سورہ المعارج۔ ۸و۹)

۲۔ جس دن کہ ہوگا آسمان تیل کی تلچھٹ کی مانند اور ہوونگے پہاڑ رنگ برنگ کے اون کی مانند۔

۳۔ یوم یکون الناس کالفراش المبثوث وتکون الجبال کالعہن المنفوش (۱۰۱ سورۃ القارعۃ ۔ ۳و۴)

۳۔ جس دن ہو جاوینگے آدمی پراگندہ تتریوں کی مانند اور ہو جاوینگے پہاڑ رنگ برنگ کی دھنی ہوئی اون کی مانند۔

۴۔ کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک صفا صفا۔ (۸۹ سورۃ الفجر ۲۱و۲۲)

۴۔ جس وقت توڑی جاویگی زمین ریزہ ریزہ اور آویگا تیرا پروردگار اور فرشتے صف کے صف۔

۵۔ فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ و حملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعۃ وانشقت السماء فھی یومئذ واھیۃ والملک علی ارجائھا ویحمل عرش ربک یومئذ ثمانیۃ (۶۹ سورۃ الحاقۃ ۱۳-۱۷)

۵۔ پھر جب پھونکا جاویگا صور میں ایک دفعہ پھونکنا اور اٹھائی جاویگی زمین اور پہاڑ پھر توڑے جاوینگے ایک دفعہ کے توڑنے سے پھر اسدن ہو پڑیگی ہونیوالی (یعنی قیامت) اور پھٹ جاویگا آسمان پھر وہ اسدن ہو جاویگا ڈھیلا اور فرشتے ہونگے اسکے کناروں پر اور اٹھاوینگے تیرے پروردگار کے عرش کو اپنے اوپر اس دن آٹھ

ب بب اُسکے جو تم کماتے تھے (۳۷)

۶ یوم ترجف الارض والجبال و کانت الجبال کثیبا مھیلا (۱۴، سورۃ المزمل ۷۳)

۶- اُس دن کہ کانپیگی زمین اور پہاڑ اور ہو جاوینگے پہاڑ ٹیلے بھُر بھُری ریت کے۔

۷- یوما یجعل الولدان شیبا السماء منفطر بہ (سورہ مزمل ۱۷ و ۱۸)

۷- وہ دن کہ کر دیگا لڑکوں کو بڈھا آسمان پھٹ گیا ہوگا اُس دن میں۔

۸- ان یوم الفصل کان میقاتا یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا و فتحت السماء فکانت ابوابا و سیرت الجبال فکانت سرابا (۷۸، سورہ النباء ۱۷-۲۰)

۸- بیشک فیصلہ کے دن کا وقت مقرر ہے جس دن پھونکا جاویگا صور میں تو تم آؤگے گروہ گروہ اور کھولا جاویگا آسمان اور وہ ہو جاویگا دروازے دروازے اور چلائے جاوینگے پہاڑ پھر ہو جاوینگے چمکتی ریت کی مانند

۹- اذا السماء انشقت و اذنت لربہا و حقت و اذا الارض مدت و القت ما فیہا و تخلت و اذنت لربہا و حقت (۸۴، سورہ انشقاق ۱-۵)

۹- جس وقت کہ آسمان پھٹ جاویگا اور کان لگا رہیگا اپنے پروردگار کے حکم پر اور وہ اسی لائق ہے اور جب کہ زمین پھیلائی جاویگی اور ڈال دیگی جو کچھ اسمیں ہے اور خالی ہو جاویگی اور کان لگا رہیگی اپنے پروردگار کے حکم پر اور وہ اسی لائق ہے

۱۰- فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان (۵۵- سورۃ الرحمن ۳۷)

۱۰- پھر جب پھٹ جاویگا آسمان تو ہوگا سرخ لعل رنگے ہوئے چمڑے کی مانند۔

۱۱- اذا السماء انفطرت و اذا الکواکب انتثرت و اذا البحار فجرت و اذا القبور بعثرت علمت نفس ما قدمت و اخرت (۸۲- سورہ انفطار ۱-۵)

۱۱- جبکہ آسمان پھٹ جاویگا اور جبکہ تارے بکھر پڑینگے اور جبکہ سمندر پھوٹ بہینگے اور جب کہ قبریں پھاڑی جاوینگی جان لیگی ہر جان جو کچھ آگے بھیجا ہے اور پیچھے چھوڑا ہے۔

۱۲- اذا الشمس کورت و اذا النجوم انکدرت و اذا الجبال سیرت و

۱۲- جبکہ سورج لپیٹا جاویگا اور جبکہ تارے دھندلے ہو جاوینگے اور جبکہ پہاڑ چلائے جاوینگے اور جبکہ دس مہینے کی گابھن

إِنَّ الَّذِينَ

اذا العشار عطلت واذا الوحوش حشرت واذا
البحار سجرت واذا النفوس زوجت واذا
الموءودة سئلت بای ذنب قتلت واذا
الصحف نشرت واذا السماء كشطت واذا
الجحيم سعرت واذا الجنة ازلفت علمت نفس
ما احضرت (۸۱- سورۃ التكوير ۴-۱۴)

۱۳- اذا رجت الارض رجا وبست
الجبال بسا فكانت هباء منبثا (۵۶
سورۃ الواقعہ ۴-۶)

۱۴- وما قدروا الله حق قدره
والارض جميعا قبضته يوم القيمة
والسموات مطويات بيمينه سبحانه
وتعالى عما يشركون - ونفخ فى الصور فصعق
من فى السموت ومن فى الارض الا من
شاء الله ثم نفخ فيه اخرى فاذا هم قيام
ينظرون واشرقت الارض بنور ربها
ووضع الكتاب وجیء بالنبيين والشهداء
وقضى بينهم بالحق وهم لا يظلمون
(۳۹ سورۃ زمر ۶۷-۶۹)

اونٹنی بیکار چھٹی پھرینگی اور جبکہ وحشی جانور آدمیوں
کے ساتھ) اکٹھے کئے جاوینگے اور جبکہ سمندر
آگ کی مانند بھڑکائے جاوینگے اور جبکہ جانیں
جوڑا جوڑا کی جاوینگی اور جبکہ زندہ گاڑی ہوئی
لڑکی پوچھی جاویگی کہ کس گناہ کے بدلے وہ ماری گئی اور
جبکہ اعمال نامے کھولے جاوینگے اور جبکہ آسمان کی کھال
کھینچی جاویگی اور جسوقت دوزخ دہکائی جاویگی اور بہشت
پاس لائی جاویگی جان لیگی ہر جان کہ کیا حاضر لائی ہے

۱۳- جبکہ ہلائی جاویگی زمین زور کے ہلانے سے اور ذرہ
ذرہ ہو جاوینگے پہاڑ بہت چھوٹے چھوٹے ذرہ پھر
ہو جاوینگے پھیلے ہوئے غبار کی مانند۔

۱۴- اور نہیں قدر کی انہوں نے اللہ کی حق اسکی قدر
کرنے کا اور ساری زمین اسکی مٹھی میں ہوگی قیامت کے
دن اور آسمان لپٹے ہونگے اسکے داہنے ہاتھ میں پاک
ہے وہ اور برتر ہے اس سے کہ اسکا شریک
کرتے ہیں اور پھونکا جاویگا صور میں پھر بیہوش
ہو جاویگا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے
مگر جس کو چاہے خدا پھر پھونکا جاویگا صور میں
دوسری دفعہ پس ناگہاں وہ کھڑے ہوئے ہونگے دیکھتے۔
اور روشن ہو جاویگی زمین اپنے پروردگار کے
نور سے اور رکھی جاویگی کتاب اور حاضر کیا جاویگا

بیشک جن لوگون نے

پیغمبرون کو اور گواہوں کو اور فیصلہ کیا جاویگا اُن میں (یعنی لوگون میں) ساتھ حق کے اور وہ نہ ظلم کئے جاوینگے۔

۱۵- یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس هذا عذاب الیم (۴۴ سورہ دخان ۹ و ۱۰)

۱۵- جس دن آویگا آسمان دھوان ہوکر ڈھانک لیگا لوگون کو یہہ عذاب ہے دکھہ دینے والا۔

۱۶- ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء الله وکل اتوه داخرین وتری الجبال تحسبها جامدة وهی تمر مر السحاب (۲۷ سورہ نمل ۸۹ - ۹۰)

۱۶- اور جس دن پھونکا جاوے گا صور میں تو گھبرا جاوے گا جو کوئی آسمانون میں ہے اور جو زمین میں مگر جس کو چاہے اللہ اور ہر ایک اُس کے سامنے آوینگے ذلیل ہوکر اور تو دیکھیگا پہاڑون کو (جنکو) تو سمجھتا ہے جمے ہوے کہ وہ چلے جاتے ہیں بادل کے چلنے کی مانند۔

۱۷- یوم تمور السماء مورا وتسیر الجبال سیرا (۵۲ سورہ الطور ۹)

۱۷- جس دن کہ پھٹ جاویگا آسمان اچھی طرح کے پھٹنے سے اور چلنے لگیں گے پہاڑ ایک قسم کے چلنے سے

۱۸- فاذا النجوم طمست واذا السماء فرجت واذا الجبال نسفت (۷۷ سورہ مرسلات ۸ - ۱۰)

۱۸- جبکہ تارے بے نور کئے جاوینگے اور جبکہ آسمان پھاڑے جاوینگے اور جبکہ پہاڑ ریزہ ریزہ کئے جاوین گے۔

۱۹- اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها (۹۹ سورۃ الزلزال ۱ و ۲)

۱۹- جبکہ زمین ہلائی جاویگی اپنے ہلنے سے اور نکالیگی زمین اپنے بوجھ۔

۲۰- کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذو الجلال والاکرام (۵۵ سورۃ الرحمن ۲۶ و ۲۷)

۲۰- جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی رہے گی ذات تیرے پروردگار بزرگی والے اور اکرام والے کی۔

کَذَّبُوا بِاٰیٰتِنَا

اب دیکھنا چاہیے کہ ان آیتوں میں نسبت کائنات موجودہ کے کیا بیان ہوا ہے۔

زمین - کی نسبت بیان ہوا ہے کہ بدل دی جاویگی زمین سوائے اُس زمین کے - اور یہ بیان ہوا ہے کہ زمین ریزہ ریزہ کردی جاویگی صور پھونکنے کے ساتھ زمین اوٹھائی جاویگی اور ایک دفعہ میں توڑ دی جاویگی - قیامت کے دن زمین کپکپائی اور ہلائی جاویگی - قیامت میں زمین خدا کی مٹھی میں ہوگی - زمین کھینچی جاویگی یا پھیلائی جاویگی اور جو کچھ اُسمین ہے وہ ڈالدیگی اور خالی ہوجاویگی -

پہاڑون - کی نسبت بیان ہوا ہے کہ وہ رنگ برنگ کی دھنی ہوئی اون کی مانند ہوجاوینگے صور پھونکنے پر پہاڑ اوٹھائے جاوینگے اور توڑ دیے جاوینگے - وہ ہلائے جاوینگے اور پھر بھربھری ریت کے ٹیلے کی مانند ہوجاوینگے اور وہ ذرہ ذرہ کئے جاوینگے اور غبار کی مانند ہوجاوینگے - وہ جو ٹھہرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں وہ بادلونکی مانند چلے جاتے ہونگے یا ایک طرح کے چلنے سے چلتے ہونگے - وہ سراب یعنی چمکتے ہوئے ریت کی مانند ہوجاوینگے -

سمندر - کی نسبت بیان ہوا ہے کہ آگ کی مانند بھڑکائے جاوینگے - اپنی جگہہ سے پھوٹ بہینگے -

آسمانون - کی نسبت بیان ہوا ہے کہ آسمان بدل دئیے جاوینگے سوائے اُن آسمانون - کہ وہ تیل کی تلچھٹ کی مانند ہوجاوینگے - وہ پھٹ جاوینگے سرخ رنگے ہوئے چمڑے کی مانند ہونگے اور ڈھیلے و سست پڑجاوینگے اور دروازے کی مانند ہوجاوینگے وہ خدا کے داہنے ہاتھ پر لپیٹ لئے جاوینگے - وہ دھوئیں کی مانند ظاہر ہونگے - وہ پھٹ جاوینگے اور ایک طرح کے چلنے سے چلینگے اُنکی کھال کھینچی جاویگی

سورج اور تارون - کی نسبت بیان ہوا ہے کہ - سورج لپیٹ لیا جاویگا تارے جھڑ جاوینگے اور ایک جگہہ آیا ہے کہ تارے ڈھنڈے ہوجاوینگے بے نور ہوجاوینگے -

انسان اور نفوس - کی نسبت بیان ہوا ہے کہ آدمی ٹڈیونکی مانند پراگندہ ہوجاوینگے لڑکے بڈھے ہوجاوینگے آدمی یار و جمیں فوج فوج آوینگے - وحشی جانور آدمیون کے ساتھ اکٹھے ہوجاوینگے -

سورۃ الرحمن میں کہا ہے کہ جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونیوالا ہے اور پروردگار کی ذات ہی باقی رہیگی -

اب غور کرنا چاہیئے کہ اگلے علماء نے ان آیتون کی نسبت کیا کہا ہے اور کیا نتیجہ نکالا ہے - سورۃ ابراہیم

جھٹلایا ہماری نشانیون کو

مین جو یہ آیا ہے کہ قیامت مین زمین اور آسمان بدل جاوینگے اُسکی نسبت تفسیر کبیر مین لکھا ہی کہ بدلنا دو طرح پر ہو سکتا ہے ایک اسطرح کہ اُس شے کی ذات باقی رہے اور اُسکی صفتین بدل جاوین - دوسرے اس طرح کہ اُس شے کی ذات فنا ہو جاوے اور اُسکی جگہہ دوسری موجود ہو جاوے - اسکے بعد تفسیر کبیر مین بموجب محاورہ عرب کے اسکی مثالین لکھی ہین کہ تبدل کے لفظ کا استعمال دونون طرح پر ہوتا ہے - اُسی بنا پر ایک گروہ عالموں کی یہ رائے ہے کہ اس آیت مین تبدیل سے آسمان و زمین کی صفات کا تبدیل ہو جانا مراد ہے نہ اُن کی ذات کا - ابن عباس نے فرمایا کہ زمین سے یہی زمین مراد ہے مگر اُسکی صفتین تبدیل ہو جاوینگی - پہاڑ زمین پر سے اُٹھ جاوینگے دریا پھوٹ نکلینگے زمین السی برابر ہو جاویگی کہ کہین اونچا نیچا نہ دکھائی دیگا حضرت ابو ہریرہ نے جناب رسول اللہ صلعم سے روایت کی ہے کہ خدا زمین کو بدل دیگا اور عکاظی چمڑی کی طرح اُسکو پھیلا کر بچھائیگا کہین اُس مین اونچا نیچا نظر آئیگا - خدا کا یہ قول "والسموٰت" اسکے بھی یہی معنی ہین کہ آسمان بدل کر اور طرح کا کر دیا جاویگا جیساکہ اس حدیث کا مطلب ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے نہین مارا جاویگا اور نہ وہ کافر جس سے عہد و پیمان ہو عہد و پیمان کے زمانہ تک "یعنی وہ شخص بھی کافر کے بدلے نہ مارا جاویگا جس سے معاہدہ ہو چکا ہے معاہدہ کے زمانہ تک آسمانون کا بدلنا یون ہوگا کہ ستارے منتشر ہو کر ٹوٹ پھوٹ جاینگے آفتاب

ففی الایۃ قولان - الاول ان المراد تبدیل الصفۃ لا تبدیل الذات قال ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما ھی تلک الارض الا انہا تغیرت فی صفاتہا فتسیر عن الارض جبالہا وتفجر بحارھا وتسوی فلا یری فیہا عوج ولا امتا وروی ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلعم انہ قال یبدل اللہ الارض غیر الارض فیبسطہا ویمدھا مد الادیم العکاظی فلا تری فیہا عوجا ولا امتا - وقولہ والسموٰت ای تبدل السموٰت غیر السموات وھو کقولہ علیہ السلام لا یقتل مومن بکافر ولا ذو عھد فی عھدہ و المعنی ولا ذو عھد فی عھدہ بکافر وتبدیل السموٰت بانتشار کواکبہا وانفطارھا وتکویر شمسہا وخسوف قمرھا وکونہا ابوابا وانہا تارۃ تکون کالمھل وتارۃ تکون کالدھان والقول الثانی - ان المراد تبدیل الذات قال ابن مسعود تبدل بارض کالفضۃ البیضاء

وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا

النقیة لم یسفك علیها دم ولم تعمل علیها
خطیئة فهذا شرح القولین ومن الناس من
رجح القول الاول قال لان قوله یوم تبدل
الارض المراد هذه الارض والتبدل صفة مضافة
الیها وعند حصول الصفة لابد ان یکون الموصوف
موجودا فلما کان الموصوف بالتبدل هو
هذه الارض وجب کون هذه الارض باقیة
عند حصول ذلك التبدل ولا یمکن ان تکون
هذه الارض باقیة مع صفاتها عند حصول
ذلك التبدل والا لامتنع حصول التبدل
فوجب ان یکون الباقی هو الذات فثبت
ان هذه الایة تقتضی کون الذات باقیة و
القایلون بهذا القول هم الذین یقولون عند
قیام القیامة لا یعدم الله الذوات والاجسام
وانما یعدم صفاتها واحوالها واعلم انه
لا یبعد ان یقال المراد من تبدیل الارض والسموات
هو انه تعالی یجعل الارض جهنم ویجعل السموات
الجنة والدلیل علیه قوله تعالی کلا ان کتاب
الابرار لفی علیین وقوله کلا ان کتاب الفجار
لفی سجین

(تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۷۸)

لپیٹ دیا جاویگا چاند دھندلا جائیگا آسمان میں
دروازے ہو جاوینگے اور وہ کبھی پتیل کی تلچھٹ
کا سا ہوگا اور کبھی سُرخ چمڑے کی مانند۔ دوسرا فرقہ کہتا
ہے کہ تبدیل سے آسمان و زمین کی ذات بدل جانا مراد
ہے۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ یہ زمین بلکہ چمکتی ہوئی
چاندی بن جائیگی جس پر کبھی خونریزی ہوئی ہے
اور نہ کبھی اُس پر گناہ کیا گیا ہے بعضوں نے قول
اول کو ترجیح دی ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ آیت میں
اسی زمین کی نسبت تبدیلی کا لفظ ہے اور چونکہ
تبدل ایک صفت ہے تو ضرور ہے کہ اسکی تحقیق
کے وقت یہی موصوف یعنی زمین موجود ہو
یہ بھی ظاہر ہے کہ تبدل کے وقت زمین کی صفتیں
تو موجود ہونگی نہیں تو اب ذات ہی کا باقی رہنا
آیت سے لازم آیا۔ جن لوگوں کا یہ مذہب ہے وہ
کہتے ہیں کہ قیامت قایم ہونے کے وقت اللہ
پاک جسموں اور ذاتوں کو سرے سے معدوم نہ
کریگا بلکہ صرف اُن کی صفتیں معدوم ہو جاوینگی
ممکن ہے کہ زمین اور آسمان کے بدلنے سے یہ مراد
لی جاوے کہ زمین کو خدا دوزخ بناویگا اور آسمانوں
کو بہشت۔ اور خدا کا یہ قول کلا ان کتاب الابرار
لفی علیین کلا ان کتاب الفجار لفی سجین اس
مطلب کی دلیل ہے۔

اور اُن سے سرکشی کی۔

ان تمام حالات سے جو اوپر مذکور ہوئے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اس دنیا کے تمام حالات بدل جاوینگے جو چیزیں کہ اب موجود ہیں وہ معدوم نہیں ہونے کی بلکہ انکی خواص و اوصاف تبدیل ہوجاوینگے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تفہیمات مین واقعات قیامت کو وقائع جوّ سے تعبیر کیا ہے یعنی اُن واقعات سے جو آسمان و زمین کے درمیان میں ہوتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ "تعود تلك الوقايع الى الانوار المحيطة فيقع ظلها فيستعد العالم لواقعة عظيمة من وقايع الجو فتهلك البشر والمواليد ويعود كل عنصر لمحله" انتہٰی یعنی واقعات قبل قیامت مثل عالم میں فسادات ہونے اور دجال کے آنے اور حضرت عیسیٰ کی تشریف فرمانے کے بعد انوار محیطہ الٰہیہ واقعہ عظیمہ کے ہونے پر متوجہ ہونگے اور واقعات جوّ یعنی جو آسمان و زمین کے بیچ مین واقع ہوتے ہیں واقع ہونگے بشر و موالید سب مر جاوینگے اور ہر ایک عنصر اپنی جگہ پر چلا جاویگا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یہ نظام اولٹ پلٹ ہوجاویگا۔

تحقیقات جدید کی روسے جہانتک معلوم ہوسکا ہے چاند کی نسبت معلوم ہوا ہے کہ کسی زمانہ میں اُس میں آبادی تھی اور ہوا مثل کرۂ ارض کے اُس کے محیط تھی پانی بھی اُس میں تھا۔ مگر اب محض ویران اور سوکھ کر کھنگر ہوگیا ہے کوئی ذی نفس اُس میں نہیں ہے ہوا بھی اُس کی محیط نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض کواکب جو حقیقت میں بہت بڑے بڑے کرہ زمین سے بھی سیکڑوں حصہ بڑے تھے منتشر ہوگئے اور اور کرو نمیں جا ملے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ زمین کا مدار جو گرد آفتاب کے ہے چھوٹا ہوتا جاتا ہو پس یہ خیال کرنیکی بات ہے کہ زمانہ ممتد کے بعد جسکا اندازہ نہیں ہوسکتا اور گو وہ لاکھوں کروڑوں برس کے بعد ہو جب زمین کا مدار بہت چھوٹا ہوجاویگا تو دنیا کا کیا حال ہوگا۔ کیا سمندر نہ ابل جاوینگے کیا پہاڑ ریت کی مانند نہ ہوجاوینگے۔ کیا یہ زمین نہ بدل جاویگی۔ یہ آسمان جو ہمکو ایسا نیلا نیلا خوبصورت دکھائی دیتا ہے کیا وہ تیل کی تلچھٹ کی مانند اور کبھی سرخ چمڑے کی مانند نظر نہ آویگا۔ کیا یہ ستارے بے نور نہ دکھائی دینگے پس واقعہ قیامت ایک ایسا واقعہ ہے جو امور طبعی کے مطابق اس دنیا پر واقعہ ہوگا اور ضرور واقع ہوگا مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب واقع ہوگا خدا تعالیٰ نے اُس طبعی واقعہ کو جیسا اور [illegible]

آلاتفسیر احکامھم

سے اسلئے بیان کیا ہے کہ بندونکو خدا کی قدرت کاملہ پر وثوق ہو اور اُس وحدہ لاشریک کے سوا کسی دوسری چیز کو اپنا معبود نہ بنائیں۔ دنیا میں کہیا دون کی پرستش ہوتی تہی مندر پوجے جاتے تہے دریا پوجے جاتے تہے آگ کی پرستش کی جاتی تہی چاند سورج کی پرستش ہوتی تہی ستارون کی پرستش کیلئے بیاکل بنائی گئی تہی اور اُنکی پرستش ہوتی تہی اسلئے خدا نے اس طبعی واقعہ کو جتلایا کہ یہ سب چیزیں ایک دن فنا یعنی متغیر ہونے والی ہیں اور اُن میں سے کوئی بہی معبود ہونیکے لایق نہیں ہے پس قیامت کا ذکر جا بجا اسی غرض سے آیا ہے کہ عجایب مخلوقات خدا کی جن میں مخلوقات زمین اور آسمان او کواکب زیادہ تر عجیب دکہائی دیتے ہیں اور جن کی پرستش انواع اقسام سے لوگوں نے اختیار کی تہی اُسکو چہوڑیں اور صرف خدا سے واحد کی جو ان سب چیزون کا پیدا کرنیوالا ہے اور پہر فنا کرنے والا ہے پرستش اختیار کریں۔

یہ قیامت جس کا اوپر ذکر ہوا یہ تو کائنات پر گذریگی مگر اصلی قیامت جو انسان پر گذریگی وہ وہ ہے جسکا ذکر سورہ قیامہ میں آیا ہے اور اسکا خلاصہ ان دو لفظون میں ہے من مات فقد قامت قیامتہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ انسان پوچہتا ہے کہ کب ہوگا قیامت کا دن پہر (وہ دن اُسوقت ہوگا) جبکہ آنکہیں پتہرا جاوینگی چاند کا اثر جاویگا یعنی آنکہونکی روشنی جاتی رہے گی اور آنکہیں اندر بیٹہ جاوینگی چاند سورج یعنی رات دن الٹے ہو جاوینگے کہ اُنکو کچہ تمیز نرہیگی کہ دن ہے یا رات سب یکسان دکہائی دیگی اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ انسان نہیں کسی وقت مرے اُسکو شام کا وقت دکہائی دیگا۔ انسان کہیگا کہ اسدن بہاگ جانے کی کہاں جگہ ہے ہرگز کوئی جگہ پناہ کی نہیں تیرے پروردگار ہی کے پاس اُسدن ٹہیرنے کی جگہ ہے اُسدن جان لیگا انسان کہ اُسنے کیا آگے بہیجا ہو اور کیا پیچہے چہوڑا ہے۔ بلکہ انسان اپنے آپکو خوب پہچانتا ہے گو کہ درمیان میں بہت سے عذر لاڈوا لے۔

یسئل ایان یوم القیمة فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر یقول الانسان یومئذ این المفر کلا لا وزر الی ربک یومئذ المستقر ینبؤا الانسان یومئذ بما قدم واخر بل الانسان علی نفسه بصیرة ولو القی معاذیره۔

(٧٥ سورہ قیامہ)

ہرگز نہ کہوئے جاوینگے اُنکے لئے

وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة ووجوه يومئذ باسرة تظن ان يفعل بها فاقرة كلا اذا بلغت التراقي وقيل من راق وظن انه الفراق والتفت الساق بالساق الى ربك يومئذ المساق (رکوع ۲ سورہ قیامت)

اسکے بعد یہ فرمایا ہے کہ اسدن کتنے مونہہ تروتازہ ہونگے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے اور اسدن کتنے مونہہ تیوری چڑھا کر ہونٹ لٹکا کر بیٹھینگے کہ ان پر مصیبت پڑنیوالی ہے جسوقت کہ جان نرخرے تک پہنچتی ہے اور کہا جاتا ہے - کون ہے آواز نہیں نکلتی اتنا ہی کہکر چپ ہو جاتا ہے پھر کہا جاتا ہے جھاڑنے پھونکنے والا ہے چپ ہو جاتا ہے - اور جان لیا کہ بیشک اب جدائی ہے اور لپٹ لیا ایک پنڈلی کو دوسری پنڈلی نے - اسدن تیرے پروردگار کے پاس چلنا ہے -

یہ تمام حالت جو خدا نے بتائی انسان پر مرنے کے وقت گذرتی ہے اور اس سوال کے جواب میں کہ قیامت کا دن کب ہے کہ بتائی گئی ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر انسان کی اصلی قیامت اسکا مرنا ہے اور یہ "من مات فقد قامت قیامتہ" بہت صحیح و سچا قول ہے - اگرچہ اگلے علما نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ انسان کی ایسی حالت کب ہوگی بعضوں نے کہا کہ موت کے وقت بعضوں نے کہا کہ بعث کے وقت بعضوں نے کہا کہ دوزخ کو دیکھنے کے وقت مگر قرآن مجید کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بیان موت کے وقت کی حالت کا ہے جس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہوسکتا - جن عالموں نے اس حالت کو وقت موت کی حالت قرار دیا ہے انھوں نے خسف قمر کے لفظ سے آنکھ کی روشنی کا جاتا رہنا مراد لیا ہے تفسیر کبیر میں ہے کہ جو لوگ کہ آنکھ کے چوندھیانے کو موت کی علامت قرار دیتے

فاما من يجعل برق البصر من علامات الموت قال معنى وخسف القمر اي ذهب ضوء البصر عند الموت يقال عين خاسفة اذا فقئت حتى غابت حدقتها في الراس واصلها من خسف الارض اذا ساخت بما عليها وقوله جمع الشمس والقمر كناية عن ذهاب الروح الى عالم الآخرة كان الآخرة كالشمس فانه يظهر فيها المغيبات وتتضح فيها المبهمات والروح كالقمر فانه كالقمر يقبل النور من الشمس فكذا الروح

ہیں وہ "خسف القمر" کے معنی یہ کہتے ہیں کہ آنکھ کی روشنی جاتی رہیگی عرب میں آنکھ جب پھوٹ جاوے یہانتک کہ ڈھیلا سر میں بیٹھ جاوے تو کہتے ہیں "عین خاسفۃ" یہ محاورہ خسف الارض سے نکلا ہے جس کا استعمال زمین کے دہنس جانیکے وقت ہوتا ہے - اور خدا کا یہ قول "جمع الشمس والقمر" روح کے عالم آخرت کی طرف چلے جانے سے کنایہ ہے گویا وہ دوسری دنیا ایک آفتاب ہے کیونکہ

ابواب السماء

قال نور المعارف من عالم الاخرة والشك ان تفسير هذه الاية بعلامات القيامة اولى من تفسيرها بعلامات الموت واشد مطابقة لها (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۹۰۴)

اس میں چھپی اور مبہم باتیں کھل جائینگی اور روح گویا چاند ہے جس طرح چاند آفتاب سے روشنی پاتا ہے اسی طرح روح بھی عالم آخرت سے معرفت کے انوار حاصل کرتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس آیت کی تفسیر قیامت کی علامتوں سے کرنی اس سے کہیں بہتر ہے کہ اسکی تفسیر موت کی علامتوں سے کیجاوے

صاحب تفسیر کبیر کا یہ کہنا کہ اس آیت کی تفسیر علامات قیامت سے کرنی بہ نسبت علامات موت کے بہتر ہے کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا الفاظ کلا اذا بلغت التراقی وقیل من راق وظن انہ الفراق والتفت الساق بالساق الی ربک یومئذ المساق بالکل شاہد اس بات پر ہیں کہ اس تمام سورہ میں جو حالات مذکور ہیں وہ حالات عندالموت کے ہیں جمع الشمس والقمر کی جو توضیح تفسیر کبیر میں بیان ہوئی ہے وہ بھی دور از کار ہے۔ خسف قمر یعنی آنکھوں کی روشنی جانے اور آنکھوں کے بیٹھ جانے کے بیان کے بعد جمع الشمس والقمر کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے ان دونوں میں تمیز نہ رہنے کی چاند کا تعلق رات سے ہے اور سورج کا دن سے اس لئے ان دونوں سے رات دن کا کنایہ کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت اس بات کی تمیز کہ دن ہے یا رات کچھ نہ ہوگی۔

ہمارا اس بیان سے یہ مطلب نہیں ہے کہ جو واقعات کائنات پر ایک دن گذرنے والے ہیں اور جنکا بیان پہلے ہوچکا وہ نہونگے بلکہ وہ اپنے وقت پر ہونگے اور جو کچھ اُن میں ہونا ہے وہ ہوگا اور اس زمانہ میں انسان اور وحوش وطیور پر جو کچھ گذرنا ہے گذریگا اور اُسوقت جو حال روحوں کا اور ملائکہ کا ہونا ہے وہ ہوگا۔ مگر جو لوگ اس سے پہلے مرچکے ہیں انکے لئے قیامت اُسی وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ وہ مرے۔

حشر اجساد

حشر اجساد کی نسبت جیسا کہ شرح مواقف میں لکھا ہے پانچ مذہب ہیں۔

معاد کے مسئلہ میں جو اقوال کہے جاسکتے ہیں وہ

اعلم ان الاقوال الممکنة فی مسئلة المعاد لا تزید علی خمسة الاول ثبوت المعاد

دروازے آسمان کے

الجسمانی فقط وھو قول اکثر المتکلمین النافین للنفس الناطقۃ (والثانی) ثبوت المعاد الروحانی فقط وھو قول الفلاسفۃ الالھیین (والثالث) ثبوتھما معا وھو قول کثیر من المحققین کالحلیمی والغزالی والراغب وابو زید الدبوسی ومعمر من قدماء المعتزلۃ وجمھور من متاخری الامامیۃ وکثیر من الصوفیۃ فانھم قالوا الانسان بالحقیقۃ ھو النفس الناطقۃ وھی المکلف والمطیع والعاصی والمثاب والمعاقب والبدن یجری منھا مجری الالۃ والنفس باقیۃ بعد فساد البدن فاذا اراد اللہ حشر الخلائق خلق لکل واحد من الارواح بدنا یتعلق بہ ویتصرف فیہ کما کان فی الدنیا (الرابع) عدم ثبوت شیء منھما وھذا قول القدماء من الفلاسفۃ الطبیعیین (والخامس) التوقف فی ھذہ وھو المنقول عن جالینوس فانہ قال لم یتبین لی ان النفس ھل ھی المزاج فینعدم عند الموت فیستحیل اعادتھا او ھی جوھر باق بعد فساد البنیۃ فیمکن المعاد (شرح مواقف)

(وہ صرف پانچ ہیں۔
(۱) صرف معاد جسمانی کا ثبوت اور یہ اُن اکثر متکلمین کا مذہب ہے جو نفس ناطقہ کا انکار کرتے ہیں (۲) صرف معاد روحانی کا ثبوت یہ مذہب فلاسفہ الٰہیین کا ہے (۳) دونوں کا ثبوت اور یہی اکثر محققوں کا مذہب ہے مثلاً حلیمی۔ غزالی۔ راغب ابوزید الدبوسی۔ معمر (جو کہ قدیم معتزلیوں میں سے ہے) اور عموماً متاخرین شیعہ اور اکثر صوفیوں کا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان حقیقت میں صرف نفس ناطقہ کا نام ہے وہی مکلف ہے وہی عاصی اور مطیع ہے اُسی پر ثواب عذاب ہوتا ہے اور بدن تو بجائے ایک آلہ کے کام دیتا ہے جسم خراب ہوتا ہے کیپر بھی نفس باقی رہتا ہے پس جب خدا قیامت کے دن مخلوقات کو اُٹھانا چاہیگا تو ہر ایک روح کیلئے ایک مخصوص جسم بناویگا جس سے روح کا تعلق ویسا ہی ہوگا جیسا کہ دنیا میں تھا (۴) ان دونوں میں سے کسیکا ثبوت نہیں فلاسفہ طبیعیین میں سے قدما کا یہی مذہب ہے (۵) بالکل سکوت اختیار کرنا یہ مذہب جالینوس سے منقول ہے اُسکا قول ہے کہ مجھکو یہ نہیں ثابت ہوتا کہ نفس آیا مزاج ہے تو موت کے وقت معدوم ہوجاویگا تو اُسکا اعادہ ناممکن ہوگا یا وہ ایک جوہر ہے

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

جو بدن کے خراب ہونے پر باقی رہتا ہے اس حالت میں معاد بھی ممکن ہوگی۔

میرے نزدیک قول ثالث جو مذہب اکثر محققین کا ہے صحیح ہے صرف اسقدر اختلاف ہے کہ میں اُن بزرگوں کی اُس رائے کو کہ جب خدا تعالیٰ حشر کرنا چاہیگا تو ہر ایک روح کے لئے ایک جسم پیدا کر دیگا جس سے وہ روح متعلق ہو جاوے گی تسلیم نہیں کرتا میرے نزدیک یہ بات ہے کہ روح نسمہ سے جب جدا ہوتی ہے تو خود ایک جسم پیدا کر لیتی ہے اور جب انسان مرتا ہے اور روح اُس سے علاحدہ ہوتی ہے تو خود ایک جسم رکھتی ہے۔ جیسے کہ مسئلہ خامسہ میں ہم نے بیان کیا ہے پس حشر میں کوئی نئی زندگی نہیں ہے بلکہ پہلی ہی زندگی کا تتمہ ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ میں کہا ہے

جسموں کا اُٹھنا اور روحوں کا اُن میں پھر آنا یہ کوئی نئی زندگی نہیں ہے بلکہ اُسی پہلی زندگی کا تتمہ ہے جس طرح زیادہ کھا جانے سے بدہضمی ہو جاتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو لازم آوے کہ یہ کوئی دوسری خلقت ہو اور اُن لوگوں کے کیے کا (یعنی جو دنیا میں تھے) کچھ بدلا ہی نہ ہو۔

ان حشر الاجساد واعادة الارواح الیہا لیست حیوٰة مستانفة انما ھی تتمة النشاة المتقدمة بمنزلة التخمة لکثرة الاکل کیف ولولا ذلک لکانوا غیر الاولین ولما اخذوا بما فعلوا۔
(حجۃ اللہ البالغۃ صفحہ ۳۶)

قرآن مجید سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ تمام آیات ماسبق و مالحق پر بامعان نظر ایک مجموعی حالت سے غور کیا جاوے نہ فرداً فرداً اور ایک مضمون کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔ اول یہ بات قابل غور ہے کہ کون سے عقیدہ کے رد کرنے کیلئے قرآن مجید میں آیات حشر و نشر وارد ہوئی ہیں۔ خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے کہ جن لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ روح کوئی چیز نہیں ہے انسان پیدا ہوتا ہے اور پھر مر کر نسیاً منسیاً ہو جاتا ہے ہوا ہوا میں مٹی مٹی میں مل جاتی ہے اور کچھ نہیں رہتا اُس عقیدہ کی تردید کے لئے آیات حشر و نشر نازل ہوئی ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے سورہ جاثیہ میں اُن لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دنیا کی یہ زندگی کیا ہے ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور ہمکو زمانہ ہی مارتا ہے نہ اور کوئی۔ خدا نے کہا کہ اُن کو اُسکا علم نہیں ہے وہ صرف ایسا گمان

وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون واذا تتلی علیھم ایاتنا بینات

اور نہ داخل ہونگے جنت میں

ماکان حجتھم الا ان قالوا ائتوا باباءنا ان کنتم صادقین (۵۴ سورہ جاثیہ ۲۳-۲۴)	کرتے ہیں اور جب اُنپر ہماری واضح آیتیں پڑہی جاتی ہیں تو انکی حجت بجز اسکے اور کچھ نہیں ہوتی کہ وہ کہتے

ہیں کہ ہماری باپ داداکو لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

اِسی کی مانند سورہ انعام میں بہی خدا تعالیٰ نے اُن کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری یہ زندگی

وقالوا ان ھی الا حیاتنا الدنیا وما نحن بمبعوثین ولو تری اذ وقفوا علی ربھم قال الیس ھذا بالحق قالوا بلی وربنا (۶ سورہ انعام ۳۰ و ۳۱)	کیا ہے صرف دنیا کی زندگی ہے اور ہم پھر اُٹھنے والے نہیں ہیں خدا نے فرمایا کہ جب تو دیکھیگا اُن کو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوا تو خدا اُنسے کہیگا

کیا یہ سچ نہیں ہے اُسوقت وہ کہیں گے کہ ہاں قسم ہمارے پروردگار کی یہ سچ ہے۔

ائذا متنا وکنا ترابا وعظاما ائنا لمدینون (۷ سورہ صافات۔ ۵۱)	سورہ صافات میں ہے کہ وہ لوگ کہیں گے کہ کیا جب ہم مرجاوینگے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاوینگے کیا بدلا دیے جاوینگے یعنی اعمال کی

سزا وجزا ہمکو دی جاویگی پس اس سے صاف ثابت ہے کہ ان لوگوں کو موت کے بعد جزا وسزا ہونے سے استبعاد تھا اور اس استبعاد کا سبب بجز روح کے انکار کے اور کچہہ نہیں ہوسکتا اور اس سے بخوبی روشن ہوتا ہے کہ اس مباحثہ کا موضوع درحقیقت اس جسم کا جو ہم دنیا میں رکھتے ہیں دوبارہ پیدا ہوکر اُٹھنے کا تھا ہی نہیں بلکہ جزا وسزا کا بعد موت ہونا موضوع تھا۔ اور یہی سبب ہے کہ ہم ان تمام آیتوں کا معدوم جسم کے دوبارہ موجود ہونے سے کچہہ تعلق ہی نہیں سمجھتے۔

اب اس بات کو ذہن میں رکھکر کہ آیات حشر واسطے تردید عقیدہ عدم یقین روح کے نازل ہوئی ہیں قرآن مجید پر غور کیا جاوے تو ظاہر ہوتا ہے کہ موضوع اُس بحث کا اس جسم کے جو ہم اس دنیا میں رکھتے ہیں دوبارہ اُٹھنے کا ہے ہی نہیں اور نہ قرآن مجید میں اس جسم کے دوبارہ اُٹھنے کا ذکر ہے جبکہ وہ لوگ روح کے قائل نہ تھے تو ثواب وعقاب کا حال سُنکر اُن کو تعجب ہوتا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب آدمی مرگیا تو گل سڑکر معدوم ہوگیا ثواب وعذاب کیسا اور کس پر اور متعجب ہوکر کہتے تھے کہ کیا ہم پہر زندہ

حتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ

ہونگے کیا ہماری گلی ہوئی ہڈیاں پھر جی اُٹھیں گی کیونکہ وہ لوگ بغیر اس دنیا کی زندگی اور بدون اس جسم کے جو دنیا میں تھا انسان کا موجود ہونا جس پر عذاب ہو یا ثواب ملے نہیں سمجھتے تھے۔ خدا نے متعدد طرح سے اس کو سمجھایا اور حشر کے ہونے پر یقین دلایا اور اُسپر اپنے قادر ہونے کو متعدد مثالوں سے بتایا مگر یہ کہیں نہیں کہا کہ یہی جسم جو دنیا میں ہے پھر اٹھیگا اور اُسی جسم میں جان ڈال جاوے گی۔

شاہ ولی اللہ صاحب اس جسم کے جو دنیا میں ہے دوبارہ اُٹھنے کے قائل نہیں ہیں چنانچہ

> فتقوم (اے بعد وقوع الواقعات) الفرماتت وھی اشد ضماما بالجسد وبقیت عجب ذنبھا ای الاثر الذی بہ تعرف انہ بدن فلان فیلحقو بالجسد ویجیئ جنس اخرھا یمۃ ولاکن لم یبق عجب ذنبھا فینفخ فی جسد من الارض باعتدال ھنداك۔ وجنس اخر یستوجب عند ھیجان الارواح وانتفاخھا ان یتجسد بجسد مثالی کالملائکۃ والشیاطین۔ فلا یکون تلك الحیاۃ مبتدءۃ بل تکمیل ما فیھا مجازاۃ فیتصعد تلك الاجساد الی ھیئۃ نسمیۃ وتدخل فی حوادث الحشر (تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۲۸۰)

اُنہوں نے تفہیمات الٰہیہ میں بعد بیان واقعات قیامت کے لکھا ہے کہ اُسکے بعد نفوس جو مر گئے ہیں یعنی جو صاحب نفوس کہ مر گئے ہیں اُنکے نفوس کھڑے ہو جاوینگے اور اُن کا تعلق جسم سے قوی تر ہوگا اور ریڑھ کی ہڈی باقی رہ جاویگی یعنی ایک ایسا نشان جس سے پہچانا جاوے کہ یہ فلاں شخص کا بدن ہے پھر وہ بدن سے ملجاویگی۔ ایک اور قسم کی روحیں آوینگی جو حیران ہونگی کہ اُنکی ریڑھ کی ہڈی کا نشان بھی باقی نہ رہا ہوگا تو وہ ایک ایسی زمین میں پھونکی جاوینگی جس سے اُن کو کچھ مناسبت ہو گی۔ ایک اور قسم کی روحیں آوینگی جن کو روحوں کے برانگیختہ ہونے اور صور کے پھکنے کے وقت ایک مثالی جسم اختیار کرنا ہوگا فرشتوں اور شیاطین کے جسم مثالی کی مانند۔ تو یہ زندگی کوئی ابتدائی زندگی نہ ہوگی بلکہ اُسی کی تکمیل کے لئے ہوگی جو اُن میں ہے بطور بدلا دینے کے۔ پھر یہ جسم ایک ہیئت نسمیہ میں اوپر کو چڑھیں گے اور حشر کے واقعات میں داخل ہونگے۔

اس مقام پر شاہ ولی اللہ صاحب نے تین قسم کی روحیں ٹھہرائی ہیں اور اُنکے لئے متعدد قسم کے

یہان تک کہ گھس جاوے اونٹ

جسد قرار دیئے ہیں مگر اس جسد کا جو دنیا میں قبل موت تھا اُس کا دوبارہ اُٹھنا اور اُس میں روح کا آنا بیان نہیں کیا اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب بھی اِس جسد کے جو دنیا میں ہے اُٹھنے کے قایل نہیں ہیں بلکہ انہوں نے بھی اُسی قول ثالث کو اختیار کیا ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے سوا اور مفسرین نے بھی اِس قول کی تائید کی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں سورہ قیامہ کی تفسیر میں یہ تقریر لکھی ہے کہ جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ انسان تو یہی موجودہ بدن ہے پھر جب انسان مرگیا تو بدن کے اجزا متفرق ہو گئے اور مٹی میں ملکر مشرق سے مغرب تک اور مغرب سے مشرق تک پھیل گئی اب اُن اجزا کا دوسری مٹی کے اجزا سے ممتاز ہونا نا ممکن ہے تو قیامت بھی ناممکن ہوگی تو یہ اعتراض دو طور سے مندفع ہوتا ہے (۱) ہمکو یہ تسلیم نہیں کہ انسان اِس بدن کا نام ہے ممکن ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ہو جو اُس بدن کی مدبر ہو اور جب بدن خراب ہو جاوے تو وہ اپنی حالت پر زندہ رہے اب خدا کو اس بات پر قدرت ہے کہ اُسکو کوئی اور بدن دیدے چنانچہ اس آیت میں بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ خدا نے پہلے تو نفس لوامہ کی قسم کھائی پھر فرمایا کہ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اُسکی ہڈیاں نہ اکٹھی کرینگے اُس سے صاف پیدا ہوتا ہے کہ نفس اور بدن دو چیزیں ہیں۔

> قولہ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ وتقریرہ ان الانسان ھو ھذا البدن فاذا مات تفرقت اجزاء البدن واختلطت تلک الاجزاء بسائر اجزاء التراب وتفرقت فی مشارق الارض ومغاربھا فکان تمیزھا بعد ذلک من غیرھا محالا فکان البعث محالا۔ واعلم ان ھذہ الشبھۃ ساقطۃ من وجھین۔ الاول۔ لا نسلم ان الانسان ھو ھذا البدن فلم لا یجوز ان یقال انہ شئ مدبر لھذا البدن فاذا فسد ھذا البدن بقی ھو حیا کما کان حینئذ یکون اللہ تعالیٰ قادرا علی ان یردہ الی ای بدن شاء و اراد وعلی ھذا القول یسقط السوال وفی الایۃ اشارۃ الی ھذا لانہ اقسم بالنفس اللوامۃ ثم قال ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ وھو تصریح بالفرق بین النفس والبدن۔
>
> (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۴۰۸)

اب ہم یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے بھی اس موجودہ جسم کا دوبارہ اُٹھنا نہیں پایا جاتا بلکہ ایک اور قسم کے جسم کا ہونا ثابت ہوتا ہے خدا نے سورہ واقعہ میں فرمایا ہے کہ ہمنے تمکو پیدا کیا پھر

> نحن خلقناکم فلولا تصدقون افرایتم ما تمنون ءانتم تخلقونہ ام نحن الخالقون۔ نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علی ان نبدل امثالکم

فِی سَمِّ الْخِیَاطِ

وننشئکم فی مالا تعلمون (۶۱ سورہ واقعہ ۵۶-۶۱) کیون نہیں تم مانتے - پھر کیا تم سمجھتے ہو جو کچھ تم عورتون کے رحم میں ڈالتے ہو کیا تم اسکو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں - ہمنے مقدر کی ہے تم میں موت اور ہم اس بات سے پیچھے نہیں رہے یعنی عاجز نہیں ہیں کہ ہم بدل دیویں اوصاف تمہارے اور ہم تم کو پیدا کرین اُس صفت میں جس کو تم نہیں جانتے -

اس آیت میں لفظ امثال کا جمع ہے لفظ مثل بفتح المیم والثا رکی اور تمام آیات ماسبق وما لحق سے جو اس سورۃ میں ہیں صاف ظاہر ہے کہ حالات حشر اس میں مذکور ہیں - خدا فرماتا ہے کہ ہمنے موت کو تم میں مقدر کیا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ جو اس زندگی میں تمہارے اوصاف ہیں اُنکو بدل دیں اور پیدا کریں ایسے اوصاف میں جن کو تم نہیں جانتے - لفظ پیدا کرنے سے صاف پایا جاتا ہے موجودہ اوصاف کو معدوم ہونے کے بعد پیدا کرنا مراد ہے - جو لوگ روح کے قایل نہیں تھے اور وہی لوگ حیات بعد الموت کے قایل نہ تھے اور وہی لوگ ان آیتوں میں مخاطب ہیں اسی بدن کو جو انسان دنیا میں رکھتا ہے انسان کو اوصاف سمجھتے تھے - طویل القامت بادی البشرہ عریض الاطفار ماش علی قدمیہ وغیر ذلک - اب خدا نے فرمایا کہ ان اوصاف یعنی اس جسم کو فنا کرنے کے بعد ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ ان اوصاف کو بدل کر تمکو اور اوصاف میں یعنی دوسری قسم کے جسم میں جسکو تم نہیں جانتے پیدا کرین پس یہہ آیت صاف دلیل اس بات کی ہے کہ حیات بعد الموت میں روح کے لئے یہہ جسم جو دنیا میں ہے نہوگا بلکہ ایک اور قسم کا جسم ہوگا -

یہ وہ حقایق ہیں جو نہ حکمت یونان میں پاے جاتے ہیں اور نہ فلسفہ و علم کلام میں بلکہ یہ انوار ہیں مشکوٰۃ نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بلا واسطہ سفینہ سینہ منور محمدی سے سینہ احمدی میں پہونچے ہیں - گو کہ نابلد ان کو چہ حقیقت ان انوار محمدی کو نعوذ باللہ کفر و زندقہ سے منسوب کرین -

و ماتلک الاشقشقۃ ھدرت فجاشت الناس بما ھجس لہا ثم قرت مع ان لکل جواد کبوۃ ولکل سیف نبوۃ -

لمولفہ

فلاطون طفلکے باشد بہ یونانے کہ من دارم	مسیحا رشک میدارد بہ درمانے کہ من دارم

سوئی کے ناکے میں

زکفرمن چہ میخواہی زایمانم چہ مے پرسی	ہمان یک جلوہ عشق است ایمانے کہ من دارم
خدادارم دلے بریان زعشق مصطفےٰ دارم	نہ دارد ہیچ کافرساز وسامانے کہ من دارم
زجبریل امین قرآن بہ پیغامے نمیخواہم	ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم
فلک یک مطلع خورشید دارد باہمہ شوکت	ہزاران ایچنین دارد گریبانے کہ من دارم
زبرہان تابہ ایمان سنگ ہا دار ردرہ واعظ	نہ دارد ہیچ واعظ ہمچو برہانے کہ من دارم

اب ہم قرآن مجید کی اور آیتوں کو جو اس مضمون سے زیادہ تعلق رکھتی ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جب بامعان نظر اُن کو دیکھا جاوے اور منکرین روح کے عقائد کو بھی مدنظر رکھا جاوے تو اُن سے اس جسم کا جو دنیا میں ہے دوبارہ اُٹھنا ثابت نہیں ہوتا اور وہ آیتیں یہ ہیں

خدا نے سورہ نوح میں فرمایا کہ خدا نے اُگایا تم کو زمین سے ایک قسم کا اُگانا پھر تمکو پھر کرلیجاویگا اُسمیں

۱۔ واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعید کم فیھا و یخرجکم اخراجا (۱۷، سورہ نوح ۱۷-۱۸)

اور نکالیگا تم کو ایک طرح کا نکالنا انسان زمین سے مثل نباتات کے نہیں اُگا۔ اسی طرح نہ مثل نباتات کے دوبارہ زمین سے نکلیگا پس یہ صرف تشبیہ معدوم ہونے کے بعد پھر پیدا ہونیکی ہے نہ اس بات کی کہ انسان بعد مرنے کے مثل نباتات کے پھر زمین ہی سے نکلینگے و یخرجکم اخراجا میں لفظ منھا کے ترک ہونے سے یعنی و یخرجکم منھا اخراجا نہ کہنے سے اس مطلب کو جو ہمنے بیان کیا اور زیادہ تقویت ہوتی ہے۔

خدا تعالیٰ نے سورہ اعراف میں اس طرح فرمایا ہے کہ وہ وہ ہے کہ بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دینے

۲۔ ھوالذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ حتے اذا اقلت سحابا ثقالا سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات کذلک نخرج الموتیٰ لعلکم تذکرون (۷ سورۃ الاعراف۔ ۵۵)

والیاں اپنی رحمت کے آنے کی یہاں تک کہ جب اُٹھاتے ہیں بوجھل بادل تو ہم اُن کو ہانک لیجاتے ہیں مرے ہوئے شہر کو پھر اُس سے برساتے ہیں پانی پھر ہم اُس سے نکالتے ہیں ہر طرح کے میوے اسی طرح ہم نکالینگے مردوں کو ادنیٰ تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں بھی صرف بعد معدوم ہونے کے پھر موجود ہونے کا بیان ہے

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۸﴾

اس سے زیادہ اور کسی چیز کا بیان نہیں اور اس مطلب کو سورہ ملائکہ کی آیت جو ابھی ہم لکھتے ہیں زیادہ صاف کردیتی ہے۔

خدا تعالیٰ نے سورہ ملائکہ میں فرمایا ہے اور اللہ وہ ہے جس نے بھیجا ہے ہواؤں کو پھر اٹھاتے ہیں

۳۔ واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقناہ الی بلد میت فاحیینا بہ الارض بعد موتہا کذٰلک النشور (۳۵ سورہ ملائکہ۔۱۰)

بادلوں کو پھر ہم اُس کو ہانک لیجاتے ہیں مرے ہوئے شہر کی طرف پھر اُس سے زندہ کرتے ہیں زمین کو اُسکے مرجانے کے بعد اُسی طرح مردوں کا زندہ ہونا ہے فی القاموس۔ النشر احیاء المیتہ کالنشور والانشار اس آیت میں نخرج کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ نشر کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صرف مردوں کے پھر موجود ہونے کی تشبیہ ہے نہ اُس جسم کی جو دنیا میں موجود تھا قبر میں سے نکلنے کی۔

ظاہر میں سورہ طٰہٰ کی آیت اس امر کی جو ہمنے بیان کیا مخالف معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُس میں لفظ منہا کا

۴۔ منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخرےٰ (۲۰ طٰہٰ۔ ۵۷)

بھی موجود ہے جو سورہ اعراف کی آیت میں نہ تھا مگر ہرگز وہ آیت مخالف نہیں ہے سورہ طٰہٰ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمنے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اُسی میں پھر لیجاوینگے اور اسی سے تم کو دوسری دفعہ نکالیں گے۔ انسان کو خدا نے زمین میں سے نہیں پیدا کیا بلکہ ماں کے پیٹ سے پیدا کیا ہے پس اُس کا زمین سے پیدا کرنا مجازاً بادنیٰ ملابست بولا گیا ہے اسی طرح اس کے مقابلہ میں زمین سے دوسری دفعہ نکلنا بھی مجازاً بادنیٰ ملابست بولا ہے پس اس سے یہ مطلب کہ یہی جسم جو دنیا میں موجود تھا پھر دوبارہ زمین سے نکلیگا ثابت نہیں ہوتا۔

ایک اور آیت بھی ہے جسکی تحقیق اسی مقام کے مناسب ہے اور وہ سورہ ق کی آیت ہے خدا تعالیٰ

واستمع یوم ینادی المناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذٰلک یوم الخروج انا نحن نحی ونمیت والینا المصیر یوم تشقق الارض

نے یوں فرمایا ہے کہ۔ سن ایک دن پکاریگا پکارنے والا پاس کے مقام سے۔ ایک دن سنینگے زور کی آواز یہ ہے دن نکلنے کا یعنی اپنی اپنی جگہہ

اور اسی طرح ہم بدلا دیتے ہیں گنہگاروں کو (۳۸)

عنھم سراعا ذلک حشر علینا یسیر۔ (۵۰-سورۃ ق-۳۸-۴۳) ــــ سے روحوں کے معہ اُن اجسام کے جو مفارقت بدن کیوقت اُن کو حاصل ہوئی تھی نکلنے کا اور ایک جگہہ جمع ہونیکا نہ یہ کہ ان اجسام کا جو دنیا میں موجود تھے دوبارہ پتلا بنکر نکلنے کا۔ اس کے بعد خدا نے فرمایا کہ بے شک ہم زندہ کرتے ہیں اور ہم مار ڈالتے ہیں اور ہماری طرف پھر آنا ہے جلدی کرتے ہوے اُس دن کہ پھٹ جاویگی اُن سے زمین یہہ اکٹھا کرنا ہم پر آسان ہے۔ اس جملہ سے یہ سمجھنا کہ زمین کا پھٹنا مردوں کے جسموں کے نکلنے کا باعث ہوگا محض غلط خیال ہے بلکہ یوم تشقق الارض سے یوم قیامت مراد ہے۔ اور متعدد آیتوں میں یہ مضمون اسی مراد سے آیا ہے نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن سب روحیں اکٹھی ہونگی اس آیت کو اُن جسموں کے جو دنیا میں تھے دوبارہ اُٹھنے سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ نے سورہ نازعات میں فرمایا ہے کہ کہتے ہیں کہ کیا ہم لوٹائے جاوینگے اُلٹے قدموں

یقولون ائنا لمردودون فی الحافرۃ ائذا کنا عظاما نخرۃ قالوا تلک اذا کرۃ خاسرۃ فانما ھی زجرۃ واحدۃ فاذا ھم بالساھرۃ (۷۹، سورۃ النازعات ۱۰-۱۴) کیا جب ہونگے ہم ہڈیاں گلی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ یہہ (لوٹانا) اسوقت پھر آنا ہے نقصان کا اسکے سوا کچھ نہیں کہ وہ ایک سخت آواز ہے پھر یکایک وہ ایک میدان میں ہونگے جس میں نیند نہ آتی ہو۔ منکرین حشر کے جو یہہ الفاظ۔ ائذا کنا عظاماً نخرۃ۔ اس آیت میں اور مثل اُسکے اور آیتوں میں آئے ہیں جیسے کہ ائذا کنا ترابا و عظاما۔ اور من یحیی العظام وھی رمیم وائذا کنا عظاما ورفاتا ائنا لمبعوثون۔ یہہ اُنکے اقوال اُسی خیال پر مبنی ہیں کہ وہ انسان کو بجز اس جسم موجودہ کے اور کچھ نہیں جانتے تھے یعنی روح کے وجود کے قایل نہ تھے اور اسی سبب سے وہ تعجب کرتے تھے کہ اس جسم کے گل جانے اور معدوم ہو جانے کے بعد پھر کیونکر وہ اُٹھیگا اور اسی استبعاد کے سبب وہ اس قسم کے شبہات کرتے تھے۔ روح کی حقیقت وہ نہیں سمجھ سکتے تھے بلکہ اُس کی ماہیت مثل دیگر اشیاء کی ماہیت کے انسان کی سمجھ سے خارج تھی اور خدا تعالیٰ طرح طرح سے اُن کے استبعاد کو دور کرتا تھا اور حشر کے ہونے پر یقین دلاتا تھا کبھی تمثیل میں اور کبھی اپنے قادر مطلق ہونے میں پس اُن الفاظ سے جو منکرین روح استبعاد

لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ

رکھتے تھے اور اُن کے جواب تمثیلی یا اُس کے مقابلہ میں اظہار قدرت کرنے سے یہہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُسی جسم کا جو وہ دنیا میں رکھتے تھے اور جس کا گل جانا اور معدوم ہو جانا کھتے تھے اُسی جسم کو خدا پھر اوٹھاویگا۔

سورہ مومن۔ سورہ صافات۔ سورہ واقعہ میں بالفاظ متحدہ خدا تعالیٰ نے یہہ فرمایا ہے کہتے ہیں کہ کیا

قالوا ائذا متنا وکنا ترابا وعظاما ائنا لمبعوثون۔ (انتہیٰ)
وکانوا یقولون ائذا متنا وکنا ترابا و عظاما ائنا لمبعوثون اوابآءنا الاولون قل ان الاولین والاخرین لمجموعون الیٰ میقات یوم معلوم۔
(۵۶۔ سورہ واقعہ ۴۶-۵۰)

جب ہم مرجاوینگے اور ہم ہوجاوینگے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم اُٹھائے جاوینگے۔ اور سورہ واقعہ میں خدا نے فرمایا اور وہ کہتے تھے کہ کیا جب ہم مرجاوینگے اور ہو جاوینگے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم پھر اوٹھائے جاوینگے کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (اُٹھائے جاوینگے) کہدے کہ بیشک اگلے اور پچھلے ضرور اکھٹے کئے جاوینگے وقت ودن معین میں۔ اس آیت میں سوال تھا کہ کیا ہم اور ہمارے باپ دادا اُٹھائے جاوینگے اُسکا جواب یہہ ملا کہ بیشک اکٹھے کئے جاوینگے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جہاں جہاں قرآن مجید میں بعث کا لفظ آیا ہے اُس سے جمع کرنا مراد ہے نہ اس جسم کو جو ہم دنیا میں رکھتے ہیں بعد معدوم ہو جانے کے پھر تپلا بنا کر اُٹھانا۔ بعث کا اطلاق لشکر پر ان معنوں میں آتا ہے جبکہ اُن کو ایک جگہہ جمع ہونے کا حکم دیا جاتا ہے پس اس آیت میں خود خدا نے بعث کے معنونکی تشریح کردی ہے اور اِس لئے اُس کے اور کوئی دوسرے معنی نہیں لئے جاسکتے۔

سورہ حج میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اور تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک ہوگئی پھر جب ہم برساتے ہیں اُسپر

وتری الارض ھامدۃ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت وربت وانبتت من کل زوج بھیج ذلک بان اللہ ھو الحق وانہ یحیی الموتی وانہ علی کل شیٔ قدیر وان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیھا وان اللہ یبعث من فی القبور۔
(۲۲ سورۃ الحج ۵-۶ و ۷)

پانی تو پہولتی ہے اور بڑہتی ہے اور اُگاتی ہے ہر قسم کی خوش آیند چیزیں۔ یہہ اسلئے ہے کہ اللہ وہی برحق ہو اور یہہ کہ وہی زندہ کرتا ہو مردوں کو اور یہہ کہ وہی ہر شے پر قادر ہے اور یہہ کہ قیامت آنیوالی ہو

اُنکے لئے جہنم سے بچھونا ہے

اُس میں کچھ شک نہیں اور یہہ کہ اللہ اوٹھاویگا اُن کو جو قبرون میں ہیں۔

اور سورہ یسین میں فرمایا ہے۔ پھونکا جاویگا صور میں پس یکایک وہ قبروں میں سے اپنے پروردگار کے پاس

ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون - قالوا یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ھم جمیع لدینا محضرون (۳۶ یسین - ۵۱ - ۵۳)

دوڑینگے کہینگے اے واے ہم پر کس نے اُٹھایا ہمکو ہمارے مرقد سے یہہ وہ ہے جس کا وعدہ کیا تھا خدا نے اور سچ کہا تھا پیغمبرون نے یہہ نہیں تھا مگر ایک تند آواز میں پھر دفعتاً وہ سب ہمارے پاس حاضر ہونیوالے ہیں۔

اگرچہ ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے اُن لوگون کا قبرون میں سے اُٹھنا اُنکو جو بعث کے بسبب نہ یقین کرنے روح کے منکر محض تھے زیادہ تر یقین دلانے کو بالفاظ "من فی القبور" اور "من الاجداث" کے بیان فرمایا ہے یعنی جن کو تم قبرون میں گڑا ہوا اور گلا سڑا خاک میں ملا ہوا سمجھتے ہو وہی قبرون میں سے اُٹھینگے۔ مگر درحقیقت مقصود اور موضوع کلام کا یہہ نہیں ہے کہ وہ کہان سے اُٹھینگے کیونکہ بہت سے ایسے ہیں جو قبرون میں نہیں ہیں آگ میں جلا دیئے گئے ہیں جانور کھا گئے ہیں بلکہ مقصود مُردون کا یعنی جن کو ہم مرا ہوا سمجھتے ہیں یا اور جن پر مُردے کا اطلاق ہوتا ہے قیامت میں اُنکا موجود ہونا ہے لیکن اگر ہم کچھہ غور نہ کرین اور یہی سمجھین کہ جو لوگ قبرون میں دفن ہیں وہی اُٹھینگے تو بھی ان آیتوں سے یہ بات کہ اُن کا یہی جسم ہوگا جو وہ دنیا میں رکھتے تھے کسیطرح سے پایا نہیں جاتا۔

قرآن مجید میں وداد عجیب آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن نہ کسی معدوم جسم کا دوبارہ پتلا بناکر اُٹھایا جاویگا نہ کوئی جدید جسم اُن کو ملیگا بلکہ وہی جسم ہوگا جو روح و نسمہ کے اختلاط سے روح نے حاصل کیا تھا اور بعد مفارقت بدن روح نے معہ اُس جسم کے مفارقت کی تہی پس جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا کہ نشاء آخرت تکملہ اسی حیات کا ہوگا نہ خلق جدید بالکل ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے سورۃ الاسریٰ میں فرمایا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور گلے ہوئے ہوجاوینگے تو کیا ہم

وقالوا ءاذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون خلقا جدیدا قل کونوا حجارۃ او حدیدا او خلقا مما یکبر فی صدورکم فسیقولون من یعیدنا

ہم پھر اُٹھائے جاوینگے نئے پیدا ہوکر۔ کہا ہو کہ تم پتھر ہوجاؤ یا لوہا یا اُس قسم کی پیدائش جو تمہارے دل کو بڑی مستحکم

وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ

قل الذی فطرکم اول مرۃ فسینغضون الیك رؤسھم ویقولون متی ھو قل عسی ان یکون قریبا (سورۃ الاسریٰ ۵۲ و ۵۳)

لگتی ہو تب ہی تم کہو گے کہ کون ہم کو لوٹا لاویگا۔ کہدے کہ وہ جس نے پیدا کیا تم کو پہلی دفعہ پھر جھکا وینگے اپنے سروں کو تیری طرف اور کہنے لگینگے وہ کب ہوگا۔ کہدے کہ شاید یہ ہووے قریب۔

اور سورہ سجدہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ اور اُنہوں نے کہا کہ جب ہم زمین میں گم ہو جاوینگے (یعنی

وقالوا ائذا ضللنا فی الارض ائنا لفی خلق جدید بل ھم بلقاء ربھم کافرون قل یتوفکم ملك الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون (سورہ سجدہ- ۹ و ۱۰)

گل گلا کر مٹی ہو کر اُس میں مل جاوینگے) تو کیا ہم ایک نئی پیدایش میں آوینگے۔ بلکہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں کہدے کہ تم کو ملک الموت ماریگا جو تم پر متعین ہے پھر اپنے پروردگار کے پاس پھر جاؤ گے۔

ان دونوں آیتوں میں باوجودیکہ سوال خلق جدید سے تھا مگر خدا نے اُس کو قابل جواب نہیں سمجھا کیونکہ خود سوال ہی باطل تھا کہ خلق جدید خلق سابق کے اعمال کی جزا و سزا کے مستحق نہیں ہو سکتی ایک جگہ تو یہ فرمایا کہ تمکو پھر وہی حشر میں لاویگا جس نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا اور لانیکی کچھ تفصیل نہیں بتلائی۔ اور دوسری آیت میں فرمایا کہ اُن کی یہہ باتیں اس بنا پر ہیں کہ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں اور یہہ جواب دیا کہ جب مروگے تو اپنے پروردگار کے پاس جاؤ گے۔ غرضکہ ان آیتوں سے بھی اس جسم کا جو دنیا میں ہے دوبارہ پتلا بنکر اُٹھنا ثابت نہیں ہوتا۔

دو آیتیں اور ہیں جن کا ہم اس مقام پر ذکر کرینگے ایک آیت سورہ یسین کی ہے۔ خدا نے فرمایا کہ ہمارے

ضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشأھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم (سورہ یسین ۷۸-۷۹)

لئے یہ مثال تو لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کون زندہ کریگا ہڈیوں کو اور وہ تو گل گئی ہونگی اور اپنے پیدا ہونے کو بھول جاتے ہیں کہدے کہ انکو زندہ کریگا وہ جس نے تمکو پیدا کیا پہلی دفعہ اور وہ ہر قسم کی آفرینش کو جانتا ہے۔

ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ۔

اور سورہ قیامہ میں فرمایا ہے کہ۔ کیا گمان کرتا ہے کہ ہم

اور اُن کے اوپر سے بالاپوش

بلیٰ قادرین علیٰ ان نسوی بنانہ (۵، سورہ قیامہ۔ ۴۳) ہڈیوں کو اکھٹا نہ کرینگے۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ انگلیوں کی پوریوں کو بھی درست کردیں۔

قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیمۃ (۴۵۔ جاثیہ۔ ۲۵) اور سورہ جاثیہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ۔ کہدے کہ اللہ تمکو جلاتا ہے پھر تمکو مارڈالیگا پھر تم کو قیامت کے دن اکھٹا کریگا۔

ان تین آیتوں میں سے پہلی دو آیتیں ایسی ہیں جن پر متکلین نافین نفس ناطقہ استدلال کرسکتے ہیں جیسا کہ شرح مواقف میں مذہب اول بیان کیا گیا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ جب اُنہی گلی ہوئی ہڈیوں کے زندہ کرنے کا بیان ہوا ہے اور انگلیوں کے پوروں تک کا بنا دینا بتلویا ہے تو اس سے اسی جسم کا جو دنیا میں ہے دوبارہ پتلا بنکر اُٹھنا پایا جاتا ہے۔

مگر یہ خیال دو طرح پر غلط ہے ایک اسلئے کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ کسی سوال کے جواب میں صرف اظہار قدرت سے اس بات کا ثبوت کہ یہی جسم جو دنیا میں ہے دوبارہ پتلا بنا کر اُٹھایا جاویگا لازم نہیں آتا۔ دوسرے یہ کہ اُسی کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ ہو بکل خلق علیم یعنی وہ ہر قسم کے پیدا کرنیکو جانتا ہے کہ گلی ہوئی ہڈیوں کی زندگی کیا چیز ہے اور وہ کیونکر ہوتی ہے۔ پھر اس سے یہ سمجھنا کہ وہ گلی ہوئی ہڈیاں دوبارہ ایسی ہی ہو جاوینگی جیسے کہ اب اس زندگی میں ہیں ایک صریح غلطی ہے۔ ایک آیت کے معنی دوسری آیت سے حل ہو جاتے ہیں سورہ جاثیہ میں صاف لفظوں میں خدا نے فرما دیا ہے کہ اللہ تم کو جلاتا ہے پھر تمکو مارتا ہے پھر تم کو قیامت کے دن اکھٹا کریگا پس یہ آیت نہایت صاف ہے اور اسی آیت کے سیاق سے تمام آیتوں کے معنی حل ہوتے ہیں۔

یہ مسئلے جو ہم نے اس مقام پر بیان کئے معاد کے مشکلہ مسائل میں سے تھے اور جہانتک ہم سے ہو سکا ہم نے اُن تمام آیتوں کو جو اُن سے علاقہ رکھتی تھیں ایک جگہ جمع کر دیا اور بقدر اپنی طاقت کے اُنکو حل بھی کیا اور اُسکی تائید میں علمائے محققین کے اقوال بھی نقل کئے اب معاد کی متعلق کیفیت حساب و کتاب عذاب و ثواب کا بیان باقی ہے جس کو اگلے علمائے اور خصوصاً امام غزالی اور شاہ ولی اللہ نے نہایت خوبی سے بیان کیا ہے اور ہم بھی اسکو آیندہ موقع بموقع بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا
لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ
وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤١﴾
وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا
وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ
فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٢﴾ الَّذِيْنَ
يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
كٰفِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ
يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰىهُمْ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ
لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ
تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٥﴾

اوراسی طرح ہم بدلا دیتے ہیں ظالموں کو (۳۹) اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کئے ہیں ہم کسیکو
تکلیف نہیں دیتے مگر بقدر اُسکی طاقت کے۔ وہی لوگ ہیں بہشت میں جانیوالے اور وہ اُسمیں ہمیشہ
رہینگے (۴۰) اور ہم نکال لینگے ناخوشی کو جو کچھ کہ اُنکے دلوں میں ہو (یعنی بہشت میں کسی کے
دل میں ناخوشی نہیں رہیگی) اُنکے نیچے بہتی ہونگی نہریں اور وہ کہینگے شکر خدا کا جس نے
ہمکو اسکے لئے ہدایت کی اور ہم ایسے نہ تھے کہ ہدایت پاتے اگر ہمکو خدا ہدایت نکرتا۔ بیشک آئے
تھے ہمارے پروردگار کے رسول برحق اور انکو پکار کر کہا جاویگا کہ یہی جنت تم اُسکے وارث
کئے گئے ہو اُس کام کے سبب سے جو تم کرتے تھے (۴۱) اور پکار کر کہیں گے اہل بہشت اہل دوزخ
کو کہ بیشک ہم نے پایا جو کچھ ہم سے ہمارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سچ پھر کیا تم نے بھی
پایا جو کچھ تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سچ - وہ کہینگے ہاں پھر ایک آواز دینے
والا انمیں آواز دیگا کہ لعنت خدا کی ظالموں پر (۴۲) جو لوگوں کو روکتے تھے اللہ کے رستہ
سے اور اُس رستہ کو ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے اور آخرت کے منکر تھے (۴۳) اور اُن دونوں (یعنی
جنتیوں اور دوزخیوں) کے بیچ میں حجاب ہوگا* (یعنی کفر پر مرنیکے سبب سے جنتیوں اور دوزخیوں
میں ایک ایسی روک ہوگی کہ وہ اُن نعمتوں سے جو جنتیوں کو حاصل ہونگی کچھ فائدہ نہیں اُٹھا
سکینگے) اور اعراف‡ پر (یعنی معرفت کے مرتبہ پر) لوگ ہونگے جو پہچانتے ہونگے ہر ایک کو (یعنی بہشتیوں
اور دوزخیوں کو) اُنکی پیشانیوں سے اور پکار کر کہینگے اہل جنت کو (یعنی انکو جو جنت میں جانے والے ہونگے)
سلام علیکم یعنی سلامتی ہو تمپر (حالانکہ) وہ ابھی نہیں داخل ہوئے اُسمیں (یعنی جنت میں) اور وہ
امید رکھتے ہیں (۴۴) اور جب پھیری جاوینگی اُنکی آنکھیں اہل دوزخ کیطرف (یعنی انکی طرف جو دوزخ میں
جانے والے ہیں) کہینگے اے ہمارے پروردگار مت کر یو ہمکو ظالم لوگوں کے ساتھ (۴۵)

* الحجاب - ان تموت النفس مشرکة ... یغفر للعبد ما لم یقع الحجاب (قاموس)
‡ قول الحسن وقول الزجاج فی احد قولیہ ان قولہ وعلی الاعراف ای علی معرفة اهل الجنة واهل النار
رجال یعرفون کل واحد من اهل الجنة ومن اهل النار بسیماهم (تفسیر کبیر)

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا
مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ
اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ
اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا
عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۸﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى
وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ
الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَّنَا
مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا
نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ

اور پکارینگے پہچاننے والے (دوزخ میں جانیوالے) لوگوں کو پہچانینگے اُنکو انکی پیشانیوں سے
کہینگے کہ نہ بے پرواہ کیا تمکو تمہارے جمع کیئے ہوئے نے جسپر کہ تم تکبر کرتے تھے (۴۶) اور بہشت
میں جانیوالونکی طرف اشارہ کرکے دوزخ میں جانیوالوں سے کہینگے) کیا یہی وہ لوگ ہیں جنپر تم
قسم کھاتے تھے کہ خدا اُنکو ہرگز رحمت نہیں پہونچانیکا۔ (اُسوقت خدا اُن بہشت میں
جانیوالوں سے کہیگا) کہ جنت میں داخل ہو تمکو نہ کچھ ڈر ہے اور نہ تم غمگین ہوگے (۴۷) اور پکار کر
کہینگے اہل دوزخ اہل جنت کو کہ ڈالدو ہمپر تھوڑا سا پانی میں سے یا اُس میں سے جو خدا نے تمکو دیا ہے
اہل جنت کہینگے کہ خدا نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے (۴۸) جنہوں نے ٹھہرالیا تھا
اپنے دین کو تماشا اور کھیل اور انکو دھوکا دیا دنیا کی زندگی نے پھر آجکے دن اُنکو ہم بھول جاوینگے
جیسے کہ وہ بھول گئے تھے اپنے ملنے کے دن کو جو یہ ہے اور جیسے کہ وہ ہماری نشانیوں سے انکار کرتے
تھے (۴۹) اور بیشک ہم نے اُنکو لادی کتاب ہم نے اُسکو مفصل کردیا ہے اپنے علم پر ہدایت
کرنیوالی اور رحمت والی اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں (۵۰) کس بات کا وہ انتظار کرتے ہیں
بجز اُسکے (یعنی اُس وعدہ کے) سچے ہونیکی جسدن کہ آجاویگا اُسکا سچا ہونا کہینگے وہ لوگ جو
پہلے سے اُسکو بھول گئے تھے بیشک آئے تھے ہمارے پروردگار کے رسول برحق پھر کیا ہمارے لئے
ہیں شفاعت کرنیوالوں میں سے تاکہ ہماری شفاعت کریں یا ہمکو پلٹا دیا جاوے (یعنی دنیا میں) تاکہ ہم
عمل کریں برخلاف اسکے جو ہم عمل کرتے تھے بیشک اُنھوں نے نقصان کیا اپنا آپ اور کھویا
گیا اُنکے پاس سے جو وہ افترا کرتے تھے (۵۱) بیشک تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

* علے علم اے بعلم منا (تفسیر ابن عباس)
** قوله هدى ورحمة قال الزجاج هدى فى موضع نصب اى فصلناه هاديا وذا رحمة (تفسیر کبیر)

فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ

(۵۴) (ستۃ ایام) توریت میں ہے کہ خدا نے نور و ظلمت کو ایک دن میں۔ آسمانوں کو ایک دن میں کواکب اور شمس و قمر کو ایک دن میں۔ زمین و دریا و اشجار کو ایک دن میں حیوانات آبی و ہوائی کو ایک دن میں حیوانات زمین پر رہنے والے اور انسان کو ایک دن میں پیدا کیا۔ یہہ سب مل کر چھہ دن ہوئے۔

قرآن مجید میں بھی تمام چیزون کا چھہ دن میں پیدا کرنا بیان کیا ہے۔ سورہ فصلت میں اُسکی تفصیل بھی ہے اُس سورۃ میں نور و ظلمت کا جسکا زیادہ تر اثر زمین پر محسوس ہوتا ہے اور زمین و اشجار و حیوانات ہوائی و آبی و ارضی کا پیدا ہونا چار دن میں اور آسمانوں اور کواکب کا دو دن میں بیان ہوا ہے غرضکہ جس طرح پر یہودیون کا اعتقاد تھا اُسیکا بطور حکایت اُنکے اعتقاد کے قرآن مجید میں ذکر آیا ہے ساتوان دن یہودیون کے ہان خدا کے آرام کرنے کا تھا جس سے یہہ پایا جاتا تھا کہ گویا چھہ دن تک کام کرنے سے خدا تھک گیا تھا یہ خیال خدا کی عظمت اور شان کے مواقف درست نہ تھا اس لئے اُسکی تردید کر دی کہ "بیشک ہم نے پیدا کیا آسمانون کو اور زمین کو اور جو کچھہ کہ اُن دونوں میں ہے

ولقد خلقنا السماوات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب (سورۃ ق ایت ۳۷)

چھہ دن میں اور ہمکو ذرا بھی ماندگی نے نہیں چھوا" اور اُسکی جگہہ فرمایا "ثم استوی علی العرش" اُنکے پیدا کرنیکے بعد اُنکے اوپر حکومت و سلطنت کی۔ نہ یہ کہ تھک کر ساتوین دن آرام کیا۔

توریت میں جو چھہ دن میں دنیا کا پیدا کرنا بیان ہوا ہے اُسپر سخت اعتراضات کئے گئے ہیں اور علمی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ چھہ دن میں دنیا پیدا نہیں ہوئی بلکہ بہت زیادہ عرصہ میں پیدا ہوئی ہے وہ دلیلیں ایسی مستحکم تھین کہ ٹل نہیں سکتی تھیں اسلئے عیسائی علمار نے کبھی تو کہا کہ ہر ایک دن کی مقدار ہزار ہزار برس کی تھی۔ مگر یہہ زمانہ بھی دنیا کے پیدا ہونے کیلئے کافی نہ تھا اسلئے آخر کار اُنھوں نے دن کے معنی ایک زمانہ کیلئے ہین جسکی مقدار مقرر نہین کی۔

جو مسلمان عالم یہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے قرآن مجید میں دنیا کا پیدا ہونا چھہ دن کے عرصہ میں بطور ابنا

چھہ دن میں پھر قایم ہوا عرش پر

اخبار کے بیان کیا ہے اُنکو بھی وہی مشکلیں پیش آتی ہیں جو عیسائی علماء کو پیش آئی ہیں چنانچہ بعض عالموں نے باستدلال آیت سورہ سجدہ کی خیال کیا ہے کہ یہ ایک دن دنیا کی ہزار برس کی برابر تھا بعض عالموں نے دن سے ایک حالت اور ایک زمانہ مراد لیا ہے اور یہ راے عیسائی علماء کی اُس راے کے مشابہ ہے جس میں اُنہوں نے دن سے ایک زمانہ مراد لیا ہے اور اُسکی مقدار معین نہیں کی چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ چھہ دن سے اشارہ ہے دیکھنے والوں کی نگاہ میں چھہ حالتوں کی طرف اور یہ اسطرح پر ہے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ کہ اُن میں ہے تین چیزیں ہوئیں اور اُن میں سے ہر ایک کیلئے ذات ہے اور صفت ہے۔ پس آسمان کی بلحاظ اُسکی ذات کے پیدا کرنیکے ایک حالت ہوئی اور بلحاظ اُنکی صفات کو پیدا کرنیکے دوسری حالت ہوئی اور یہی حال ہے زمین کی ذات اور اُسکی صفات کو پیدا کرنیکے لحاظ سے اور اسی طرح اُن دونوں کے بیچ میں جو کچھ ہے اُنکی ذات و صفات کے پیدا کرنے کے لحاظ سے ہے پس یہ چھہ چیزیں ہیں چھہ حالتوں میں مگر چھہ حالتوں کی جگہہ جو چھہ دن کا ذکر کیا ہے اُسکا سبب یہ ہے کہ جب انسان خلق کو دیکھتا ہے تو ایک فعل سمجھتا ہے اور فعل زمانہ میں واقع ہوتا ہے اور دن اُن لفظوں میں جن سے زمانہ تعبیر کیا جاتا ہے سب سے زیادہ مشہور ہے ورنہ آسمانوں کے پیدا ہونے کے پہلے نہ رات تھی نہ دن تھا۔ اور یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی دوسرے سے کہے کہ جس دن میں میں پیدا ہوا ہوں وہ مبارک دن تھا۔ حالانکہ ممکن ہے کہ رات کو پیدا ہوا ہو مگر ایسا ہونا اُسکے مطلب سے خارج نہیں ہے کیونکہ اُسکی مراد دن کہنے سے وہ زمانہ ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہے۔

> فی ستة ایام اشارة الی ستة احوال فی نظر الناظرین وذلك لان السموات والارض وما بینهما ثلاثة اشیاء ولكل واحد منها ذات وصفة فنظرا الی خلقة ذات السموات حالة ونظرا الی خلقة صفاتها اخری ونظرا الی ذات الارض والی صفاتها كذلك ونظرا الی ذوات ما بینهما والی صفاتها كذلك فهی ستة اشیاء فی ستة احوال وانما ذكر الایام لان الانسان اذا نظر الی الخلق راه فعلا والفعل ظرفه الزمان والایام اشهر الازمنة والا فقبل السموات لم یكن لیل ولا نهار وهذا مثل ما یقول القائل لغیره ان یوما ولدت فیه كان یوما مباركا وقد یجوز ان یكون ذلك قد كان لیلا ولا یخرج عن مراده لان المراد هو الزمان الذی هو ظرف ولادته (تفسیر کبیر تفسیر سورۂ سجدہ صفحہ ۲۱۶)

میرے نزدیک امر محقق یہ ہے کہ جہاں جہاں قرآن مجید میں چھہ دن کے عرصہ میں دنیا کا پیدا ہونا بیان ہے وہ نہ اخبار ہے اور نہ کلام مقصود بلکہ مخاطبین کے اعتقاد کو بطور تقاول تسلیم کر کے اُسپر دلیل

یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّهَارَ

قایم کی ہے یعنی خدا تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیون اور ممکن ہے کہ مشرکین کو بھی مخاطب کرکے یہ فرمایا ہے
کہ جسکی نسبت تمہارا یہہ اعتقاد ہے کہ اُسنے چھہ دن میں دنیا پیدا کی ہے وہی خداے واحد ذوالجلال
ہے مخاطبین کے مسلمہ امر سے خدا کے ہونے پر اور اُسکی عظمت اور استحقاق عبادت پر استدلال کیا ہے نہ
یہ کہ خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اُسنے چھہ دن میں دنیا کو پیدا کیا ہے یہی راے بعضے اگلے عالمون کی بھی
ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہو کہ ایک سوال کرنیوالا یہ پوچھہ سکتا ہے کہ ان چیزون کا چھہ دن میں پیدا
ہونا ممکن نہیں ہے کہ اُسکو صانع کے وجود کے اثبات پر دلیل
کیا جاوے - اس کا بیان کئی طرح پر ہے - اول یہ کہ اُن محدثات
یعنی پیدا ہوئی ہوئی چیزون سے وجود صانع پر دلیل ہونیکی
وجہہ یا یہ ہے کہ وہ پیدا شدہ ہیں یا یہ ہو کہ ممکنات سے ہیں یا
دونوں باتین اُسکی دلیل ہیں لیکن اس بات کا کہ وہ چھہ دنمیں
پیدا ہوئی ہیں یا ایک دنمیں اُس سے بلاشبہ دلیل پر کچھہ اثر نہیں
ہے ÷ ÷ ÷ پہر مصنف تفسیر کبیر اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ
خدا تعالیٰ نے توراۃ کے شروع میں کہا ہو کہ اُسنے چھہ دن
میں آسمان و زمین پیدا کئے ہیں اور اہل عرب یہودیوں کے
ساتھہ مخلوط ہو گئے تھے اور ظاہر ہے کہ اُنھوں نے
یہودیون سے یہ بات سنی تھی - پس گویا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے
کہ تم بتون کی پرستش پر مشغول مت ہو کیونکہ تمہارا پروردگار وہ
ہی ہے کہ جسکی نسبت تم نے عقلمند لوگون سے سُنا ہو کہ
بیشک وہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینون کو نہایت
عظمت اور بہت بڑی منزلت پر چھہ دن میں پیدا کیا ہے -

سایل ان یسئل فیقول کون ھذہ الاشیاء مخلوقۃ فی ستۃ ایام لایمکن جعلہ دلیلا علی اثبات الصانع و بیانہ من وجوہ (الاول) ان وجہ دلالۃ ھذہ المحدثات علی وجود الصانع ھو حدوثہا او امکانہا او مجموعہما فاما وقوع ذلک الحدوث فی ستۃ ایام او فی یوم واحد فلا اثر لہ فی ذلک البتۃ ÷ ÷ ÷
والجواب انہ سبحانہ ذکر فی اول التوراۃ انہ خلق السموات والارض فی ستۃ ایام والعرب کانوا یخالطون الیہود والظاہر انہم سمعوا ذلک منہم فکانہ سبحانہ یقول لا تشتغلوا بعبادۃ الاوثان والاصنام فان ربکم ھو الذی سمعتم من عقلاء الناس انہ ھو الذی خلق السموات و الارض علی غایۃ عظمتہا و نہایۃ جلالتہا فی ستۃ ایام (تفسیر کبیر)

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ ستۃ ایام کا لفظ صرف نقلاً مخاطبین کے اعتقاد یا اذعان کے

ڈہانک دیتا ہے دن رات کو

مطابق آیا ہے نہ بطور بیان حقیقت پس لفظ ستۃ ایام کا کلام مقصود بالذات نہیں ہے۔ بلکہ بطور نقل وحکایات اعتقاد مخاطبین آیا ہے۔ اگر اس بات پر ہمیشہ خیال رکھا جاوے کہ انبیاء علیہم السلام کا کام نہ حقایق اشیاء سے بحث کرنے کا ہے اور نہ تمام اُن چیزوں پر رد وقدح کرنے کا ہے جو فی الواقع حقائق اشیاء کے برخلاف ہیں بلکہ اُن کا کام صرف یہ ہے کہ جو چیزیں خدا کی وحدانیت اور قدرت وعظمت کے برخلاف لوگوں کے دلوں میں ہوں اُنکو نیست ونابود کریں پس خلق سماوات والارض کی نسبت جو کچھ کہ مخاطبین کا اعتقاد برخلاف شان خدا تعالیٰ تھا وہ صرف تھک کر ساتویں دن اُسکا آرام لینا تھا اوسے مٹانا ایک پیغمبر کو بلحاظ اپنے منصب پیغمبری کے ضرور تھا چنانچہ اُس کو الفاظ "ومامسنا من لغوب" سے مٹا دیا اور باقی امور سے کچھ تعرض نہیں کیا پس کوئی ذی عقل انسان جس کو قرآن مجید کے طرز بیان سے ذرا بھی مس ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ لفظ ستۃ ایام کا قرآن مجید میں بطور بیان حقیقت کے واقع ہے۔

(استویٰ علی العرش) عرش کے معنی لغت میں تخت رب العالمین کے۔ اور تخت بادشاہ کے۔ اور عزت کے۔ اور جس سے کہ کوئی امر قایم ہو۔ اور گھر کی چھت کے۔ اور سردار قوم کے۔ اور اُس چیز کے جسپر جنازہ اوٹھایا جاتا ہے لکھے ہیں۔

تمام مفسرین عرش سے تخت رب العالمین مراد لیتے ہیں اور اُسکو موجود فی الخارج سمجھتے ہیں تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ آسمانوں کے اوپر ایک جسم عظیم ہے اور وہ تخت رب العالمین ہے قرآن مجید میں جہاں عرش کا لفظ آیا ہے وہ دو قسم کی آیتیں ہیں ایک وہ جن میں صرف عرش کا ذکر ہے اور دوسری وہ کہ جن میں استویٰ علی العرش کا ذکر ہے اول ہم اُن دونوں قسم کی آیتوں کو اس مقام پر لکھتے ہیں

آیات قسم اول جن میں صرف عرش کا ذکر ہے۔

لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم-۹ توبہ-۱۳۰-

قل لو کان معہ آلھۃ کما یقولون اذا لابتغوا الیٰ ذی العرش سبیلا-۱۷-اسریٰ-۴۴-

فسبحان اللہ رب العرش عما یصفون-۲۱ الانبیاء-۲۲-

یطلبہ حثیثا

قل من رب السموات السبع ورب العرش العظیم۔ ۲۳۔ المومنون۔ ۸۸

فتعالی اللہ الملک الحق لا الہ الا ھو رب العرش الکریم۔ ۲۳۔ المومنون۔ ۱۱۷

اللہ لا الہ الا ھو رب العرش العظیم۔ ۲۷۔ النمل۔ ۲۶۔

وتری الملائکۃ حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربھم وقضی بینھم بالحق وقیل الحمد للہ رب العالمین۔ ۳۹۔ زمر۔ ۷۵۔

رفیع الدرجت ذو العرش ۴۰ مومن ۱۵۔

سبحان رب السموات والارض رب العرش عما یصفون۔ ۴۳۔ زخرف۔ ۸۲۔

عند ذی العرش مکین۔ ۸۱ تکویر۔ ۲۰۔

ذو العرش المجید فعال لما یرید۔ ۸۵۔ بروج۔ ۱۵۔

والملک علی ارجائھا ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیہ۔ ۶۹۔ الحاقہ۔ ۱۷۔

الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ ویستغفرون للذین امنوا۔ ۴۰ مومن۔ ۷۔

وھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ ۱۱۔ ھود۔ ۹

آیات قسم ثانی جن میں استوی علی العرش کا ذکر ہے

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش۔ ۷۔ الاعراف ۵۲ وسورہ ۱۰ یونس ۳۔

الذی خلق السموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش الرحمن فاسئل بہ خبیرا۔ ۲۵۔ فرقان۔ ۶۰۔

اللہ الذی خلق السموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش ما لکم من دونہ من ولی ولا شفیع افلا تتذکرون یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون۔ ۳۲۔ السجدہ۔ ۳۔ ۴

ھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش۔ ۵۷ حدید۔ ۴

اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونھا ثم استوی علی العرش۔ ۱۳۔ رعد۔ ۲۔

الرحمن علی العرش استوی۔ ۲۰ طہ۔ ۴۔

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسواھن سبع سموات وھو بکل شی علیم۔ بقرہ۔ ۲۰۔

بلاتا ہے اسکو جلد جلد

قل أ انکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون لہ انداداذلک رب العلمین وجعل فیھا رواسی من فوقھا وبارک فیھا وقدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام سواء للسائلین ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا اوکرھا قالتا اتینا طائعین فقضاھن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرھا وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا ذلک تقدیر العزیز العلیم ۔ ۴۱ فصلت ۔ ۸ لغایت ۱۱

باوجوداسکے کہ تمام مسلمان عرش رب العالمین کوایک جسم عظیم موجود فی الخارج فوق السموات مانتے ہیں مگر لفظ استوٰی سے تخت پر بیٹھنا مراد نہیں لیتے ۔ بلکہ وہ یقین کرتے ہیں کہ نہ کبھی خدا اُس تخت پر بیٹھا اور نہ کبھی آیندہ بیٹھیگا اور نہ تخت پر اُس کا بیٹھنا ممکن ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے " فاعلم انہ لایمکن ان یکون المراد منہ کونہ مستقرا علی العرش " کیونکہ اگر خدا تخت پہ بیٹھے یا بیٹھا ہوا ہو تو وہ متناہی ہوجاویگا اور جب متناہی ہوگا تو حادث ہوجاویگا ۔ اور حیز معین اور جہت خاص میں محدود ہوگا اور حیز اور مکان کی اُس کو احتیاج ہوگی ۔ پھر وہ مقدار میں عرش سے بڑا ہوگا یا عرش اُس سے بڑا ہوگا یا دونوں برابر ہونگے ہر طرح سے خدا پر مشکل لازم آتی ہے ۔ بڑی مشکل یہ پڑتی ہے کہ زمین یا دنیا تو کروی ہے اور جب خدا ایک تخت پر بیٹھا تو ایک طرف کی دنیا کے لوگوں سے تو وہ اوپر ہوگا اور دوسری طرف کی دنیا کے لوگوں سے نیچے تو سب سے اوپر ہونا اُس کا متحقق نہ رہیگا ۔ اسی قسم کی سولہ دلیلیں خدا کے تخت پر بیٹھنے کے امتناع میں تفسیر کبیر میں مندرج ہیں ۔ غرضکہ تمام اہل سنت وجماعت بلکہ تمام فرق اسلامیہ سوائے بعض کو خدا تعالٰی کے جلوس کو ممتنع بیان کرتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہے کہ عرش جب سے بنا ہے خالی پڑا ہے اور ہمیشہ خالی پڑا رہیگا ۔ مگر کسی نے یہ نہ بتلایا کہ پھر وہ بنایا کیوں ہے اور کس کیلئے ؟ ۔

جب ہمارے علماء اس مشکل میں پڑے تو اُنہوں نے استوٰی اور عرش دونوں کے معنی بدلے اور کہا کہ ان آیتوں میں جن میں استوٰی علی العرش کا ذکر ہے وہ چوڑا چکلا جسم عظیم جسکو تخت رب العالمین موجود فی الخارج فوق السموات قرار دیا ہے مراد نہیں ہے بلکہ عرش سے بادشاہت اور مملکت اور استوٰی سے اُس پر استعلا یعنی غلبہ وقدرت مراد ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ " قفال نے کہا ہے کہ عرش کلام

عرب میں وہ تخت ہے جسپر بادشاہ بیٹھتا ہے پھر عرش سے ملک اور سلطنت سمجھی جاتی ہے کہا جاتا ہے (ثل عرشہ) جبکہ سلطنت میں خرابی	نقال رای القفال رحمۃ اللہ علیہ العرش فی کلامھم ھو السریر

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ

الذی یجلس علیہ الملوک ثم جعل العرش کنایۃ
عن النفس الملک یقال ثل عرشہ ای
انتقض ملکہ وفسد واذا استقام لہ ملکہ
واطرد امرہ وحکمہ قالوا استوی علی
عرشہ واستقر علی سریر ملکہ ھذا
ما قالہ القفال واقول ان الذی قالہ
حق وصدق وصواب ونظیرہ قولھم
للرجل الطویل فلان طویل النجاد و
للرجل الذی یکثر الضیافۃ کثیر الرماد
وللرجل الشیخ فلان اشتعل راسہ
شیبا ولیس المراد فی شیء من ھذہ
الالفاظ اجراءھا علی ظواھرھا انما
المراد منھا تعریف المقصود علی سبیل
الکنایۃ فکذا ھھنا یذکر الاستواء
علی العرش والمراد نفاذ القدرۃ
وجریان المشیۃ ثم قال القفال رحمۃ
اللہ تعالی واللہ تعالی لما دل علی ذاتہ
وعلی صفاتہ وکیفیۃ تدبیرہ العالم
علی الوجہ الذی الفوہ من ملوکھم
ورؤسائھم استقر فی قلوبھم
عظمۃ اللہ وکمال جلالہ الا ان کل
ذلک مشروط بنفی التشبیہ فاذا قال
انہ عالم فھموا منہ انہ لایخفی علیہ
تعالی شیء ثم علموا بعقولھم انہ لم
یحصل ذلک العلم بفکرۃ ولا رویۃ
ولا باستعمال حاسۃ واذا قال
قادر علموا منہ انہ متمکن من
ایجاد الکائنات وتکوین الممکنات
ثم علموا بعقولھم انہ غنی فی ذالک
الایجاد والتکوین عن الالات والا
دوات وسبق المادۃ والمدۃ والفکرۃ

آجاوے اور جبکہ سلطنت درست ہو اور کام اچھا چلتا ہو اور حکم
نافذ ہو تو کہتے ہیں کہ (استوی علی عرشہ واستقر علی سریر ملکہ) یعنی
اچھی طرح اپنی سلطنت پر قایم ہے اور اپنے سریر مملکت پر مستقر ہے
یہ وہ ہے جو قفال نے کہا ہے اور صاحب تفسیر کبیر کہتے ہیں کہ
میں کہتا ہوں کہ یہ حق اور سچ اور صواب ہے اور یہ ایسا ہی جیسا
کہ طویل قامت کے لئے عرب کا یہ قول ہے (طویل النجاد) یعنی تلوار
والا اور بہت زیادہ ضیافت کرنے والے کے لیے (کثیر الرماد) بہت
خاکستر والا اور بوڑھے آدمی کے لئے یہ کہنا کہ اُسکا سر بوڑھاپے سے
روشن ہو گیا (اشتعل راسہ شیبا) ان سب الفاظ سے یہ مراد نہیں
ہے کہ وہ اپنے ظاہری معنی میں جاری ہیں بلکہ اُن سے یہی مراد
ہے کہ اصلی مقصود کو بطور کنایہ کے سمجھا دیا جاوے ایسا ہی اس
موقع پر کہا جاتا ہے (استوی علی العرش) اور مراد ہے اُسکی
قدرت کا نافذ ہونا اور اُسکی کی خواہش کا جاری ہونا۔ قفال نے
کہا ہے اللہ تعالی نے جبکہ سمجھایا اپنی ذات اور اپنی صفات
اور اپنی کیفیت تدبیر عالم کو اُس طرح پر جس طرح کہ اُنہوں نے اپنے
بادشاہوں اور سرداروں کو پایا تھا تو اللہ تعالی کی عظمت اُنکے
دلوں میں اُسی طرح پر قایم ہوئی مگر ان سب میں یہ شرط ہے کہ اللہ
تعالی کو تشبیہ نہ دے جب اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ عالم ہے
تو اُس سے یہ سمجھے کہ اُس سے کچھ مخفی نہیں ہے پھر اپنی سمجھ سے یہ جانا کہ یہ علم اللہ
تعالی کو فکر اور غور سے نہیں حاصل ہوا اور نہ حواس کے استعمال
سے اور جبکہ فرمایا ہے کہ وہ قادر ہے تو جانا کہ وہ پیدا کرنے عالم پر

اور (پیدا کیا) سورج کو اور چاند کو اور ستاروں کو

والرویۃ وھکذا القول فی کل صفاتہ
واذا اخبران لہ بیتا یجب علی عبادہ
حجہ فھموا منہا انہ نصب لھم موضعا
یقصدونہ لمسئلۃ ربھم وطلب حوائجھم کما
یقصدون بیوت الملوک والروساء لھذا
المطلوب ثم علموا بعقولھم نفی التشبیہ
وانہ لم یجعل ذلک البیت مسکنا لنفسہ
ولم ینتفع بہ فی دفع الحر والبرد بعینہ
عن نفسہ فاذا امرھم بتحمیدہ وتمجیدہ
فھموا منہ انہ امرھم بنہایۃ تعظیمہ
ثم علموا بعقولھم انہ لا یفرح بذلک
التحمید والتعظیم ولا یغتم بترکہ
والاعراض عنہ اذا عرفت ھذہ المقدمۃ
فنقول انہ خلق السموات والارض کما
اراد وشاء من غیر منازع ولا مدافع
ثم اخبر انہ استوی علی العرش ای
حصل لہ تدبیر المخلوقات علی ما شاء
واراد فکان قولہ ثم استوی علی العرش
ای بعد ان خلقہا استوی علی العرش
الملک والجلال ثم قال القفال والدلیل
علی ان ھذا ھو المراد من قولہ فی سورۃ
یونس ان ربکم اللہ الذی خلق السموات
والارض فی ستۃ ایام ثم استوی
علی العرش یدبر الامر فقولہ یدبر
الامر جری مجری التفسیر لقولہ
استوی علی العرش وقال فی ھذہ
الایۃ التی نحن فی تفسیرھا ثم
استوی علی العرش یغشی اللیل
النہار یطلبہ حثیثا والشمس
والقمر والنجوم مسخرات بامرہ
الا لہ الخلق والامر وھذا یدل

اور ممکنات کے پیدا کرنے پر قادر ہے پھر اسی سمجھ سے یہ جانا کہ
اللہ تعالیٰ اس ایجاد اور پیدا کرنے میں اوزاروں وغیرہ کا محتاج
نہیں ہے اور اس کا بھی محتاج نہیں ہے کہ کچھ مادہ ہیولی اور پھر
اُسمیں کچھ مدت غور کر کے کام آئے اور ایسا ہی قول ہے سب صفات
اللہ تعالیٰ میں جبکہ اُسنے خبر دی کہ اُسکا ایک گھر ہے اُسکا حج اُنپر
واجب ہے اس سے اُنہوں نے سمجھا کہ اُس نے ایک جگہہ کو
مقرر کر دیا ہے خدا تعالیٰ سے سوال کرنیکے لئے اور اُس سے اپنی
حاجتیں طلب کرنیکے لئے تاکہ اُسکا قصد کریں جیسا کہ بادشاہ اور
سرداروں کے گھروں کا اس غرض سے قصد کرتے ہیں پھر اپنی
عقل سے سمجھا کہ وہ تشبیہ سے پاک ہے اور اُس نے یہہ گھر اپنے
رہنے کیلئے نہیں بنایا ہے اور اِس گھر سے اُسکو یہہ فائدہ نہیں
ہے کہ وہ اپنے سے گرمی یا سردی کو دفع کرے پھر جبکہ اُنکو حکم
کیا کہ اُسکی حمد کریں اور اُسکی بزرگی مانیں تو اُس سے سمجھے کہ
اُس نے نہایت درجہ کی تعظیم کا حکم دیا ہے پھر سمجھے کہ خدا تعالیٰ
اس تحمید اور تمجید سے نہ خوش ہوتا ہے اور نہ اسکی ترک کرنیسے
رنجیدہ ہوتا ہے۔ جبکہ یہ مقدمات تو نے سمجھ لئے تو ہم کہتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے زمین آسمان کو جسطرح سے چاہا پیدا کیا بغیر کسی
جھگڑا کرنے اور تکرار کرنیوالیکے پھر اُس نے خبر دی (انہ استوی
علی العرش) یعنی وہ اپنی سلطنت پر قایم ہوا مراد یہہ ہے کہ حاصل
ہوئی اُسکو تدبیر مخلوقات جس طرح کہ اُس نے چاہا تھا اور ارادہ
[illegible]

مُسَخّرَاتٍ بِاَمْرِہٖ

علی ان قولہ ثم استوی علی العرش
اشارۃ الی ماذکرنا فان قیل اذا
حملتم قولہ ثم استوی
علی العرش الا ان المراد استوی
علی الملک وجب ان یقال اللہ
لم یکن مستویا قبل خلق
السموات والارض قلنا انہ
تعالیٰ کان قبل خلق العالم
قادرا علی تخلیقھا وتکوینھا
اما ما کان مکونا والموجد
الاشیاء باعیانھا لان احیاء
زید واماتۃ عمرو واطعام
ھذا وارواء ذلک لایحصل
الا عند ھذہ الاحوال فاذا
فسرنا العرش بالملک والملک بھذہ
الاحوال صح ان یقال انہ تعالیٰ انما
استوی علی ملکہ بعد خلق السموات
والارض وھذا جواب حق صحیح فی ھذا
الموضع (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۲۶)

عالم کے اپنے عرش حکومت اور عظمت پر قایم ہوا پہر قفال نے کہا کہ اسبات کی دلیل کہ یہی معنی مراد ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کے جو سورہ یونس میں ہے کہ بیشک ہمارا پروردگار وہ اللہ تعالیٰ ہے جسنے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھہ دن میں پہر قایم ہوا اپنے عرش پر کہ تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے پس یہ قول کہ "یدبر الامر" بمنزلہ تفسیر کے ہے جو قول استوی علی العرش کے مطلب کو صاف کھولتا ہے اور اس آیت میں جسکی ہم تفسیر میں ہیں یوں فرمایا ہے ثم استوی علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا۔ پہر قایم ہوا عرش پر کہ چھپاتا ہے رات سے دن کو کہ تلاش کرتے تھے اُسکو دوڑکر والشمس والقمر مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر اور چاند اور سورج فرمانبردار ہیں اُسکے حکم کے جان تو کہ اُسی کے لئے پیدا کرنا اور حکم کرنا یہہ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اُسکا یہہ کہنا کہ ثم استوی علی العرش اسی کی طرف اشارہ ہے جو ہمنے ذکر کیا اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ تمنے قول (استوی علی العرش) کو اسپر قیاس کیا کہ مراد ہے کہ اپنی حکومت پر قایم ہوا تو یہہ لازم آیا کہ پہلے پیدایش آسمان اور زمین کی اسپر قایم نہ تھا تو ہم اُسکا یہہ جواب دینگے کہ قبل پیدایش عالم کے وہ اُس کے پیدا کرنے اور تکوین پر قادر تھا لیکن نہیں تھا پیدا کرنیوالا اور موجد اشیاء معینہ کا اس لئے کہ زید کا زندہ کرنا اور عمرو کا مارنا اُس کو کھانا دینا اور اُسکو پانی دینا یہہ نہیں حاصل ہوتا مگر ان احوال کے ساتھ پس جبکہ ہمنے عرش کی تفسیر ملک سے کی اور ملک خود یہی احوال ہیں تو صحیح ہے کہ یہہ کہا جاوے کہ اپنے ملک پر قایم ہوا بعد پیدا کرنے آسمان اور زمین کے اور یہہ جواب صحیح ہے اس موقع پر

جو تابعدار کئے گئے اُسکے حکم کے ساتھ

اب میں نہایت ادب سے اُن بزرگون کی خدمت میں جنہوں نے اُن آیتوں میں عرش کے لفظ سے سلطنت اور مملکت مراد لی ہے عرض کرتا ہوں کہ جن آیتوں میں صرف لفظ "رب العرش" کا یا "رب العرش العظیم" کا یا "ذی العرش" کا یا "رب العرش الکریم" کا یا "ذوالعرش المجید" کا آیا ہے وہاں ہی عرش کے معنی سلطنت و مملکت کے کیون نہیں لئے جاتے۔ جو ایک چوڑے چکلے تخت موجود فی الخارج کے جسکا ہونا بھی ظاہرا بیکار معلوم ہوتا ہے جسپر خدا نہ کبھی بیٹھا ہے نہ بیٹھے گا اور نہ بیٹھ سکتا ہے لیے جاتے ہیں۔

ہماری اس تقریر کے برخلاف شاید چار آیتیں پیش ہو سکتی ہیں اور بیان کیا جا سکتا ہے کہ اُن آیتوں میں ایسے مضامین ہیں جنکے سبب عرش کو مثل سریر بادشاہی موجود فی الخارج تسلیم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

پہلی آیت سورہ زمر کی ہے جہاں قیامت کے حالات میں خدا نے فرمایا ہے کہ "تو فرشتوں کو عرش کے گرد کھڑے ہوے دیکھے گا پاکیزگی سے یاد کرتے ہیں ساتھ تعریف کے اپنے رب کو"

دوسری آیت سورہ الحاقہ کی ہے جہاں خدا نے قیامت کے حال میں فرمایا ہے "اور اُٹھاوینگے تیرے پروردگار کے تخت کو اپنے اوپر آج کے دن آٹھ"

تیسری آیت سورہ مومن کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ "وہ جو اوٹھاتے ہیں عرش کو اور وہ جو اُس کے گرد ہیں پاکیزگی سے یاد کرتے ہیں تعریف کے ساتھ اپنے پروردگار کو اور اُس پر ایمان لاتے ہیں اور معافی چاہتے ہیں اُن لوگون کے لیے جو ایمان لائے ہیں۔"

چوتھی آیت سورہ ہود کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ "وہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں اور اُسکا عرش تھا پانی پر"

سورہ زمر کی آیتیں جن میں عظمت و جلال خدا کا بیان ہوا ہے وہ سب تمثیلی ہیں مفسرین بھی اُنکا تمثیلی ہونا قبول کرتے ہیں مثلاً اُسمیں فرمایا ہے "والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامتہ والسموات مطویات بیمینہ" پس ظاہر ہے کہ خدا کے نہ مٹھی ہے اور نہ اُسکا دایان ہاتھ یہ ایک تمثیل یا استعارہ یا مجاز ہے جس سے مقصود

اَلَا لَہُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ

خداکی عظمت وقدرت کا ظاہر کرنا ہے نہ یہ کہ حقیقتاً خدا زمین کو مٹھی میں لے لیگا۔ اور آسمانونکو ہاتھ پر لپیٹ لیگا

قال صاحب الکشاف الغرض من ھذا الکلام اذا اخذتہ کما ھو بجملتہ و مجموعہ تصویر عظمۃ والتوقیف علے کنہ جلالہ من غیر ذھاب بالقبضۃ ولا بالیمین الی جھۃ حقیقۃ او جھۃ مجاز وکذلک حکم مایروی ان جبریل علیہ السلام جاء الی رسول اللہ صلعم فقال یا ابا القاسم ان اللہ یمسک السموات یوم القیمۃ علی اصبع والارضین علی اصبع والجبال علے اصبع والشجر علی اصبع والثری علی اصبع وسایر الخلق علے اصبع ثم یھزھن فیقول انا الملک فضحک رسول اللہ صلعم تعجبا مما قال ثم قرء تصدیقالہ وما قدروا اللہ حق قدرہ الایۃ قال صاحب الکشاف وانما ضحک افصح العرب وتعجب لانہ لم یفھم منہ الا ما یفھمہ علماء البیان من غیر تصور امساک ولا اصبع ولاھز ولاشی من ذلک ولکن فھمہ وقع اول کل شی واخرہ علی الزبدۃ والخلاصۃ التی ھی الدلالۃ علے القدرۃ الباھرۃ وان الافعال العظام التی تتحیر فیھا الاذھان ولا تکتنھھا الاوھام ھینۃ علیہ ھوانا لا یوصل السامع الی الوقوف علیہ الا اجراء العبارۃ فی مثل ھذہ الطریقۃ من التخییل قال ولا تری بابا فی علم البیان

صاحب کشاف نے کہا ہے کہ غرض اس کلام سے جب کہ اس سب کو پوری طرح سمجھہ لے جیسا کہ وہ سب ہی اللہ تعالی کی عظمت کی تصویر ہے اور کنہ جلال الٰہی کے سمجھنے میں توقف کرنا ہو نہ کہ قبضہ اور دائیں ہاتھ کے حقیقی اور مجازی معنون کی طرف جانا اور ایسا ہی ہے حکم اُس روایت کا کہ جبریل آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا اے ابا القاسم اللہ تعالے اُٹھالیگا آسمانونکو قیامت کے دن ایک اونگلی پر اور سب زمین کو ایک اونگلی پر اور پہاڑون کو ایک اونگلی پر اور درختوں کو ایک اونگلی پر اور جو زمینون کے نیچے ہے اُسکو ایک اونگلی پر اور سب خلقت کو ایک اونگلی پر پھر اونکو ہلادے گا پھر کہیگا کہ میں ہی بادشاہ ہوں۔ پس ہنسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعجب کر کے اُس کے قول پر پھر بطور تصدیق اس بات کے یہ آیت پڑہی وما قدروا اللہ حق قدرہ الایۃ۔ کہا صاحب کشاف نے کہ صرف اس وجہ سے ہنسے افصح العرب اور تعجب کیا کہ اُنہوں نے اس سے بجز اُسکے اور کچھ نہیں سمجھا جو کہ علمای علم بیان سمجھتے ہیں بغیر خیال کرنے اوٹھانے اور اونگلی اور حرکت کے معنوں کے اور نہیں سمجھا کچھ اُس میں سے بلکہ سمجھا واقع ہونا اول ہر شے کا اور آخر ہر شے کا بطور خلاصہ اور انتخاب کے کہ وہ دلالت ہے اللہ تعالے کی قدرت کاملہ پر اور ایسے کہ وہ بڑے کام جن میں سب عقلا کی عقلیں حیران ہیں اور ذہن انکو نہیں سمجھہ سکتے اللہ تعالی پر آسان ہی نہایت آسان سننے والا اُس پر واقف ہونے تک پہونچ نہیں سکتا بجز اسکے کہ کلام کو

جان لو کہ اُسی کے لئے پیدا کرنا ہے اور حکم کرنا

ادق ولا ارق ولا الطف من هذا الباب (تفسیر کشاف صفحہ ۱۲۶۷)

اسی طریقہ پر خیال میں لانیکو بولا جاوے کہا صاحب کشاف نے کہ ہم علم بیان میں کوئی باب اس سے زیادہ دقیق اور لطیف نہیں پاتے ہیں۔

علاوہ اسکے صاحب تفسیر کشاف نے اِن لفظوں کی مراد اس طرح بیان کی ہے کہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالے

قبل قبضتہ ملکہ بلا مدافع ولا منازع ویمینہ قدرتہ (کشاف جلد دوم صفحہ ۱۲۶۷)

کا قبضہ اُسکا ملک ہے جس میں کوئی تکرار کرنیوالا اور جھگڑنے والا نہیں ہے اور دائیں ہاتھ سے مراد اُسکی قدرت ہے۔

اقول ان حال هذا الرجل فی اقدامہ علی تحسین طریقتہ وتقبیح طریقۃ القدماء عجیب جدا فانہ ان کان مذهبہ انہ یجوز ترک ظاهر اللفظ والمصیر الی المجاز من غیر دلیل فهذا طعن فی القرآن واخراج لہ من ان یکون حجۃ فی شیء وان کان مذهبہ ان الاصل فی الکلام الحقیقۃ وانہ لا یجوز العدول عنہ الا لدلیل منفصل فهذا هو الطریقۃ التی اطبق علیها جمهور المتقدمین فاین الکلام الذی یزعم انہ علمہ واین العلم الذی لم یعرفہ غیرہ مع انہ وقع فی التاویلات العسیرۃ والکلمات الرکیکۃ فان قالوا المراد انہ لما دل الدلیل علی انہ لیس المراد من لفظ القبضۃ والیمین هذہ الاعضاء وجب علینا ان نکتفی

صاحب تفسیر کبیر مصنف کشاف کی اس تحریر سے کسیقدر خفا ہو گئے ہیں اور ارقام فرماتے ہیں کہ "میں کہتا ہوں کہ اس آدمی کا یہ حال کہ وہ متوجہ ہے اپنے طریقہ کی خوبی بیان کرنے پر اور پہلوں کے طریقہ کی برائی بیان کرنے پر نہایت ہی عجیب ہے اگر اُس کا یہ مذہب ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی کا چھوڑنا اور مجازی معنی کیطرف جانا بغیر کسی دلیل کے جائز ہے تو یہ تو قرآن میں طعن کرنا ہے اور قرآن کو دلیل کے درجہ سے خارج کرنا ہے کہ وہ کسی امر میں حجت نہیں ہو سکیگا اور اگر اُسکا یہ مذہب ہے کہ کلام میں اصل یہ ہے کہ معنی حقیقی مراد ہوں اور معنی حقیقی سے بغیر کسی جداگانہ دلیل کے پھرنا نہیں چاہیئے پس یہ وہی طریقہ ہے جسپر سب پہلے علماء نے اتفاق کیا ہے پس کہاں ہے وہ علم جسکو وہ خاص اپنا علم بیان کرتا ہے اور کہاں ہے وہ علم جسکو دوسرا نہیں جانتا ہے باوصف اسکے یہ بھی خود بہت تنگ تاویلات میں پھنسا ہے اور بہت رکیک کلمات کہے ہیں اگر یوں کہیں کہ مراد یہ ہے کہ جب دلیل سے یہ ثابت ہو گیا کہ لفظ قبضہ اور یمین سے یہ اصلی اعضا مراد نہیں ہیں تو ہم پر واجب ہے کہ اسیقدر پر اکتفا کریں اور جو کچھ مراد ہے اُسکے معین کرنے میں نہ مشغول ہوں بلکہ اُس کے علم کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیویں پس ہم کہتے ہیں کہ یہی ہے

تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

بهذا القدر ولا نشتغل بتعيين المراد بل نفوض علمه الى الله تعالى فنقول هذا هو الطريق الموحدين الذين يقولون انا نعلم ان الله ليس مراد الله من هذا الالفاظ هذه الاعضاء فاما تعيين المراد فانا نفوض ذلك العلم الى الله تعالى وهذا هو طريق السلف المعرضين عن التاويلات فثبت ان هذه التاويلات التي اتى بها هذا الرجل ليس تحتها شي من الفائدة ـ (تفسیر کبیر)

طریقہ موحدین کا جو یہہ کہتے ہیں کہ نہیں ہے مراد اللہ تعالیٰ کی ان الفاظ سے یہ اعضا خاص لیکن اللہ کی مراد کو معین کرنا پس ہم اُسکو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں یہی ہے طریقہ علماء سلف کا جو کہ تاویلات سے الگ رہے ہیں پس ثابت ہوا کہ تاویلات جنکو یہ شخص لایا ہے اُن میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔

صاحب تفسیر کبیر کا اسقدر ناراض ہونا بے فائدہ ہے کیونکہ ہر شخص جو ظاہر لفظ کو چھوڑ کر مجاز کی طرف لیجاتا ہے اُسکے نزدیک دلیل قاطع اس بات کی ہوتی ہے کہ اِس مقام پر اِس لفظ سے حقیقت مراد نہیں ہے باقی رہی یہ بات کہ اتنے ہی پر اکتفا کیا جاوے اور اُسکی تاویل و مراد کو خدا کے علم پر چھوڑ دیا جاوے ایک ایسی بے معنی بات ہے کہ جس سے قرآن مجید کی صدہا آیات کا نازل ہونا لغو اور بیکار ہو جاتا ہے نعوذ باللہ منہا اور صرف لغو و بیکار ہی نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنا نعوذ باللہ قرآن مجید کو مضحکہ بنانا ہے ہم قرآن مجید میں پڑھتے ہیں ید اللہ ـ وجہ اللہ ـ قبضتہ ـ یمینہ اور کہتے ہیں کہ ان لفظوں سے ـ خدا کا ہاتھ ـ خدا کا منہہ ـ خدا کی مٹھی ـ خدا کا داہنا ہاتھ مراد نہیں ہے ـ جب پوچھتے ہیں کہ اور کیا مراد ہے تو کہا جاتا ہے کہ خدا ہی کو معلوم ہے ـ ارے میاں اگر یہی مقصود تھا کہ خدا ہی کو معلوم ہے تو ان الفاظ کا نازل کرنا اور بندوں کو پڑھوانا ہی کیا ضرور تھا۔

اصل منشا اس غلطی کا یہ ہے کہ قرآن مجید جو بلا شبہ کلام الٰہی ہے ـ مگر بعضے وقت لوگوں کو یہہ خیال نہیں رہتا کہ وہ انسانوں کی زبان میں بولا گیا ہے ـ پس اگر وہ درحقیقت انسانوں کی زبان میں بولا گیا ہے اور درحقیقت ایسا ہی ہے تو جس طرح ایسے موقع پر انسان کے کلام کے معنی و مراد قرار دئیے جاتے ہیں اُسی طرح قرآن مجید کے الفاظ کے بھی معنی و مراد قرار دئیے جاوینگے اسطرح معنی قرار دینے کو تاویل کہنا ہی غلطی ہے کیونکہ درحقیقت اُس میں کچھ تاویل نہیں ہے بلکہ ہمکو یقین ہے کہ قایل نے اسی مراد سے وہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

برکت والا ہے اللہ پروردگار عالموں کا ۵۲

اب میں کہتا ہون کہ سورۂ زمر میں صرف یہی دو لفظ نہیں ہیں جو مجازاً استعمال کئے گئے ہیں بلکہ اور بہت سے ہیں مثلاً نفخ صور کہ وہ صرف استعارہ ہے وقت معین کے آجانے سے "مقالید السموٰت و الارض" کا استعمال مجازاً ہوا ہے اخیر سورۃ کا تمام مضمون بطور خطابیات کے زبان حال اہل دوزخ و اہل بہشت سے بیان کیا گیا ہے جیسے کہ سورہ فصلت میں زمین و آسمان کی زبان حال سے بیان ہوا ہے جہان فرمایا ہے "ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین" دوزخ و بہشت میں دروازون کا ہونا اور دوزخیون اور بہشتیون کے لیے اُنکا کھولا جانا دوزخ پر چوکیدارون کا ہونا اور دوزخ میں جانیوالوں کو طعنہ دینا بہشت پر دربانون کا ہونا اور بہشت میں جانیوالوں کو مبارکباد دینا یہ سب بطور تمثیل کے بیان ہوا ہے خدا تعالی ہمیشہ معاد کے معاملات کو دنیاوی حالات کی تمثیل سے بیان کرتا ہے اور تمثیل سے وہ چیزین بجنسہ مقصود نہیں ہوتین بلکہ صرف ماحصل اُس کا مقصود ہوتا ہے - دوزخ کو دنیا کے جیلخانون کی مانند سمجھنا جسپر چوکیدار اس غرض سے متعین ہوتے ہیں کہ قیدی بھاگ نہ جاوین یا بہشت کو دنیا کے باغون کی مانند سمجھنا جسپر دربان اس غرض سے متعین ہوتے ہیں کہ کوئی غیر اُس میں نہ چلا جاوے اُسکے پھل نہ توڑلے خدا کی قدرت اور عظمت اور حکمت پر بٹہ لگانا ہے جو اُسکی شان کے شایان نہیں اور یہی دلیل اس بات کی ہے کہ ان الفاظ سے اُنکے ظاہری معنی مراد نہیں۔

اسی طرح سورہ زمر کی اس آیت میں کہ "تو فرشتوں کو عرش کے گرد کھڑے ہوئے دیکھیگا پاکیزگی سے یاد کرتے ہیں ساتھ تعریف کے اپنے رب کو" جو کہ دنیا میں بادشاہون کا طریقہ اپنی عظمت و جلال دکھانیکا یہی ہے کہ تخت پر بیٹھتے ہیں تخت کے چارون طرف حالی موالی کھڑے ہیں بادشاہ کا ادب بجا لا رہے ہیں اُسکی تعریف کر رہے ہیں اُسی کی تمثیل میں خدا نے بندون کے سمجھانے کیلیے اپنی جلال و عظمت کو بتایا ہے اس سے یہ مقصد نہیں نکالا جا سکتا کہ درحقیقت وہان کوئی تخت ہوگا اور درحقیقت وہان ہم فرشتے بطور حالی موالی کے اُسکے گرد کھڑے ہونگے اور خدا کی تعریف میں جو تخت پر بیٹھا ہوگا قصیدے پڑھ رہے ہونگے - نہایت تعجب ہوتا ہے اُن علماء سے کہ خدا کا تخت پر بیٹھنا تو محال و ممتنع قرار دیتے ہیں اور پھر تخت کے

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً

اور اُسکے سامان جلوس کو حقیقی اور واقعی سمجھتے ہیں۔

سورہ الحاقہ کی جو آیت ہے اُس سے پہلی آیتوں میں خدا تعالیٰ نے قیامت کا اور تمام دنیا کے برباد ہو جانیکا اس طرح پر ذکر کیا ہے کہ صور پھونکی جاویگی اور زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاوینگے اور آسمان کے پرخچے اڑجاوینگے اور فرشتے اُسکے کناروں پر پھٹ جاوینگے یہہ سنکر انسان کو خیال میں آتا ہی کہ جب سب چیز برباد ہو جاویگی تو خدا کی بادشاہت کس پر ہوگی کیا خدا کی بادشاہت ہی ختم ہو جاویگی ؟ اس شبہ کے رفع کرنیکو خدا نے اُسی کے ساتھ فرمایا کہ "ویحمل عرش ربك فوقهم یومئذ ثمانیة" یعنی جبکہ سب کچھ برباد ہو جاویگا اُسدن بھی تیرے پروردگار کی بادشاہت بے انتہا چیزوں پر جو اُسکی مخلوق ہیں اُسی طرح پر قائم رہیگی۔

"حمل" کے معنی اوٹھانیکے ہیں مگر اُسکا استعمال شے مادی موجود فی الخارج کی نسبت بھی ہوتا ہے اور شے عقلی غیر مادی غیر موجود فی الخارج پر بھی ہوتا ہی۔ جیسے کہ خدا تعالیٰ نے توریت کے عالموں کی نسبت فرمایا ہے "الذین حملوا التوراة ثم لم یحملوها" اور جیسے کہ حافظان قرآن کو حاملان قرآن یا قاضیوں اور مفتیوں کو حاملان شریعت اور گنہگاروں کی نسبت گناہوں کا اوٹھانا "حملنا اوزارا" کہا جاتا ہی۔ پس حمل کے لفظ سے اُسی چیز کا اوٹھانا مراد نہیں ہوتا جو موجود فی الخارج ہو۔

جب کسی کو کسی شے کا حامل کہتے ہیں اُس سے اُسکا ظہور لازمی تصور کیا جاتا ہے۔ حاملان تورات اسی لئے کہتے تھے کہ اُن سے احکام تورات ظاہر اور معلوم ہوتے تھے اور حاملان شریعت سے احکام شریعت پس جس شے سے جو چیز ظاہر ہو اُسکو اُسکا حامل کہتے ہیں۔ خدا کی مخلوق سے جو خدا کی سلطنت و بادشاہت ظاہر ہوتی ہے اُنپر حاملان عرش کا اطلاق ہوسکتا ہے پس خدا فرماتا ہی کہ جب یہہ سب چیزیں جو تم دیکھتے ہو برباد ہو جاوینگی تب بھی خدا کی بادشاہت اوسکی اور بے انتہا مخلوقات اوٹھائے ہوئی ہوگی

ثمانیہ کا لفظ صرف فصاحت کلام کیلیئے آیا ہے اُس سے کوئی عدد خاص مقصود نہیں ہے اور اُس میں بہت بڑی بلاغت یہہ ہے کہ اُسکے دو رکن یعنی اُسکے مضاف الیہ اور مضاف الیہ کے مضاف الیہ کے بیان کے محذوف کرنے سے عدد غیر متناہی اور اجناس غیر محصور کا اظہار ہوتا ہے۔ جیسے کہ ثمانیة الاف یا ثمانیة الاف الاف الی غیر النهایة من المخلوقات الغیر المحصورة۔ پس اس آیت سے عرش کا وجود

پکارو اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر چھپاکر

فی الخارج ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف اسقدر پایا جاتا ہے کہ بعد فنا ہونے اس تمام موجودات کے بھی خدا کی بادشاہت بدستور قایم رہیگی۔

تفسیر کشاف میں جو قول حسن بصری اور ضحاک کا نقل کیا ہے اُس سے بھی ٹھیک ٹھیک یہی مراد معلوم ہوتی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ حسن سے مروی ہے کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کتنے ہیں آٹھ ہیں یا آٹھ ہزار ہیں اور ضحاک سے مروی ہے کہ آٹھ صفین ہیں اور یہہ کہ اُن میں کتنے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور جائز ہے کہ مراد ہو آٹھ روحین یا اور مخلوق خدا کی پس اللہ تعالیٰ ہی قادر ہے سب کی پیدایش پر پاک ہی اللہ جسنے پیدا کیا ہی سب جوڑون کو جنکو اوگاتی ہے زمین اور جو خود اُنکی ہیں اور جنکو وہ نہیں جانتو۔

> وعن الحسن الله اعلم كم هم اثمانية ام ثمانية الاف وعن الضحاك ثمانية صفوف لا يعلم عددهم الا الله ويجوز ان يكون الثمانية من الروح او من خلق اخر فهو القادر على كل خلق سبحان الذي خلق الازواج كلها مما تنبت الارض ومن انفسهم ومما لا يعلمون (تفسیر کشاف صفحہ ۱۵۲۲)

سورہ مومن میں جو آیت ہے وہ نہایت غور طلب ہے اُسکے شروع میں ہے "الذین یحملون العرش" پس بحث یہ ہے کہ الذین کا اشارہ کسکی طرف ہے۔ تمام مفسرین کہتے ہیں کہ "الذین" کا اشارہ فرشتون کیطرف ہے۔ صاحب تفسیر کبیر اُسکی وجہہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے خدا تعالیٰ نے ایمان والونکے ساتھ کفار کی عداوت کا حال بیان کیا ہے اُسکے بعد بطور تسلی کے کہا کہ اشرف طبقات مخلوقات فرشتے ہیں اور خصوصًا حملۃ العرش وہ ایمان والوں سے نہایت محبت رکھتے ہیں پس ان کمینہ لوگون کی عداوت پر کچھ التفات کرنا نہیں چاہیئے۔

مگر تعجب یہ ہے کہ کفار دنیا میں ایمان والون کے ساتھ عداوت کرتے تھے اور ایذا پہونچاتے تھے اگر اُنکے مقابل کوئی ایسی چیز بیان کیجاتی ہے جو اس دنیاوی ایذا میں معاونت کر سکتی تو البتہ ایک تسلی کی بات تھی مگر اُس دنیاوی تکلیف کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ فرشتے ہمارے گناہون کی معافی چاہ رہے ہیں کسطرح پر تسلی دے سکتا ہے علاوہ اِسکے اُس مقام پر فرشتون کا کچھ ذکر نہیں آیا ہے اور جبکہ عرش سے سلطنت مراد لیجاوے نہ ایک شے مجسم موجود فی الخارج تو کوئی قرینہ بھی نہیں جس سے "الذین" کا اشارہ فرشتون کی طرف سمجھا جاوے۔

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٣﴾ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ
إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ
مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٤﴾ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ
رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا
بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٥﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ
رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ
الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾ لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ

قرآن مجید کا مطلب نہایت صاف ہے اس سے پہلی آیتوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ "خدا تعالیٰ کی نشانیوں" (یعنی احکام) میں کوئی جھگڑا نہیں کرتا بجز کافروں کے پھر اُن کا شہروں میں پڑے پھرنا یعنی اُنکی خوشحالی تجھکو دھوکے میں نہ ڈالے ✣ ✣ ✣ ہر ایک اُمت نے اپنے رسول کے پکڑنے و مار ڈالنے کا قصد کیا اور ✣ ✣ ✣ اور اُن لوگوں کی نسبت جو کافر ہیں خدا کا حکم ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ میں جانیوالے ہیں۔

اِسکے بعد خدا نے فرمایا "الذین یحملون العرش" کفار کے مقابلہ میں ایمان والے تھے پس صاف ظاہر ہے کہ "الذین" سے اہل ایمان انسان مراد ہیں نہ فرشتے ۔عرش کے معنی سلطنت کے ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں پس آیت کے معنی صاف ظاہر ہیں کہ "جو لوگ خدا کی سلطنت کو اٹھائے ہوئے ہیں یعنی وہ جو انعمت علیہم میں داخل ہیں اور جو اُسکے قریب ہیں یعنی صلحاء و خیار امت پاکیزگی سے اللہ کی تعریف کرتے ہیں اور اُسپر ایمان لاتے ہیں اور معافی چاہتے ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں" الی آخرہ۔ اسکے بعد پھر کافروں کا ذکر کیا ہے پس قرآن مجید میں تو اِس مقام پر فرشتوں کا پتہ بھی نہیں اور نہ الذین کو وہ مشار الیہ ہیں

بیشک وہ نہیں دوست رکہتا حد سے نکل جانیوالوں کو (۵۳) اور مت فساد کرو زمین میں اُسکی اصلاح ہونے کے بعد اور پکارو اُسکو ڈر کر اور امید رکہکر بیشک رحمت اللہ کی قریب ہے نیک کام کرنیوالوں کے (۵۴) اور وہ وہی جو بہیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دیتی ہوئیں اُسکی رحمت کے آگے یہانتک کہ جب وہ اُٹہاتی ہیں بہاری بادل کو تو ہم اُسکو لیجاتے ہیں مری ہوئی زمین کی طرف پہر برساتے ہیں ہم اُس سے پانی پہر اُگاتے ہیں ہم اُس سے ہر ایک طرح کے میوے اسیطرح ہم نکالینگے مردوںکو شاید کہ تم نصیحت پکڑو (۵۵) اور زمین جو اچھی ہے اُسکی کہیتی اوگتی ہے اُسکے پروردگار کے حکم سے اور جو بری ہے اُسکی نہیں اُگتی مگر تہوڑی سی اسطرح ہم اولٹ پہیر کر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو اُن لوگوں کے لئے جو شکر کرتے ہیں (۵۶) بیشک ہمنے بہیجا نوح کو اُسکی قوم کے پاس

سورہ ہود میں جو آیت ہے جس میں چہہ دن میں آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے ساتھ یہہ بہی آیا ہے کہ "وکان عرشہ علی الماء" کچہہ زیادہ بحث طلب نہیں ہے ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ ستۃ ایام میں آسمان و زمین کا پیدا کرنا اخبار عن الخلقت نہیں ہے نہ کلام مقصود بلکہ نقلاً اعتقاد یہود کا بیان ہے۔ یہود کا یہی اعتقاد تھا کہ خدا کی روح پانی پر چہائی ہوئی تہی چنانچہ توریت میں آیا ہے۔

ورُوح الُوھیم مرحفت عل فنی ھمائیم

یعنی خدا کی روح چہائی ہوئی تہی پانیوں کے منہہ کے اوپر "مرحفت" کے ٹہیک معنی مرغی کے انڈے سینے کے ہیں یعنی جسطرح مرغی تمام انڈوں کو پروں کے اندر لیکر اور اُنکو گہیر کر بیٹہہ جاتی ہے اُسی طرح خدا کی روح پانیوں پر تہی اس آیت میں اُسی اعتقاد یہود کی نقل ہے روح کی جگہہ خدا کا عرش یعنی خدا کی سلطنت یا غلبہ بیان ہوا ہے پس کوئی لفظ اس آیت کا عرش کے وجود خارجی ہونے کا مثبت نہیں ہے۔

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۷﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا
لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۸﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ
مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۹﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ
مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۱﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ
هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا
تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ
فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۴﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ
بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ
رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۶﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ

پھر اُسنے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہی تمہاری لئے کوئی خدا سوا اے
اُسکے بیشک میں تمپر خوف کرتا ہون بُرے دن کے عذاب کا ۵۷ اُسکی قوم کی سردارون
میں سی کہا کہ ہم تجھکو دیکھتے ہیں کُھلی ہوئی گمراہی میں ۵۸ (نوح نے) کہا کہ ای میری قوم
مجھکو گمراہی نہیں ہے ولیکن میں تمام عالمون کے پروردگار کیطرف سے پیغمبر ہون ۵۹
میں تمکو اپنے پروردگار کے پیغام پہونچاتا ہون اور تمہاری لئے بھلائی چاہتا ہون اور میں
اللہ کے بتائے سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۶۰ کیا تم اسمیں تعجب کرتے ہو کہ تمہارے
پاس تمہاری پروردگار سے نصیحت آئی تمہارے ہی میں سے ایک آدمی پر تاکہ وہ تمکو ڈراوی اور
تاکہ تم پرہیزگاری کرو اور تاکہ تم پر رحم کیا جاوی ۶۱ پھر اونہون نی اُسکو جھٹلایا پھر بچا لیا ہم نے
اُسکو اور جو اُسکے ساتھ کشتی میں تھے۔ اور ہم نے اُن لوگونکو ڈبو دیا جنہون نے ہماری نشانیون
کو جھٹلایا۔ بیشک وہ لوگ اندہی تھے ۶۲ اور (بیشک ہم نے بھیجا) عاد کی قوم کے پاس اُنکے
بھائی ہود کو (ہود نے) کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہاری لئی کوئی معبود
سوائے اُسکے کیا تم نہیں ڈرتے ۶۳ اُسکی قوم کے سرداروں میں سی اُن لوگوں نی کہا
جو کافر تھے کہ بیشک ہم دیکھتے ہیں تجھکو بیوقوفی میں اور بیشک ہم گمان کرتے ہیں تجھکو
جھوٹوں میں سی ۶۴ (ہود نے) کہا کہ اے میری قوم میرے ساتھ بیوقوفی نہیں ہی ولیکن میں
رسول ہوں پروردگار عالمون کیطرف سی ۶۵ پہونچاتا ہوں تمکو پیغام اپنی پروردگار کے اور بیشک
میں تمہارے لئے خیرخواہ ہون امانتدار ۶۶ کیا تم نے تعجب کیا کہ آوے تمہارے پاس
نصیحت تمہاری پروردگار سی ایک شخص پر تم میں سی تاکہ تمکو ڈراوے اور یاد کرو جب تم کو کیا جانشین

مِنۡ بَعۡدِ قَوۡمِ نُوۡحٍ
عاد اور ثمود کی نسبت کچھ لکھنے سے پہلے مندرجہ ذیل شجرہ انساب کا لکھنا مناسب ہے
نوح ۱۰۵۶ (دنیاوی)
سام ۱۵۵۸
حام
یافث ۱۵۵۶
عیلام
اسور
ارفکسد ۱۶۵۸
لود
آرام
جرہم الاولیٰ
طسم
عملیق
امیم
عوص
حول
جثر
مس
شالح ۱۶۹۳
عاد اولیٰ ۱۷۱۸
ثمود عاد ثانی
جدیس
عیبر یا ہود ۱۷۲۳
جادر
عبید
ماشج
اسف
عبید
صالح ۱۹۰۰
یقطان
فلج ۱۷۵۷
المیاد
حضرموت
یارح
ہدورام
اوزال
دقلہ
عوبال
ابیمائیل
سبا
اوفر
حویلہ
یوباب
سالف
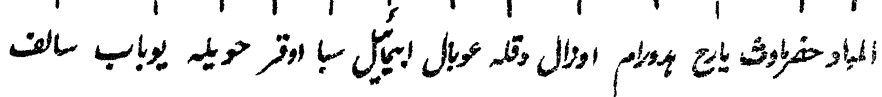
قوم نوح کے بعد

قوم عاد اولیٰ

عاد اولاد سام بن نوح سے ہے سام کا بیٹا آرام اور اُسکا بیٹا عوص اور اُس کا بیٹا عاد معالم التنزیل میں لکھا ہے وہو عاد بن عوص بن آرام بن سام وہم عاد الاولی۔ قوم عاد کی آبادی عربیا ڈزرتا یعنی عرب کے ریتلے میدان میں تھی اور الاحقاف کہلاتی تھی۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے کانت منازل قوم عاد بالاحقاف وہی رمال بین عمان وحضرموت۔ عرب کے نقشہ میں جو ریگستان پچاس درجہ طول اور بیس درجہ عرض پر واقع ہے وہ جگہہ الاحقاف ہے جہاں قوم عاد آباد تھی۔

یہہ قوم عاد اولیٰ کہلاتی ہے جسکی نسبت قرآن مجید میں کہا گیا ہے " وانا اھلك عاد الاولی (سورہ نجم آیت ۵۱) ثمود جسکا ذکر آگے آویگا وہ عاد ثانی کہلاتا تھا اور ایک تیسرا عاد ہے جو عبد شمس یعنی سبا اکبر کی اولاد میں ہے اور جسکا بیٹا شداد ہے جو ۲۰۹۲ سنہ دنیوی میں پیدا ہوا تھا پہلی دونوں قومیں عاد کی حضرت ابراہیم سے پہلے تھیں اور تیسری قوم حضرت ابراہیم کے زمانہ میں ہمارے مفسرون نے علاوہ اُن لغو قصون کے جو قوم عاد کی نسبت لکھے ہیں ایک اور غلطی یہ کی ہے کہ اِن تینوں قومون کے واقعات کو گڈمڈ کر دیا ہے۔

قوم عاد اولیٰ کا واقعی زمانہ تبلانا نہایت مشکل ہے مگر انگریزی مورخوں نے جو توریت میں بیان کئے ہوے حساب کے زمانے قایم کئے ہیں اُسی حساب کی بنا پر ہم بیان کرتے ہیں کہ سام ۱۵۵۸ سنہ دنیوی میں پیدا ہوا تھا اور ارفکسد جو آرام کا بھائی ہے ۱۶۵۸ سنہ دنیوی میں یعنی سو برس بعد پس یہی زمانہ قریباً آرام کی پیدائش کا خیال ہو سکتا ہے اور عاد دو پشت بعد آرام سے ہے پس اگر ساٹھ برس دو پشت کے لئے ہم اضافہ کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ عاد ۱۷۱۸ سنہ دنیوی یعنی اٹھارہویں صدی دنیوی میں تھا۔

ہود جنکا نام توریت میں عیبر لکھا ہے وہ بھی اولاد سام بن نوح سے ہیں عیبر کی پیدائش توریت کے حساب سے ۱۷۲۳ سنہ دنیوی کی ہے اور اس سے ثابت ہو کہ عاد اور ہود ایک ہی زمانہ میں تھے۔ اسی صدی میں نمرود نے بابل یا سریا میں بادشاہت قایم کی تھی اور حام پدر مصریم نے مصر میں اور عاد بن عوص نے الاحقاف میں

وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً

اور عیبر یعنی ہود کے بیٹے یقطان نے یمن اور اُسکے اطراف میں حضرموت یقطان کا ایک بیٹا تہا جسکے نام سے یمن کے قریب کا وہ ملک جو انڈین اوشن یا بحر عرب کے کنارہ پر ہے مشہور ہے۔

یہہ قوم عاد اولی کی نہایت قوی اور قدآور تہی جیسے کہ اب بہی بعض ملکون کے لوگ قوی اور قدآور ہوتے ہیں یہی بات خدا تعالیٰ نے اس قوم کی نسبت فرمائی ہے کہ "وزادکم فی الخلق بصطة" (سورہ الاعراف ۶۷) اُنکے قد معمولی قد اور آدمیون سے زیادہ نہ تھے۔ تفسیرون میں جو یہہ بات لکھی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا آدمی اُن میں کا ساٹھہ ذراع کا لنبا تھا اور اوسط آدمی سو ذراع کا لنبا تھا اور لنبے سے لنبا چار سو ذراع کا محض غلط ہے نہ قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے اور نہ کسی سند سے۔ قدیم علماء نے بہی اس سے انکار کیا ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے "منهم من حمل هذا اللفظ على الزيادة في القوة وذالك لان القوى متفاوتة فبعضها اعظم وبعضها اضعف" یعنی بعض عالمون نے "زادکم فی الخلق بصطة" سے اُنکا زیادہ قوی ہونا مراد لیا ہے نہ لنبا قد ہونا۔ بعض عالمون نے ان لفظون سے یہ مراد لی ہے کہ اُس قوم کے لوگ کثرت سے تھے اور آپس میں محبت رکھتے تھے اور ایک دوسرے کو مددگار ہوتے تھے اور اس ارتباط کے سبب سے گویا ایک جسم ہو گئے تھے نہ یہ کہ اُنکے قد بہت لنبے تھے اور وہ تمام دنیا کے لوگون سے زیادہ چوڑے چکلے تھے۔

وقال قوم يحتمل ان يكون المراد من قوله وزادكم في الخلق بسطة كونهم من قبيلة واحدة متشاركين في القوة والشدة والجلادة وكون بعضهم محبا للباقين ناصرا لهم وزوال العداوة والخصومة من بينهم فانه تعالى لما خصهم بهذه الانواع من الفضائل والمناقب فقد قرر لهم حصولها فصح ان يقال وزادكم في الخلق بسطة (تفسیر کبیر)

سورۃ الفجر میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے "الم تر كيف فعل ربك بعاد ارم ذات العماد التي لم يخلق مثلها في البلاد" اس آیت میں بہی اس قوم عاد اولی کا تذکرہ ہے ارم عاد کے دادا کا نام ہے چونکہ متعدد قومیں عاد کے نام سے مشہور تہیں جیسے کہ ہم نے اوپر بیان کیا اسی لئی خدا تعالیٰ نے ایک جگہہ اس قوم کو عاد اولی کرکے بیان کیا اور اس جگہہ اُسکے دادا کے نام سے یعنی ارم بیان ہے یا بدل ہے لفظ عاد سے یعنی ارم کی اولاد والا عاد ذات العماد سے بہی اسی طرح انکا قوی اور قدآور ہونا بتایا ہے جیسے کہ لفظ زادکم فی الخلق بسطة سے بتایا ہے لفظ لم یخلق مثلها

اور زیادہ قوی ہیکل کیا تمکو پیدائش میں

فی البلاد سے صاف پایا جاتا ہے کہ عماد سے اُنکے مخلوق قد مراد ہیں نہ کہ کسی مکان کے مصنوعی ستون۔ چنانچہ اکثر تفسیرون میں اور نیز تفسیر کبیر میں جیسا کہ حاشیہ پر منقول ہے اسی کے مطابق علماء و مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں مگر اسکے سوا اور قول بھی ہیں جن میں غلطی سے ارم کو شہر کا نام سمجھا ہے اور ذات العماد سے عمارات رفیعہ مراد لی ہے اور یہہ محض غلط ہے اسلئے کہ قوم عاد اولی ریگستان میں رہتی تھی اور اُنکی کوئی عالی شان عمارتین نہ تھیں بعض عالموں نے غلطی پر غلطی یہ کی ہے کہ ارم کو باغ تصور کیا ہے اور لکھا ہو کہ عدن کے پاس شداد نے بنایا تھا مگر یہ محض ناواقفیت سے لکھا ہے شداد کے باپ کا نام بھی عاد ہے مگر وہ اُس زمانہ میں نہ تھا اور نہ اُس نے کوئی ایسا باغ جیسا کہ مفسر بیان کرتے ہیں بنایا تھا۔

> اما ارم فھو اسم لجد عاد وفی المراد منہ فی ھذہ الایۃ اقوال احدھا ان المتقدمین من قبیلۃ عاد کانوا یسمون بعاد الاولی فلذلک یسمون بارم تسمیۃ لھم باسم جد ھم (تفسیر کبیر)
>
> فی قولہ ارم وجھان وذلک لانا ان جعلناہ اسم القبیلۃ کان قولہ ارم عطف بیان لعاد وایذانا بانھم عاد الاولی القدیمۃ (تفسیر کبیر)

بعض مفسرین کی یہ راے ہے کہ قوم ارم خیموں میں رہتی تھی اور خیموں میں ضرور ہے کہ عماد یعنی استادے ہوں جن پر خیمے کھڑے ہوتے ہیں اور عمد کی جمع عماد آتی ہے مگر اس راے سے یہ الفاظ قرآن مجید کے کہ لم یخلق مثلھا فی البلاد مساعدت نہیں کرتے ریورنڈ فارسٹر نے ایک تاریخانہ جغرافیہ عرب کا لکھا ہے اور اُس میں نویری کے تاریخانہ جغرافیہ سے بعض حالات نقل کئے ہیں سنہ ۶۶ء و سنہ ۱۸۷ء کے درمیان یعنی مطابق سنہ ۴۰ و سنہ ۵۰ ہجری کے معاویہ ابن ابی سفیان کے عہد حکومت میں عبدالرحمن یمن کا حاکم تھا اُس نے چند کتبے قدیم زمانہ کے یمن و حضرموت کے نواح کے کھنڈرات میں پائے تھے اور پڑے رہے گئے تھے اور لوگوں نے خیال کیا تھا کہ یہ کتبے قوم عاد کے زمانہ کے ہیں۔ اُنکا عربی ترجمہ نویری کے جغرافیہ میں مندرج ہے اُن میں سے چند کتبوں کی ترجموں کو اُس کتاب سے ہم اس مقام پر لکھتے ہیں

ترجمہ کتبہ اول مندرجہ جغرافیہ نویری

غنینا زمانا فی عراصۃ ذا القصر		بعیش غیر ضنک و لا نزر	
یفیض علینا البحر بالمد زاجرا		فانھارنا منریعۃ یجر	

فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللّٰهِ

خلال نخيل باسقات نواطرها	نفق بالقسب المجزع والتمر
نصطاد صيد البر بالخيل والقنا	وطورا الصيد النون من لجج البحر
ونرفل في الخز المرقم تارة	وفي القز احيانا وفي الحلل الخضر
يلينا ملوك يبعدون عن الخنا	شديد على اهل الخيانة والغدر
يقيم لنا من دين هود شرائعا	ونؤمن بالايات والبعث والنشر
اذا ما عدو حل ارضا يريدنا	برزنا جميعا بالمثقفة السمر
نحامي على اولادنا ونسائنا	على الشهب والكميت المنيق والشقر
نقارع من يبغي علينا ويعتدي	باسيافنا حتى يولون بالدبر

دوم۔ ترجمہ کتبہ مندرجہ جغرافیہ نویری

غنينا بهذا القصر دهرا فلم يكن	لنا همة الا التلذذ والقطف
تروح علينا كل يوم هنيدة	من الابل يعشق في معاطنها الطرف
واضعاف تلك الابل شاء كانها	من الحسن ارام او البقر القطف
فعشنا بهذا القصر سبعة احقب	باطيب عيش جل عن ذكره الوصف
فجاءت سنون مجدبات قواحل	اذا ما مضا عام اتى اخر يقفو
فظلنا كان لم نغن في الخير لمحة	فماتوا ولما يبق خف ولا ظلف
كذلك من لم يشكر الله لم يزل	معالمه من بعد ساحته تعفو

سوم۔ کتبہ مندرجہ کتاب ابن ہشام

قال ابن هشام حفر السيل عن قبر باليمين فيه امراة في عنقها سبع مخانق من در وفي يديها ورجليها من الاسورة والخلاخيل والدماليج سبعة سبعة وفي كل اصبع خاتم فيه جوهرة مثمنة وعند راسها تابوت مملوء مالا ولوح فيه مكتوب

باسمك اللهم اله حمير

انا تاجة بنت ذي شفر بعثت مايرنا الى يوسف

پھر یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو

فابطا علینا فبعثت لاذق	بمد من ورق لتاتینی بمد من طحین
فلم تجدہ فبعثت بمد من ذھب	فلم تجدہ فبعثت بمد من بحری
فلم تجدہ فامرت بہ فطحن	فلم انتفع بہ فاقفلت
فمن سمع بی فلیرحمنی	وایۃ امراۃ لبست حلیا من حلی

فلاماتت الا مسیتی

سنہ ۱۸۳۴ء میں سرکار انگریزی نے یمن کی پیمائش کے لئے کچھ افسر بھیجے انہوں نے حضرموت میں جو سمندر کے کنارہ پر ہے ایک پہاڑ پر ایک قلعہ کے کھنڈرات معلوم کیے اور ان کھنڈرات میں پتھر پر کھدے ہوئے کتبے دیکھے تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ قلعہ حصن غراب کے نام سے مشہور ہے (طول بلد ۴۸ درجہ ۳۰ دقیقہ اور عرض بلد ۱۴ درجہ) وہاں ایک اونچی جگہ پر ایک کتبہ ملا پورانے حرفوں میں پتھر پر کھدا ہوا جو حرف کہ کوفی حرفوں سے بھی بہت پہلے کے ہیں۔ اور اس سے کسیقدر نیچے ایک اور کتبہ پایا اور ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک اور چھوٹا سا کتبہ ملا علاوہ اسکے حصن غراب سے پچاس میل کے فاصلہ پر اور کھنڈرات ملے نقب الہجر کے نام سے اور اُسکے دروازہ پر ایک کتبہ ملا ان کتبوں کی بعینہ نقل کر لیگئی

ان کتبوں کی تحقیقات ہوتی رہی جب وہ پڑھے گئے تو معلوم ہوا کہ نویری کے جغرافیہ میں جو کتبہ ہے وہ ترجمہ ہے حصن غراب کے بڑے کتبہ کا چنانچہ اصلی کتبہ کا ترجمہ انگریزی میں کیا گیا جسکا اردو ترجمہ ہم اس مقام پر لکھتے ہیں۔

ترجمہ حصن غراب کے بڑے کتبہ کا

ہم رہتے تھے رہتے ہوئے مدت سے عیش و عشرت میں زمانہ میں اس وسیع محل کے ہماری حالت بری تھی مصیبت اور بدبختی سے بعید تھا ہمارے تنگ راستہ میں۔

سمندر زور سے امڈتا ہوا اور غصہ سے ٹکراتا ہوا ہمارے قلعہ سے۔ ہمارے چشمے بہتے تھے گنگناتی ہوئی آواز سے گرتے تھے۔

کھجور کے بلند درختوں سے اوپر جنکے رکھوالے تر سے بکھیرتے تھے خشک کھجور (یعنی انکی گٹھلیاں) ہماری گھاٹی کی کھجور کی زمین میں وہ اپنے ہاتھ سے پھیلاتے تھے سوکھے چاول (یعنی بوتے تھے)

ہم شکار کرتے تھے پہاڑی بکروں کا اور خرگوش کے بچوں کو پھاڑیوں رسیوں اور سرکنڈوں سے

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۸﴾

بھگا کر بلاتے تھے جھگڑتی ہوئی مچھلیوں کو۔

ہم چلتے تھے آہستہ مغرور چال سے پہنے ہوئے سوئے کا کام کئے ہوئے مختلف رنگ کے ریشمی کپڑے بالکل ریشم کے گاہے سبز رنگ کی چار خانہ دار پوشاک۔

ہم پر حکومت کرتے تھے بادشاہ جو بہت دور تھے ذلت سے اور سخت سزا دینے والے تھے بدکار اور منکر آدمیوں کے اور انہوں نے لکھی ہمارے واسطے مطابق اصول ہود کے۔

عمدہ فتوے ایک کتاب میں محفوظ رہنے کیلئے اور ہم یقین کرتے تھے معجزہ کے بھید میں مردوں کے بھید میں اور ناک کے سوراخ کے بھید میں۔

ایک حملہ کیا لٹیروں نے اور ہمکو ایذا پہونچاتے تھے اور ہمارے فیاض نوجوان جمع ہو کے سوار ہو کر چلے معہ سخت اور تیز نوکدار برچھیوں کے آگے کو جھپٹتے ہوئے۔

مغرور بہادر حمایتی ہمارے خاندانوں اور ہماری بیویوں کے لڑتے ہوئے دلیری سے گھوڑوں پر سوار جنکی لمبی گردنیں تھیں اور جو سمند اور لوہیا رنگ اور سرخ رنگ تھے۔

ہم اپنی تلواروں سے زخمی کرتے ہوئے اور چھیدتے ہوئے اپنے دشمنوں کو یہانتک کہ دہاوا کر کے ہم نے فتح کیا اور کچل ڈالا ان ذلیل آدمیوں کو۔

ترجمہ اُس کتبہ کا جو اس کتبہ کے نیچے کندا ہوا ہے

علاحدہ حصوں میں تقسیم کیا گیا اور لکھا گیا سیدھے ہاتھ سے اُلٹے ہاتھ کیطرف اور نقطہ لگے ہوئے یہہ گیت فتح کا سرش اور وزرغانے عوص نے چھید ڈالا (یعنی زخمی کر دیا) اور تعقب کیا بنی عک کا اور اُنکے چھڑاں کو سیاہی سے بھر دیا۔

ترجمہ چھوٹے کتبہ کا جو پہاڑی کی چوٹی پر ہے۔

دشمن کی سی نفرت سے گناہگار آدمیوں پر
ہم نے حملہ کیا آگے کو دوڑ کر اپنے گھوڑوں کو انکو پاؤں کے نیچے روند ڈالا۔

ترجمہ کتبہ کا جو نقب الحجر کے دروازے پر ہے

رہتے تھے اس محل میں اب (الو) محارب اور بحبۃ جبکہ یہ ابتدا میں تیار ہوا رہتے تھے اس میں خوشی سے

تاکہ تم فلاح پاؤ ﴿۶۷﴾

فرزندانہ اطاعت کے ساتھ نواس اور دنیا حاکم اعلیٰ حزبجل مالک محل کا جسنے فیاضی سے بنایا کاروان سرا اور کنوان...... اُسنے نیز بنایا عبادت خانہ فوارہ اور تالاب اور بنایا زنانہ اپنے عہد میں۔

ریورنڈ فاسٹر نے اِس بڑے کتبہ کے نیچے جو کتبہ ہے اُس میں عک کا نام دیکھ کر اس کتبہ کا زمانہ قرار دینے پر توجہ کی اور کہا کہ عک بیٹا تھا عدنان کا اور مسلمانوں کی حدیث کے مطابق جو ام سلمہ سے منقول ہے عدنان حضرت اسمٰعیل کی چوتھی پشت میں تھا پس اس حساب سے کہ ایک پشت کا زمانہ تیس برس لگایا جاوے تو عک یعقوب کی زندگی کے اُس زمانہ میں ہوگا جبکہ یوسف بھی موجود تھے اور قریب پچاس برس کے قبل اُسوقت کے جبکہ مصر اور اُسکے قرب وجوار کے ملکون میں قحط ہوا تھا۔

ریورنڈ فاسٹر لکھتے ہیں کہ یوسف کی تاریخ سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں اسمٰعیل کی اولاد مختلف فرقون اور قومون میں منقسم ہو کر پھیل گئی تھی۔ اور نویری کے جغرافیہ میں جو دوسرا کتبہ ہے اُس سے قحط کا حال معلوم ہوتا ہے جس میں وہ قوم تباہ ہو گئی۔ اُن وجوہ سے وہ ان کتبون کو یعقوب علیہ السلام کے زمانہ کا قرار دیتے ہیں جبکہ ریورنڈ فاسٹر نے یہ تسلیم کر لیا کہ یہ کتبے قوم عاد کے ہیں جسکا قرآن مجید میں ذکر ہے اور انکا زمانہ اُنہوں نے حضرت یعقوب کے زمانہ کے مطابق قرار دیا تو اب وہ قرآن پر گویا دو اعتراض کرتے ہیں ایک یہ کہ قوم عاد کا نوح کی قوم کے بعد ہونا جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ "اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح" صحیح نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے بادشاہون کے قوانین پر عمل کرتے تھے اور حضرت ہود کا اُن لوگون میں ہونا جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہو کہ "والی عاد اخاھم ھودا" ثابت نہیں ہوتا۔

مگر یہہ دونوں اعتراض جیسے عجیب ہیں ویسے غلط بھی ہیں۔ اول یہ کہ قوم عاد اولی جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ یمن یا حضرموت میں نہیں بستی تھی یمن و حضرموت و حویلہ میں خود حضرت ہود کی اولاد بستی تھی اور حضرت اور حویلہ اور سبا جنکے نام سے اب تک وہ مقامات مشہور ہیں حضرت ہود کے پوتے تھے۔ اور یقطان ابن عیبر یعنی ہود وہان جا کر بسے تھے پس اُنہوں نے جو اُن کتبون کو عاد کی قوم کے کتبے قرار دیئے ہیں یہ محض غلطی ہے دوسرے یہ کہ جو زمانہ ان کتبون کا ریورنڈ فاسٹر نے قرار دیا ہے وہ بھی غلط ہے ام سلمہ کی روایت جسکی بنا پر ریورنڈ فاسٹر نے عدنان کو حضرت اسمٰعیل کی چوتھی پشت میں قرار دیا ہے وہ روایت ہی غلط اور محض نامعتبر و بے سند

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ

ہے صحیح نسب نامہ کے بموجب جو برخیا کاتب وحی ارمیا نبی نے لکھا ہے (دیکھو خطبات احمدیہ) اُسکے مطابق عدنان باپ معد و عک کا اکتالیسویں پشت میں حضرت ابراہیم سے تھا حضرت ابراہیم بموجب حساب مندرجہ توریت کے ۲۰۰۸ سنہ دنیوی میں پیدا ہوئے تھے پس جو حساب نسلوں کے پیدا ہونیکا ہے اُس حساب سے عک قریباً ۳۴۰۸ سنہ دنیوی میں ہوگا یعنی چودہ سو برس بعد حضرت ابراہیم کے اور کتبہ میں عک پر فتح پانی نہیں لکھی ہے بلکہ بنی عک پر لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عک کی بھی کئی پشت کے بعد کا ہے۔

نویری کے دوسرے کتبہ کو جس میں قحط کا ذکر ہے مسٹر فاسٹر پہلے کتبہ کا تتمہ سمجھتے ہیں تاکہ پہلے کتبہ کو بھی یعقوب و یوسف کے زمانہ کا قرار دیں مگر وہ اصلی کتبہ دستیاب نہیں ہوا اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کہاں تھا نہ یہہ معلوم ہے کہ کس خط میں تھا پس کوئی دلیل نہیں ہے کہ نویری کے پہلے اور دوسرے کتبہ کو ایک زمانہ کا قرار دیا جاوے۔

کچھ عجب نہیں کہ یہ کتبے قوم حمیر کے ہوں جس میں سلاطین با دارا و با وقار گذرے ہیں یقطان یا ابن عبیر یا ابن ہود یمن میں آباد ہوا اُسکا بیٹا سبا تھا اور سبا کا بیٹا حمیر اُسکی اولاد میں بڑے بڑے بادشاہ گذرے ہیں اور اسی کی اولاد کی حکومت حضرموت میں تھی جو اُسکے ایک بیٹے کے نام سے مشہور ہے پس یہ کتبے قوم حمیر کے ہو سکتے ہیں نہ قوم عاد کے اسکی تائید اُس کتبے سے ہوتی ہے جسکا ذکر ابن ہشام نے کیا ہے جو اطراف یمن کی ایک قبر میں سے نکلا ہے کیونکہ اُسکے شروع میں لکھا ہے "باسمک اللّٰھم الٰہ حمیر" اور یہ ایک ایسا ثبوت ہے جس سے قوم حمیر کے کتبے ہونیسے انکار ہی نہیں ہو سکتا۔

حصن غراب کے چھوٹے کتبہ میں بلاشبہ بنی عک پر فتح پانیکا ذکر ہے عک جو حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے تھا اور جنکا مسکن حجاز میں تھا معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی اولاد یعنی بنی عک نے کسی زمانہ میں یمن پر یا حضرموت پر حملہ کیا ہوگا زمانہ کے حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ واقعہ اُس زمانہ میں ہوا جس زمانہ میں کہ بخت نصر نے مصر اور عرب پر حملے کئے تھے اُس حملہ میں بنی عک کو شکست ہوئی ہوگی جسکا ذکر اس کتبہ میں ہے۔

حصن غراب کے بڑے کتبہ کا جو ابھی موجود ہے نہایت استحکام سے قرآن مجید کے اس تاریخی

انہوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے پاس آیا ہے تاکہ ہم عبادت کریں اللہ واحد کی

واقعہ کا ثبوت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے عرب میں ہود پیغمبر کو لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تھا اور بعث و نشر کے عقائد انہوں نے تعلیم کئے تھے اور جو کہ قوم حمیر اور تمام بادشاہان یمن حضرت ہود کی اولاد میں تھے اُن کے بادشاہوں نے اُن تمام عقاید کو جو حضرت ہود نے تعلیم کئے تھے اپنی کتابوں میں لکھے تھے جس پر وہ یقین کرتے تھے مگر افسوس ہے کہ اُن تمام عقائد کے ساتھ آخر کو اُن لوگوں میں بت پرستی بھی پھیل گئی تھی جسکو محمد رسول اللہ نبی آخر الزمان نے تمام جزیرہ عرب سے بلکہ دنیا کے بہت بڑے حصہ سے معدوم کیا اور خدا کی وحدانیت کے اصول کو ایسی وضاحت اور عمدگی سے بتا دیا جس سے اُمید ہے کہ اُنکے پیروں میں بت پرستی قایم ہونی ممتنعات عقلی سے ہے اور یہی ایک امر ہے جس کے سبب ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے اور عبد اللہ کے بیٹے نے خاتم الانبیاء ہونے کا تاج پہنا اور اس کے دین نے "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" کا خطاب حاصل کیا وصلی اللہ تعالیٰ علی جدی محمد رسول اللہ وعلی الہ واتباعہم اجمعین۔

اب ہمکو اُس عذاب کا بیان کرنا باقی ہے جو قوم عاد پر نازل ہوا تھا اور جسکا ذکر اُن آیتوں میں آیا ہے جو حاشیہ پر مندرج ہیں٭ وہ عذاب آندھی تھی جو اُس ریگستان کے رہنے والوں پر نازل ہوئی تھی آٹھ دن اور سات رات برابر آندھی چلتی رہی اور بخوبی یہ بات خیال میں آسکتی ہے کہ جب ایسی آندھی ریگستان کے ملک میں چلی جو گرم ملک تھا اور جس میں نہایت سخت لو کی بھی کیفیت ہوگی تو وہاں کے رہنے والوں کا کیا حال ہوا ہوگا بیشک اُنکی لاشیں ایسی ہی پڑی ہونگی کہ گویا درخت جڑ سے اوکھڑ کر پڑے ہیں جسکی تشبیہ خدا نے دی ہے "کانہم اعجاز نخل منقعر- کانہم اعجاز نخل خاویۃ" لو کی گرمی کے مارے اُنکے بدن بھگر ہو کر پکس گئے ہونگے جیسے لو زدہ انسان کا بدن ہو جاتا ہے جسکی تشبیہ خدا نے اسطرح پر دی ہے کہ "ما تذر من شئ اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم"

٭ فارسلنا علیہم ریحا صرصرا فی ایام نحسات لنذیقہم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا ولعذاب الاخرۃ اخزی وہم لا ینصرون- (۴۱ سورۃ فصلت ۱۵-)

کذبت عاد فکیف کان عذابی و نذر- انا ارسلنا علیہم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر- تنزع الناس کانہم اعجاز نخل منقعر-
(۵۴- سورۃ القمر ۱۸ و ۱۹ و ۲۰)

واما عاد فاہلکوا بریح صرصر عاتیۃ سخرہا علیہم سبع لیال و ثمانیۃ ایام حسوما فتری القوم فیہا صرعی کانہم اعجاز نخل خاویۃ-
۶۹- سورۃ الحاقۃ ۶ و ۷-

فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود- ۴۱ فصلت ۱۲

واذکر اخا عاد اذ انذر قومہ

ارفکسد بن سام کی اولاد میں سے ہود تھے اور آرم بن سام کی اولاد میں سے قوم عاد بھی ہو جسکے

وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا

بالاحقاف وقد خلت النذر من بين يديه
ومن خلفه الا تعبدوا الا الله انی اخاف
علیکم عذاب یوم عظیم۔ قالوا اجئتنا
لتافکنا عن الھتنا فاتنا بما تعدنا ان کنت
من الصدقین۔ قال انما العلم عند
الله ابلغکم ما ارسلت به ولکنی
ارٰکم قوما تجھلون۔ فلما راوہ عارضا
مستقبل اودیتھم قالوا ھذا عارض
ممطرنا بل ھو ما استعجلتم به ریح فیھا
عذاب الیم تدمر کل شی بامر ربھا
فاصبحوا لا یرٰی الا مساکنھم کذلک
نجزی القوم المجرمین-۴۶- سورہ
احقاف-۲۰ لغایت ۲۴-

وفی عاد اذ ارسلنا علیھم الریح العقیم
ما تذر من شی اتت علیه الا جعلته
کالرمیم-۵۱ سورہ ذاریات ۴۱ و ۴۲
وانه اھلک عاد الاولی ۵۳
سورہ النجم ۵۱-

خدا نے حضرت ہود کو قوم عاد کا بھائی کہا حضرت ہود احقاف میں
گئے جہان قوم عاد بستی تہی اور بت پرستی کرتی تہی تین بت
تھے جنکو وہ پوجتے تھے حضرت ہود نے اُن کو بت پرستی سے
منع کیا اور کہا کہ سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت مت کرو مجھکو
خوف ہے تم پر کسی دن سخت عذاب آویگا۔ اُن لوگوں نے
کہا کہ کیا تم اس لیئے آئے ہو کہ ہمارے خداؤن سے ہمکو پھیر دو
اور جس عذاب سے تم ڈراتے ہو اُسکو لاؤ اگر تم سچے ہو حضرت
ہود نے کہا کہ اسکا علم تو خدا کو ہے میں تو خدا کا پیغام تم تک
پہونچا دیتا ہوں۔ ایک دن اُنہون نے دیکہا کہ اُن کے
ریگستان کیطرف کچھ گھٹا سی چلی آتی ہے اُنہوں نے خیال
کیا کہ بادل ہے خوب برسیگا مگر وہ نہایت سخت آندہی تہی جس نے
سب چیز کو اوکہاڑ کر پھینک دیا۔

یہہ تو قصہ قوم عاد کے عذاب کا ہے مگر جو بحث کہ اس واقعہ پر اور مثل اس کے دیگر واقعات ارضی و
سماوی پر ہو سکتی ہے جنکو قرآن مجید میں کسی قوم کی معصیت کے سبب سے اُس واقعہ کا بطور عذاب
کے اُس قوم پر نازل ہونا بیان ہوا ہے غور طلب ہے۔ آندہی اور طوفان۔ پہاڑون کی آتش فشانی
سے ملکونکا اور قومون کا برباد ہونا زمین کا دہنس جانا قحط کا پڑنا کسی قسم کے حشرات کا زمین میں یا پانی
میں ہوا میں پیدا ہو جانا کسی قسم کے وباؤن کا آنا اور قومون کا ہلاک ہونا سب امور طبعی ہیں جوان
کے اسباب جمع ہو جانے پر موافق قانون قدرت کے واقع ہوتے رہتے ہیں انسانون کے گنہگار
ہونے یا نہ ہونے سے فی الواقع اُسکو کچھ تعلق نہیں ہے اگرچہ توریت میں اور دیگر صحف انبیا میں اس
قسم کے ارضی و سماوی واقعات کا سبب انسانون کے گناہ قرار دیے ہیں جو مثل ایک پوشیدہ بہید
کے سمجھ سے خارج ہے اُس سے ہمکو اس مقام پر بحث نہیں ہی مگر قرآن مجید میں بہی ایسے واقعات کو
انسان کے گناہون سے منسوب کرنا بلاشبہ تعجب سے خالی نہیں۔

اور چھوڑ دین جو پوجا کرتے تھے ہمارے باپ

اِس قسم کے شبہے بلا شبہ انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ شبہات بیشک اصلی ہوتے ہیں کیونکہ حوادث ارضی و سماوی حسب قانون قدرت واقع ہوتے ہیں اُن کو انسانون کے گناہوں سے کچھہ تعلق نہیں ہوتا اور نہ انسانون کے گناہ اُن حوادث کے وقوع کا باعث ہوتے ہیں مگر ان شبہات کو پیدا ہونے کا منشا یہہ سبب ہے کہ لوگ حقیقت نبوت اور اُسکی غایت کے سمجھنے میں پہلے غلطی کرتے ہیں اور پہر اُس غلطی کی بنا پر اُس شبہہ کو قایم کرتے ہیں۔ نبوت ہمیشہ فطرت کے تابع ہوتی ہے اُس کا مقصد حقایق اشیا کو علی ماہی علیہ بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ اُس کی غایت تہذیب نفس ہوتی ہے پس جو اُمور کہ کسی قوم میں یا انسانون کے خیال میں ایسے پائے جاتے ہیں جو موید تہذیب نفس کے ہیں گو کہ وہ مطابق حقایق اشیا علی ماہی علیہ کے نہوں تو انبیا اُن سے کچھہ تعرض نہیں کرتے بلکہ وہ اُسکو بلا لحاظ اس بات کے کہ وہ مطابق حقیقت اشیا علی ماہی علیہ کے ہے یا نہیں بطور ایک امر مسلمہ مخاطب کے تسلیم کر کے لوگون کو ہدایت کرتے ہیں اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص بحث کرنیوالا اپنے مخالف کے امر مسلمہ کو باوجودیکہ وہ اُسکو صحیح نہ جانتا ہو تسلیم کر کے مخالف ہی کے امر مسلمہ سے مخالف کو ساکت کرنا چاہے پس ایسے مواقع پر یہہ سمجھنا کہ جو کچھہ انبیا نے تسلیم کیا یا اُسکو اپنے مقصد کے لئے کام میں لائے اسی کے مطابق حقایق اشیا بھی ہیں یہ پہلی غلطی ہے اور یہی غلطی باعث اس قسم کے شبہات کے پیدا ہونے کی ہوتی ہے۔ مثلاً لوگ یقین کرتے تھے کہ خدا نے چھہ دن میں زمین و آسمان و تمام کائنات پیدا کی ہے۔ اب ایک پیغمبر اُس قوم کو نصیحت کرتا ہے کہ جس نے چھہ دن میں آسمان و زمین پیدا کئے ہیں اُسی کی عبادت کرو پس اس بیان سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اُس پیغمبر کا بیان نسبت چھہ دن میں آسمان و زمین کی پیدایش کے بطور بیان حقیقت اشیا علی ماہی علیہ کے ہے سخت غلطی ہے کیونکہ اُس پیغمبر نے اُس قوم کے امر مسلمہ ہی کو تسلیم کر کے آسمان و زمین کے پیدا کرنیوالے کے استحقاق عبادت کو ثابت کیا ہے۔

انسان کی ابتدائی حالت کی فلاسفی پر غور کرنے سے جو وحشی قوموں کی حالت یا وحشی زمانہ سے شروع ہوتی ہے ثابت ہوتا ہے کہ جسطرح انسان کے دل میں اپنے سے زیادہ قوی و زبردست اشیا کو اپنے گرد دیکھکر کسی وجود قوی کا جسکو اُنہوں نے خدا تسلیم کیا خیال آیا ہے اُسی کی ساتھہ

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ﴿۶۸﴾

ساتھ اُسکے خوش رکھنے کے لئے اُسی کی عبادت کا بھی خیال ہوا ہے اور اسی کے ساتھ یہ خیال بھی پیدا ہوا ہے کہ دنیا میں جو مصیبتیں آتی ہیں وہ اُسکی خفگی اور انسانوں کے افعال سے ناراض ہوجانے کے سبب آتی ہیں پس یہ خیال کہ تمام آفات ارضی و سماوی انسانوں کے گناہوں کے سبب سے ہوتی ہیں ایک ایسا خیال تھا جو تمام انسانوں کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا اور اس زمانہ میں بھی جاہل قوموں کے دلوں میں ویسی ہی مضبوطی سے جما ہوا ہے۔ یہ خیال خواہ وہ حقیقت اشیاء علی ماہی علیہ کے مطابق ہو یا نہ ہو ایک ایسا خیال ہے جو تہذیب نفس انسانی کا نہایت موید ہے اور بموجب اُس اصول فطرت کے جس کے تابع انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اُنکو ضرور تھا کہ اس امر مسلمہ کو تسلیم کرکے لوگوں کو تہذیب نفس کی ہدایت کریں۔ پس قرآن مجید کے اس قسم کے بیانات کو جن میں حوادث ارضی و سماوی کو انسانوں کے گناہوں سے منسوب کیا ہے یہ سمجھنا کہ وہ ایک حقیقت اشیاء علی ماہی علیہ کا بیان ہے اُن سمجھنے والوں کی غلطی ہے نہ قرآن مجید کی۔

یہ اصول جو میں نے بیان کیا ایک ایسا اصول ہے کہ اگر وہ ذہن میں رکھا جاوے تو بہت سے مقامات قرآن مجید کی اصلی حقیقت منکشف ہوتی ہے مگر یہ اصول ایسا نہیں ہے جسکو میں نے ایجاد کیا ہو اور نبوت کو ماتحت فطرت قرار دیا ہو بلکہ اور محققین علماء کی بھی یہی رای ہے جسکا بیان بہت مختصر طور پر تتمہ ایام کے بیان میں گذرا ہے مگر شاہ ولی اللہ صاحب نے تفہیمات الٰہیہ میں اس اصول کو زیادہ تر وضاحت سے بیان کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کچھ اسکی نسبت لکھا ہے اُسکا مطلب بالکل اُسی کے مطابق ہے جو میں نے بیان کیا گو کہ دونوں کے طرز ادا اور طریق تقریر اپنی اپنی طرز پر جدا گانہ مذاق سے ہو۔

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ بات جان لینی چاہیئے کہ نبوت فطرت کے ماتحت ہے جیسا کہ انسان کے کبھی دل میں بہت سے علوم اور باتیں جگہ بیٹھ جاتی ہیں اور اُنہی پر مبنی ہوتی ہیں وہ چیزیں جو اُسپر اُسکے رویا میں فائض ہوتی ہیں پھر وہ اُن چیزوں کی صورتوں کو دیکھتا ہے جسکو اُس نے پیدا کیا ہے نہ اُسکے سوا اور کسی کو ایسے ہی ہر ایک قوم اور اقلیم کی ایک فطرت ہے جسپر اُنکی سب باتیں پیدا کی گئی ہیں جیسے جانور کے بچے

[1] اعلم ان النبوة من تحت الفطرة كما ان الانسان قد يدخل في صميم قلبه وجذر نفسه علوم وادراكات عليها تبتني ما يفاض عليه من رؤياه فيرى الامر متشبحا بما اخترته دون غيرها لكن لكل قوم واقليم لهم فطرة فطروا عليها اسودهم كلها كالستفتاح

تو ہمارے پاس لے آ جس سے تو ہمکو دہمکی دیتا ہے اگر تو ہے سچون میں سے (٦٨)

الذبح والقول بالقدم فطرة فطر الهنود
عليها وجواز الذبح والقول بحدوث
العالم فطرة فطر عليها بنو سام من العرب
والفارس فانما يجيئ النبي يتأمل فيما
عندهم من الاعتقاد والعمل فما كان موافقا
لتهذيب النفس يثبته لهم ويسددهم
اليه وما كان يخالف تهذيب النفس
فانه ينهاهم عنه وقد يحصل بعض
الاختلاف من قبل اختلاف نزول
الجود كما ذكرنا في توجه المجوس الى القوى
الفلكية وتوجه الحنفاء الى الملاء
الاعلى لا غير وكما ذكرنا في عموم
بعثة النبي وخاتمه بخلاف سائر
النبوة فالنبوة سويته وتهذيبه و
تحسينه كاحسن ما ينبغي سواء كان ذلك
الشيء شمعا او طينا والفطرة والملة
بمنزلة المادة كالشمع و
الطين فلا تعجب باختلاف احوال
الانبياء عليهم السلام واختلاف
امورهم عما يتعلق بالمادة فاصل
النبوة تهذيب النفس باعتقاد
تعظيم الله والتوجه اليه و
كسب ما ينجي من عذاب الله
في الدنيا والاخرة واما مجازاة
السيئة ففي الدورة الاولى كان
لا يتوقف على معرفة البعث بعد
الموت ولا الملائكة وفي الدورة
الاخرى توقف على الايمان بالله
بالصفات التعظيمية وملائكته
وكتبه ورسله والايمان بالبعث
بعد الموت اما مسئلة قدم
العالم وحدوثه ومسئلة التناسخ

کرنیکو برا جانتا اور عالم کو قدیم کہنا یہہ ایک فطرت ہے کہ فطرت ہنود
کی اسپر ہے اور ذبح جانور کو جائز جاننا اور عالم کو حادث کہنا فطرت ہے
جسپر بنی سام یعنی عرب اور فارس مخلوق ہوئے ہیں نبی جو آیا کرتا ہے
وہ انکے علوم اور اعتقادات اور اعمال میں تامل کیا
کرتا ہے جو ان میں سے موافق تہذیب نفس کے ہوتا ہے اسکو
ثابت رکھتا ہے اور انکو وہی راہ چلاتا ہے اور جو کہ تہذیب نفس کے
خلاف ہو اس سے منع کرتا ہے اور کبھی کچھ اختلاف ہو جاتا ہے جو
اختلاف فیض الہی جیسا کہ ہمنے ذکر کیا ہے بیچ معاملہ متوجہ ہونے مجوس
کے قواے فلکیہ کی جانب اور متوجہ ہونے حنفاء کے ملاء اعلی کی
جانب اور جیسا کہ ہمنے ذکر کیا ہے بعثت نبی کے عام ہونے اور
خاتم النبیین کے بیان میں بخلاف اور نبیون کے پس نبوت اس
فطرت کا درست اور آراستہ کرنا ہے اور اسکو درست کرنا جسقدر
اسکا عمدہ تر ہونا ممکن ہے خواہ وہ شے موم ہو خواہ گارا فطرت
مذہب کے لیے بمنزلہ مادہ کے ہے مثل موم اور گوندھی مٹی
کے پس تعجب نہ کرنا چاہیے اختلاف احوال انبیاء سے اور انکے
اس اختلاف سے جو ان امور سے متعلق ہین جو بمنزلہ مادہ کے ہیں
پس اصل نبوت تہذیب نفس کی ہے اللہ تعالی کی عظمت کا اعتقاد
سے اور اسکی طرف متوجہ ہونے سے اور ان امور کے کرنے سے جو اللہ
تعالی کے عذاب سے دنیا اور آخرت میں بچاوے سو بدی کا بدلا پہلے
زمانہ میں اس پر موقوف نہ تھا کہ مرنے کے بعد اٹھنے کو جانیں اور
فرشتوں کو جانیں اور پچھلے زمانہ میں اس پر موقوف ہے کہ
اللہ پر ایمان لاویں اور اسکی صفات تعظیمیہ پر اور فرشتوں پر اور اسکی

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

ومسئلة تحريم الذبح وحله و مسئلة الصفات الله التى من التجدد والمتنقل والصفات المحدثة كالروية والنزول و الارادة المتجددة والبداء وغير ذلك فانها كلها من الفطرة والمادة ليست بحث عن ذلك بالاصالة (تفہیمات)	کتابوں پر اور اسکے سب رسولوں پر اور مرنے کے بعد اُٹھنے پر ایمان لاوین اور مسئلہ قدم عالم اور حدوث عالم اور مسئلہ تناسخ اور مسئلہ حرام ہونے ذبح جانور کا اور حلال ہونے ذبح جانور کا اور مسئلہ صفات کا جو کہ بدلتی رہتی ہیں اور صفات جو کہ حادث ہیں جیسے دیکھنا اور اُترنا اور ارادہ اور ایسے ہی اور صفات پس یہہ مسئلہ فطرتی ہے اور بمنزلہ مادہ کے ہے ایسے مسائل سے اصلی طور پر نبی بحث نہیں کرتا ہے یہ بیان شاہ ولی اللہ صاحب کا ہماری دلیل سے بالکل مطابق

ہو بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہماری دلیل کا ماخذ یہی بیان ہے جو نہایت عالی دماغی اور بلا خوف لومۃ لائم کے شاہ صاحب نے فرمایا ہے۔

قوم ثمود

ثمود جسکے نام سے قوم ثمود مشہور ہوئی جیتر بن آرام بن سام بن نوح کا بیٹا ہے۔ اور عاد اولی اور ہود کا ہمعصر ہو حضرت صالح پیغمبر اُسکی چھٹی پشت میں ہیں اور اسی لئے زمانہ حضرت صالح کا اخیر انیسوین یا شروع بیسوین صدی دنیاوی میں اور قریباً سو برس پیشتر حضرت ابراہیم سے پایا جاتا ہے۔

(ہود نے) کہا بیشک تم پر پڑی ہی تمہارے پروردگار سے بُرائی اور غضب۔ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو ناموں میں کہ وہ نام رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپوں نے نہیں بھیجی اللہ نے اُسکے لئے کوئی دلیل پس منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنیوالوں میں ہون ⑥۹ پھر نجات دی ہم نے اُسکو اور انکو جو اُسکے ساتھ تھے ساتھ اپنی رحمت کے اور کاٹ دی ہمنے جڑ اُن لوگون کی جنہوں نے جھٹلایا تھا ہماری نشانیوں کو اور وہ تھے نہ ایمان والے ⑦۰ اور (بھیجا ہم نے) ثمود کی قوم کے پاس اُنکے بھائی صالح کو اُس نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود بجز اُس کے بیشک آئی ہے تمہارے لئے ایک دلیل تمہارے پروردگار کیطرف سے

قوم ثمود الحجر میں آباد تھی اور پہاڑ کو کھود کر اُس میں گھر بناتے تھے تقویم البلدان میں اسمعیل ابوالفدا نے ابن حوقل کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اُن پہاڑون میں گیا تھا اور اُس نے اُن مکانات کو دیکھا تھا جو پہاڑ کو کھود کر بنائے تھے۔ افسوس ہے کہ سلاطین اسلامیہ نے اس طرح پر عرب کے قدیم حالات کی تحقیقات نہیں کی کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ جزیرہ عرب میں بہت سی ایسی چیزین موجود ہونگی جنسے پُرانے تاریخی حالات کی صحت پر بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔

عاد اولی حضرت نوح سے پانچوین پشت میں تھا اور عاد اور ثمود دونون آپس میں بھائی تھے۔ قوم عاد کے برباد ہونے کے بعد قوم ثمود نے ترقی کی تھی جسکی نسبت خدا نے فرمایا "واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد" اور جبکہ قوم ثمود نے قوم عاد کے بعد ترقی کی تھی اسی سبب سے ثمود کو عاد ثانی کہتے ہیں جیسے کہ نوح کو آدم ثانی۔

حضرت صالح قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے جو واقعات کہ اُنکے زمانہ نبوت میں گذرے اُنکا بیان

مندرجہ حاشیہ آیتون میں ہو اُن کا خلاصہ یہ ہی کہ حضرت صالح نے اُن لوگون سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو خدا کی عبادت کرو تمہارے لئے اُسکے	والی ثمود اخاھم صالحا قال یٰقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ قد جاءتکم بینۃ من ربکم

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۷۱)

هذه ناقة الله لكم اية فذروها تاكل فی
ارض الله ولا تمسوها بسوء فیاخذکم عذاب
الیم واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد
عاد وبوأکم فی الارض تتخذون من سهولها
قصورا وتنحتون الجبال بیوتا فاذکروا الاء
الله ولا تعثوا فی الارض مفسدین فعقروا
الناقة وعتوا عن امر ربهم فاخذتهم
الرجفة فاصبحوا فی دارهم جاثمین (الاعراف)
قال یا قوم ارأیتم ان کنت علی بینة من
ربی واتانی منه رحمة فمن ینصرنی من الله
ان عصیته فما تزیدوننی غیر تخسیر ویاقوم
هذه ناقة الله لکم اية فذروها تاکل فی
ارض الله ولا تمسوها بسوء فیاخذکم عذاب
قریب فعقروها فقال تمتعوا فی دارکم ثلثة
ایام ذلک وعد غیر مکذوب فلما جاء امرنا
نجینا صالحا والذین امنوا معه برحمة منا
ومن خزی یومئذ ان ربک هو القوی العزیز و
اخذ الذین ظلموا الصیحة فاصبحوا فی دیارهم
جاثمین (هود ۶۶-۷۰)
قالوا انما انت من المسحرین ما انت الا بشر
مثلنا فات بایة ان کنت من الصادقین

سوا کوئی خدا نہیں ہے - اُن لوگوں نے کہا کہ تم تو سحر زدہ ہو تم تو ہم ہی
جیسے ایک آدمی ہو - اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ - حضرت صالح نے کہا
کہ تمہارے پاس ایک دلیل تمہارے پروردگار کے پاس سے آئی ہے - یہہ خدا کی اونٹنی
تمہارے لیئے نشانی ہے اُسکو چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں چرتی پھرے
باقی رہا پانی ایک دن اُسکو پی لینے دیا کرو اور ایک دن تم لیا کرو
اور اُسکو کچھہ بُرائی مت پہونچاؤ نہیں تو تم کو دکھہ دینے والا عذاب
پکڑ لیگا - وہ لوگ اُس اونٹنی سے تنگ آگئے اُنہوں نے اُسکو ذبح
کر ڈالا یا اُسکی کونچیں کاٹ دیں کہ مر گئی - حضرت ہود نے کہا کہ تم
تین دن اپنی جگہہ میں چین کر لو عذاب آئیگا وعدہ نہیں ٹلنے کا اُسکے
بعد اُنپر یہہ خدا کا عذاب پڑا کہ بڑی گڑگڑاہٹ سے اور رعد سے زیادہ ہو بجلی
آیا اور وہ اپنے رہنے کی جگہہ میں گھٹنوں کے بل گر کر مر گئے -

قرآن مجید میں تو یہہ قصہ اسی قدر ہے مگر ہمارے مفسرین نے اس
قصہ کو ایک تودہ طوفان بنا دیا ہے جسکے لیئے کوئی معتبر سند بھی
نہیں ہے - اُنہوں نے قرآن مجید کے اُن لفظوں کو کہ " فات
بایة ان کنت من الصادقین " اور ان لفظوں کو کہ " قد جاءتکم بینة
من ربکم " دیکھہ کر یہہ تصور کیا کہ وہ اونٹنی کسی عجیب و معجز طریقہ سے پیدا
ہوئی ہوگی - کچھہ عجب نہیں کہ پیشتر سے عرب میں اس اونٹنی کی
نسبت عجیب باتیں مشہور ہونگی اور مفسرین نے اُن افواہی باتوں کو
قرآن مجید کے اُن الفاظ کے خیال سے سچ سمجھ [illegible] تفسیر [illegible]
لکھہ دیا حالانکہ اُسکے لیئے کوئی [illegible]

یہہ اونٹنی اللہ کی تمہارے لئے نشانی ہی پھر اُسکو چھوڑ دو کہ کھاوے اللہ کی زمین میں اُسکو کوئی تکلیف مت پہونچاؤ کہ پھر پکڑ یگا تم کو عذاب دُکھہ دینے والا (۷۱)

قال ھذہ ناقۃ لھا شرب ولکم شرب یوم معلوم ۔ ولا تمسوھا بسوء فیاخذکم عذاب یوم عظیم فعقروھا فاصبحوا ندمین فاخذھم العذاب ان فی ذلک لایۃ وما کان اکثرھم مومنین (۲۶ ۔ الشعرا ۱۵۵ ۔ ۱۵۸)

واما ثمود فھدینٰھم فاستحبوا العمی علی الھدی فاخذتھم صاعقۃ العذاب الھون بما کانوا یکسبون (۴۱ فصلت ۱۶)

انا مرسلوا الناقۃ فتنۃ لھم فارتقبھم واصطبر ۔ ونبئھم ان الماء قسمۃ بینھم کل شرب محتضر ۔ فنادوا صاحبھم فتعاطی فعقر ۔ فکیف کان عذابی ونذر ۔ انا ارسلنا علیھم صیحۃ واحدۃ فکانوا کھشیم المحتظر (۵۴ سورۃ القمر ۲۷ ۔ ۳۱)

فاما ثمود فاھلکوا بالطاغیۃ ۔ (۶۹ ۔ الحاقۃ ۔ ۵)

کذبت ثمود بطغواھا ۔ اذ انبعث اشقاھا ۔ فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیاھا ۔ فکذبوہ فعقروھا فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوٰھا (۹۱ سورۃ الشمس ۱۱ ۔ ۱۴)

اُنہوں نے لکھا ہے کہ جب حضرت صالح نے بتوں کی پرستش سے اُنکو منع کیا اور خداے واحد کی پرستش کی ہدایت کی تو قوم ثمود نے جنمیں کہ خود حضرت صالح بھی تھے معجزہ طلب کیا۔ حضرت صالح نے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ تم ہمارے تیوہار کے دن ہمارے ساتھہ چلو ہم اپنے بتون کو نکالینگے تم خدا سے معجزہ مانگنا ہم اپنے بتون سے مانگین گے اگر تمہاری دعا کا اثر ہوا تو ہم تمہارے مرید ہو جاوینگے اور اگر ہماری دعا کا اثر ہوا تو تم ہمارے مرید ہو جانا۔ اِس اقرار پر دونون شہر کے باہر گئے اُنہوں نے اپنے بتون سے کچھہ دعا مانگی مگر کچھہ نہ ہوا حضرت صالح سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اِس پہاڑ کے ٹکڑے میں سے ایک اونٹنی نکلے حضرت صالح نے اُن سے اقرار لیا کہ اگر نکلے تو تم ایمان لے آوگے سب نے اقرار کیا جب بات پکی ہوگئی تو حضرت صالح نے دو رکعت نماز کی پڑہی اور خدا سے دعا مانگنی شروع کی۔ وہ پتھر کا ٹکڑا پہولنا شروع ہوا اور حاملہ کے پیٹ کی مانند پہول گیا۔ پھر پھٹا اور اُس میں سے نہایت بڑی موٹی مسٹنڈی اونٹنی نکلی۔ اور اُسیوقت اُس نے اپنی برابر کا بچا بھی دیا۔

اس اونٹنی کا پیدا ہونا ہی عجیب طرح پر بیان نہیں کیا بلکہ اُسکی بہت عجیب صفات بھی بیان کی ہیں۔ لکھا ہے کہ جہان قوم ثمود رہتی تھی وہان پانی بہت کم تھا اور ٹھہرا تھا کہ ایک دن وہ پانی اونٹنی پیا کرے اور ایک دن وہ لوگ لیا کریں اونٹنی میں یہ عجیب صفت تھی کہ وہ سارا پانی جسکو تمام لوگ پی سکتے تھے سو پی جاتی تھی اور پہاڑ پر چلی جاتی تھی

وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (۷۲)

پہر وہان سے آتی تہی اور لوگ اُسکا دودہ دوہتے تہے اور اس قدر کثرت سے دودہ ہوتا تہا کہ تمام قوم کے لئے بجاے پانی کے کافی ہوتا تھا۔

حضرت صالح نے کہا کہ تمہارے شہر میں ایک لڑکا پیدا ہونیکو ہے کہ تمہاری موت اُسکے ہاتھ سے ہوگی اُنہون نے یہ بات سنکر جو لڑکا پیدا ہوا اُسکو مار ڈالا یہانتک کہ نو لڑکون کو مارا جب دسوان لڑکا پیدا ہوا کہا کہ کبھی اب تو ہم نہ مارینگے مگر بدبختی سے یہہ وہی لڑکا تہا جسکے ہاتھ سے اُنکی موت ہونیوالی تہی۔

بہرحال وہ لڑکا بڑا ہوا جوان ہوا یارون میں بیٹہنے لگا ایک دن وہ اپنے یارون کی مجلس میں تھا اور سب نے شراب پینے کا ارادہ کیا اور شراب میں پانی ملانیکو پانی چاہا مگر وہ دن اونٹنی کے پانی پینے کا تھا وہ سب پانی پی گئی تہی ایک قطرہ شراب میں ملانے کو بہی نہیں چہوڑا تھا۔

اس جوان کو نہایت غصہ آیا وہ پہاڑ میں گیا اور اونٹنی کو بلایا جب آئی تو اُسکو ذبح کر ڈالا یا کونچین کاٹ ڈالیں کہ وہ مرگئی۔ پہر اُن پر تین دن میں عذاب آیا پہلے دن سب کے بدن سُرخ ہوگئے۔ دوسرے دن زرد ہوگئے۔ تیسرے دن کالے ہوگئے۔ اسپر بہی نہ مرے تب بہونچال آیا اور اُسکے سبب سے مرگئے۔

اس قصہ کا لغو اور مہمل ہونا خود اس قصہ سے ظاہر ہوتا ہے مفسرین نے بہی اس قصہ کو اگرچہ لکہا ہو مگر چندان اعتبار نہیں کیا بعضون نے تو "روی" کر کر لکہا ہے کہ یہہ لفظ خود قصہ کے ضعیف اور بے سند ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ صاحب تفسیر کبیر نے لکہا ہے کہ قرآن سے پایا جاتا ہے کہ اُس اونٹنی میں کچہہ نہ کچہہ ایک نشانی تہی مگر یہہ بات کہ وہ کیا نشانی تہی اور کس طرح پر تہی بیان نہیں ہوئی مگر اتنی بات معلوم ہے کہ وہ کسی نہ کسی وجہ سے معجزہ تہی۔ مگر میں کہتا ہون کہ جس وجہ سے صاحب تفسیر کبیر نے اُسکو معجزہ مافوق الفطرت قرار دیا ہو وہ بہی صحیح نہیں ہے۔

اعلم ان القران قد دل علی ان فیہا اٰیۃ فاما ذکر انہا کانت اٰیۃ من ای الوجوہ فہو غیر مذکور والعلم حاصل بانہا کانت معجزۃ من وجہ ما لا محالۃ۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۱)

اور یاد کرو جبکہ کیا تم کو جانشین عاد کی قوم کے بعد اور ٹھیرایا تم کو زمین میں تم
بنا لیتے ہو اُسکے میدانوں میں محل اور پہاڑوں کو کھود کر گھر پس یاد کرو اللہ کی
نعمتوں کو اور مت پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے (۷۴)

ثمود کی قوم نے بتوں کی پرستش اختیار کی تہی اور کئی نسلیں اُنکی بت پرستی میں گذر گئی تہیں جب حضرت
صالح نے ایسے خدا واحد کی پرستش کی ہدایت کی جسکی نہ کوئی صورت ہے نہ شکل ہے نہ اُسکا وجود
دکھائی دیتا ہے نہ کوئی اُسکے پاس جاکر اُسکو دیکھہ سکتا ہے صرف خیال ہی خیال میں وہ ہی اور خیال میں
بھی بیچون و بےچگون مبرا حیز و مکان اور شکل و صورت و جہت و مثال سے تو ایک فطرتی بات تہی کہ پشتینی
بت پرست کہتے کہ اگر تم سچے ہو تو اُسکی نشانی لاؤ جسکے ذریعہ سے وہ اُس بن دیکھے خدا کی پرستش
کریں کیونکہ بغیر کسی ظاہری وجود کے اُنکے دل کو تسلی نہیں ہو سکتی تہی۔ اونہوں نے ایک اونٹنی کو
بطور سانڈ کے چہوڑ دیا کہ یہہ خدا کی اونٹنی ہے اور تمہارے لئے خدا کی نشانی ہے اُسکو کسی قسم کی
ایذا مت پہونچاؤ اور چرنے پہرنے دو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح پر جانوروں کے چہوڑنے کی قدیم رسم
تہی عرب متعدد طرح پر سانڈ چہوڑتے تھے۔ اونٹنی جب پانچ بچے جن لیتی تہی تو اُسکو بتوں کے نام پر
چہوڑ دیتے تھے اور جہاں وہ چرتی چرنے دیتے تھے اور پانی پینے سے نہ ہکاتے تھے۔ بیماری سے
اچہا ہونے یا سفر سے آنے پر یا دس برس خدمت لینے کے بعد اونٹ کو بتوں کے نام پر بطور سانڈ کے
چہوڑتے تھے جو بحیرہ اور سائبہ اور حام کے نام سے مشہور ہیں حضرت صالح نے بہی اسیطرح اِس
اونٹنی کو چہوڑا صرف اتنا فرق کیا کہ کسی بت یا کسی مخلوق کے نام پر نہیں چہوڑا بلکہ خدا کے نام پر چہوڑا۔

آیت کے لفظ کے معنی معجزہ کے نہیں ہیں اور اس لئے مصنف تفسیر کبیر کا یہہ لکھنا کہ
"والعلم حاصل بانها کانت معجزة بوجه ما لا محالة" صحیح نہیں ہے۔ آیت کے معنی
نشانی کے ہیں۔ محمد ابن ابی بکر الرازی نے لغات قرآن میں لکھا ہے کہ الآیة العلامة ومنه
قوله تعالیٰ ' ان اٰیة ملکه ' وقوله تعالیٰ ' وجعلنا اللیل والنهار اٰیتین ' اے علامتین
پس آیت کے لفظ سے یہہ قرار دینا کہ وہ اونٹنی یا سانڈنی ایک معجزہ تہی جو خلاف قانون قدرت
یا ما فوق الفطرت پیدا ہوئی تہی قابل تسلیم نہیں ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾

دوسرا لفظ ان آیتوں میں "بینۃ من ربکم" کا ہے۔ ان الفاظ کا جو قرآن مجید میں ہیں ترجمہ یہ ہے کہ کہا صالح نے) اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی خدا سوائے اُس کے بیشک آئی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے پروردگار سے۔ یہ اونٹنی اللہ کی تمہارے لئے نشانی ہے" اگر یہ کہا جاوے کہ اونٹنی ہے وہ دلیل تھی تو الفاظ لکم آیۃ بیکار ہوجاتے ہیں کیونکہ اُس حالت میں صرف اتنا کہنا کافی تھا کہ قد جاء تکم بینۃ من ربکم ھذہ ناقۃ اللہ فذروھا تاکل الخ دوسرا یہ کہ خدا کی تمام مخلوقات وہ کسی طرح پر پیدا ہو خدا پر دلیل ہے اونٹنی کے پیدا ہونے سے گو کہ وہ کسی عجیب طرح سے پیدا ہوئی ہو خدا پر دلیل ہونے کی کچھ خصوصیت نہیں ہوسکتی پس صاف ظاہر ہے کہ قد جاء تکم بینۃ من ربکم جدا جملہ ہے اور اس سے وہ دلیل مراد ہے جو انبیاء اپنی امت کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اُسکی توحید اور اُس کے استحقاق عبادت کی نسبت بتاتے ہیں اور ھذہ ناقۃ اللہ لکم اٰیۃ الی آخرہ جملہ مستانفہ ہے اُسکو بینۃ من ربکم سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

اگر ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ اسکو بینۃ من ربکم سے تعلق ہے تو بھی اُس سے کوئی نتیجہ سوائے اس کے نہیں نکلتا کہ حضرت صالح نے اُس اونٹنی کو جسطرح ایک نشانی بتایا تھا اسی طرح اور اُسی مقصد سے اُس کو دلیل یا گواہ بھی کہا تھا۔ بینۃ کے لفظ سے اُس سانڈنی کا معجزہ ہونا اور خلاف قانون قدرت مافوق الفطرت پیدا ہونا کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہو۔ تعجب ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام قصہ حضرت صالح کا بیان کیا اور جو بات سب سے مقدم اور سب سے زیادہ عجیب تھی کہ پہاڑ کو فی الفور اونٹنی کا حمل رہا اور وہ مثل حاملہ کے پیٹ کا پھولنا شروع ہوا اور شق ہوگیا اور اونٹنی بلی پلائی ساٹھ گز بڑی اور معلوم نہیں کتنی لمبی سنڈ مسنڈ اُس میں سے پیدا ہوئی اور پیدا ہوتے ہی

کہا اُس قوم کے سرداروں میں سے اُن لوگوں نے جو تکبر کرتے تھے اُنکو جو اُن لوگوں میں سے ایمان لائے تھے جو کمزور سمجھے جاتے تھے کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اُن لوگوں نے کہا کہ بیشک ہم اُسپر جو اُسکے ساتھ بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں (۷۳)

اپنی برابر کا بچا جنا اور قدرتی مسئلہ المظروف اتصر من الظرف والجزء اتصر من الکل کو بھی باطل کر دیا۔ اُس کا بیان بالکل چھوڑ دیا۔ اور مفسرین کو اُسکا الہام کیا کیونکہ اُنہوں نے بغیر غور و فکر اور بغیر کسی معتبر سند کے اس قصہ کو لکھا ہے جو بغیر الہام کے اور کسی طرح لکھا نہیں جا سکتا تھا۔ افسوس ہے کہ ہمارے مفسرین نے ایسے ہی لغو بے معنی قصوں کو قرآن مجید کی تفسیروں میں داخل کر کے مسائل مستحکمہ اسلام کو مضحکہ اطفال بنایا ہے اور اُس کے نور عالم افروز کو لغویات کے گرد و غبار سے دہندلا کر دیا ہے۔ خدا اُنپر رحم کرے آمین

جبکہ اُن لوگوں نے اُس سانڈنی کو مار ڈالا اور کفر و بت پرستی کو نہ چھوڑا تو حضرت صالح نے فرمایا کہ تم تین دن اور چین کر لو پھر تم پر خدا کا عذاب ضرور آویگا۔ اعداد جو ایسے مقام پر بیان ہوتے ہیں اُن سے وہی عدد مقصود نہیں ہوتا بلکہ ایک زمانہ مراد ہوتا ہے اسطرح کے کلام کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ چند روز تم اور چین کرو پھر تم پر عذاب ہوگا بدکار انسان کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ تین دن کا یا چند روز کا یہ عیش آرام ہے اور اس سے اُس کی تمام عمر مراد ہوتی ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اسکا حال معلوم ہوگا پس اسی طرح حضرت صالح نے فرمایا "تمتعوا فی دارکم ثلثة ایام"

جو آفت کہ قوم ثمود پر آئی وہ شدید بہونچال تھا لفظ طاغیہ جو بعض آیتوں میں ہے وہ اُسکی شدت اور حد سے زیادہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ لفظ صیحہ کا اُس بہونچال کی آواز گڑ گڑاہٹ پر اشارہ کرتا ہے اور رجفہ کے معنی بہونچال کے ہیں غرضکہ جس طرح عادت اللہ جاری ہے بہونچال کے آنے سے وہ قوم غارت ہو گئی یعنی اُسکے بہت سے آدمی مر گئے اور بہت سے بچے بھی رہے۔ قوم ثمود کے مکانات پہاڑوں میں بھی تھے اور میدانوں میں بھی تھے اور میدانوں کے مکانات پر بہونچال سے صدمہ تو ظاہر ہے مگر پہاڑ کے اندر کے مکانات پر بھی متعدد طرح سے صدمہ پہونچ سکتا ہے۔ یہ واقعہ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جسکو معجزہ یا خلاف قانون قدرت یا مافوق الفطرت تصور کیا جاوے ابھی یہ واقعہ ہوا ہے کہ اندلس کے علاقہ میں ایک بہونچال کے سبب ایکہزار

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (۷۴) فَعَقَرُوا
النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ
اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۷۵) فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا
فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۷۶) فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ
رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ (۷۷)
وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا
مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (۷۸) اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً
مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (۷۹) وَمَا كَانَ
جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ
اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (۸۰) فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ
مِنَ الْغٰبِرِيْنَ (۸۱) وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ (۸۲) وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا

آدمی مر گیا۔

حضرت لوط کا قصہ سورہ ہود میں زیادہ تفصیل سے ہے اور اسی مقام پر اس سے بحث کرنی زیادہ مناسب ہے اسلئے اس بحث کو سورہ ہود کی تفسیر میں لکھینگے مگر حضرت شعیب کے قصہ کا اس مقام پر بیان کرتے ہیں۔

(۸۲) (والی مدین اخاہم شعیبا) ہود۔ حضرت ابراہیم کے بیٹے کا نام ہے جو قطورہ کے

کہا اُن لوگون نے جو تکبر کرتے تھے کہ بیشک ہم اُس شخص کے جسکے ساتھ تم ایمان لائے ہو
منکر ہیں (۷۴) پھر اُنھوں نے اُس اونٹنی کی کونچین کاٹ ڈالیں اور نافرمانی کی اپنے
پروردگار کے حکم کی اور کہا کہ اے صالح لے آ ہمارے پاس جو دھمکی تو ہمکو دیتا ہی اگر تو ہی
رسولوں میں سے (۷۵) پھر پکڑا اُنکو زلزلہ نے پھر صبح کی اُنھون نے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے
ہوئے (۷۶) پھر (صالح) اُن سے پھر گیا اور کہا اے میری قوم بیشک میں نے پہونچایا
تمہارے پاس پیغام اپنے پروردگار کا اور خیرخواہی کی تمہارے لئے ولیکن تم دوست
نہیں جانتے خیرخواہی کرنیوالوں کو (۷۷) اور (بھیجا ہم نے) لوط کو جسوقت اُسنے کہا
اپنی قوم کو کیا تم فحش کام کرتے ہو کہ اُسکو تم سے پہلے کسی ایک نے بھی جہانوں کے لوگوں
میں سے نہیں کیا (۷۸) بیشک تم مردون کے پاس آتی ہو شہوت رانی کو عورتوں کی سوا
ہاں تم ایک قوم ہو حد سے گذری ہوئی (۷۹) اور نہ تھا اُن لوگون کا جواب بجز اُسکے کہ اُنھوں نے
کہا کہ نکالدو اُنکو اپنی بستی سے بیشک وہ آدمی ہیں اپنے تئیں پاک بتانیوالے (۸۰) پھر نجات
دی ہمنے اُسکو اور اُسکے لوگوں کو بجز اُسکی عورت کے کہ وہ تھی پیچھے رہجانیوالوں میں (۸۱)
اور برسایا ہم نے اُنپر برسانا پھر دیکھہ کیا ہوا انجام گنہگارون کا (۸۲) اور (بھیجا ہمنے)
مدین کے لوگوں کے پاس اُن کے بھائی شعیب کو

پیٹ سے قریباً ۱۵۱۲ سنہ دنیا دی کے پیدا ہوا تھا- مدین کا بیٹا عیفاہ تھا جسکو بعض عربی کتابون میں
غلطی سے عنقا لکھدیا ہے- یہاں تک تو نسب توریت مین مندرج ہے (دیکھو سفر پیدائش باب ۲۵- درس
۴) اُسکے بعد تاریخ کی کتابون میں اختلاف ہے مگر اُن اختلافات میں سے جو امر ہمارے نزدیک زیادہ
قرین صحت ہے یہ ہے کہ عیفاہ کا بیٹا نبیہ یا نابت تھا- اور اُسکا بیٹا ضیعون اور ضیعون کے بیٹے حضرت

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ قَدْ جَآءَتْكُمْ
بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ
اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۚ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ
تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا
عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْ
اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى
يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٥﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا
مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ
اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۚ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿٨٦﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ

شعیب ہیں پس حضرت شعیب حضرت ابراہیم سے پانچویں پشت میں ہیں۔

مدین - جہاں حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین نے سکونت اختیار کی تھی رفتہ رفتہ وہاں شہر آباد ہو گیا
اور مدین ہی اس شہر کا نام ہو گیا بطلیموس کے جغرافیہ میں (مودیانا) اس شہر کا نام لکھا ہے وہ شہر
بحر قلزم کے کنارہ سے کسیقدر فاصلہ پر حجاز عرب میں واقع ہے کوہ سینا کے جنوب مشرق میں

اُس نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود بجز اُس کے۔ بیشک آئی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے پروردگار سے پھر پورا کرو پیمانہ کو اور ترازو کو اور مت کم دو لوگوں کو اُنکی چیزیں اور نہ فساد کرو زمین میں اسکی اصلاح ہوجانیکے بعد یہہ ہے بہتر تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو (۸۳) اور مت بیٹھو ہر رستہ میں کہ ڈراتے ہو اور بند کرتے ہو اللہ کے رستہ سے اُسکو جو اُس کے ساتھ ایمان لایا ہے اور چاہتے ہو اُسمیں کجروی۔ اور یاد کرو جبکہ تم تھے تھوڑے پھر زیادہ کر دیا تم کو اور دیکھو کیا ہوا انجام فساد کرنیوالوں کا (۸۴) اور اگر ہے تم میں کوئی گروہ کہ ایمان لایا ہے اُسپر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں اور کوئی گروہ کہ نہیں ایمان لایا تو صبر کرو یہان تک کہ حکم کرے اللہ ہم میں اور وہ بہت اچھا حکم کرنیوالا ہے (۸۵) کہا اُس قوم کے سرداروں میں سے اُن لوگوں نے جو تکبر کرتے تھے کہ ضرور ہم تجھکو نکالدینگے اے شعیب اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں تیرے ساتھ اپنی بستی سے یا یہہ کہ پھر آجاؤ تم ہمارے دین میں شعیب نے کہا کہ گو کہ ہم کراہیت کرنیوالے ہوں (۸۶) بیشک ہم نے جھوٹا افترا کیا ہوگا اللہ پر اگر ہم پھر آجاویں تمہارے دین میں بعد اسکے کہ نجات دی ہمکو اللہ نے اُس سے۔ اور نہیں ہو سکتا ہمارے لئے کہ ہم پھر آجاوین (۸۷)

اب یہہ شہر بالکل ویران ہے کچھہ نشان کھنڈرات وہان اب بھی موجود ہیں اور کہتے ہیں کہ وہان ایک قدیم کنوان حضرت موسیٰ کے وقت کا بھی موجود ہے۔

حضرت شعیب کا قصہ بالکل سادا اور سیدھا ہے مفسرین نے بھی اس قصہ میں بہت ہی کم رنگ آمیزی کی ہے صاحب تفسیر کبیر اس بات سے کہ شعیب پیغمبر پاس کوئی معجزہ نہ تھا نہایت متعجب

فِيهَآ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى ٱللَّهِ
تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا ٱفْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِٱلْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ ٱلْفَٰتِحِينَ ﴿٨٧﴾
وَقَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِن قَوْمِهِۦ لَئِنِ ٱتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ
إِذًا لَّخَٰسِرُونَ ﴿٨٨﴾ فَأَخَذَتْهُمُ ٱلرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا۟ فِى دَارِهِمْ جَٰثِمِينَ ﴿٨٩﴾
ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا۟ فِيهَا ۚ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ شُعَيْبًا
كَانُوا۟ هُمُ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٩٠﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ
رِسَٰلَٰتِ رَبِّى وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۖ فَكَيْفَ ءَاسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَٰفِرِينَ ﴿٩١﴾
وَمَآ أَرْسَلْنَا فِى قَرْيَةٍ مِّن نَّبِىٍّ إِلَّآ أَخَذْنَآ أَهْلَهَا بِٱلْبَأْسَآءِ
وَٱلضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ ﴿٩٢﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ ٱلسَّيِّئَةِ ٱلْحَسَنَةَ
حَتَّىٰ عَفَوا۟ وَّقَالُوا۟ قَدْ مَسَّ ءَابَآءَنَا ٱلضَّرَّآءُ

ہوئے ہیں پھر کہتے ہیں کہ گو قرآن میں خدا نے اُنکے کسی معجزہ کو نہ بیان کیا ہو مگر ضرور اُنکے پاس معجزہ
ہوگا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ بیشک حضرت شعیب نے
نبوت کا دعویٰ کیا پھر کہا کہ بیشک آئی ہے تمہارے پاس بینہ
یعنی دلیل یا گواہی تمہارے پروردگار کے پاس سے۔ اور واجب
ہے کہ اس جگہہ بینہ سے مراد معجزہ ہو کیونکہ جو شخص نبوت کا
دعویٰ کرے اُس کے لئے معجزہ کا ہونا ضرور ہے اور نہیں

انه (ای الشعیب) ادعی النبوة
فقال قد جاءتکم بینة من ربکم
یجب ان یکون المراد من البینة
ههنا المعجزة لانه لابد لمدعی
النبوة منها والا لکان متنبیاء
لا نبیا فهذه الایة دلت علی انه

اُسمیں مگر یہہ کہ چاہی اللہ پروردگار ہمارا - گھیر لیا ہی ہمارے پروردگار نے ہر چیز کو اپنی علم میں - اللہ پر ہمارا توکل ہی - اے ہمارے پروردگار فیصلہ کردے ہم میں اور ہماری قوم میں ٹھیک اور تو بہت اچھا فیصلہ کرنیوالا ہی (۸۷) اور کہا اُن سرداروں نے جو کافر تھے اُسی کی قوم سے کہ اگر تم پیروی کروگے شعیب کی تو بیشک اُسوقت تم ہوگے نقصان پانیوالے (۸۸) پھر پکڑا اُن کو زلزلہ نے پھر اُنھوں نے صبح کی اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوے (۸۹) جن لوگوں نے جھٹلایا شعیب کو وہ ہوگئے ایسے کہ گویا بسے نہ تھے اُن میں - جن لوگوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی تھے نقصان پانے والے (۹۰) پھر شعیب نے اُن سے مُنھہ پھیرا اور کہا ای میری قوم بیشک میں نے تم کو پہنچا دئے پیغام اپنے پروردگار کے اور میں نے خیرخواہی کی تمہارے لئے پھر میں کیونکر افسوس کروں کافروں کی قوم پر (۹۱) اور ہم نے نہیں بھیجا کسی بستی میں کوئی نبی مگر ہم نے اُسی کے لوگوں کو پکڑا ابلاہیں اور دکھہ میں تاکہ وہ عاجزی کریں (۹۲) پھر بدل دیا ہم نے بُرائی کی جگہہ بھلائی کو یہاں تک کہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ بیشک چھوا تھا ہماری باپوں کو دُکھہ

خصلت لہ معجزۃ دالۃ علی صدقہ فاما ان تلک المعجزۃ من ای الانواع کانت فلیس فی القران دلالۃ علیہ کما لم یحصل فی القران الدلالۃ علی کثیر من معجزات رسولنا تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۹۶	تو وہ متنبی ہوگا نہ سچا نبی - پس یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اُن کے پاس کوئی معجزہ تھا جو اُنکے سچے ہونے پر دلالت کرتا تھا مگر یہہ بات کہ وہ معجزہ کس قسم کا تھا قرآن میں اس پر کچھہ اشارہ نہیں ہے جیسے کہ قرآن میں ہمارے رسول خدا کے بہت سے معجزوں پر کچھہ اشارہ نہیں ہے انتہی)

وَالسَّرَّآءُ فَأَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَوْ أَنَّ

أَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَأَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرٰٓى

أَنْ يَّأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۵﴾ أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرٰٓى

أَنْ يَّأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۶﴾ أَفَأَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا

يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۷﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ

يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَآ أَنْ لَّوْ نَشَآءُ أَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۹۸﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ

عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَآئِهَا وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا

لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَّإِنْ وَّجَدْنَآ

أَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۰﴾

اس کے بعد صاحب تفسیر کبیر نے تفسیر کشاف سے حضرت شعیب کے چند معجزے نقل کیے ہیں اور جیسے کہ وہ فی نفسہ لغو ہیں ویسے ہی تاریخانہ امور کے لحاظ سے بھی غلط ہیں پس ہمکو اس مقام پر اُنکے ذکر کی ضرورت نہیں ہم صرف اُسی مضمون پر بحث کرنا چاہتے ہیں جو قرآن مجید سے پیدا ہوتا ہے۔

اور سسکھ نے۔ پھر ہم نے انکو یکایک پکڑ لیا اور وہ نہیں جانتے تھے ﴿۹۳﴾ اور اگر اُس بستی کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگاری کرتے تو بیشک ہم اُنپر کھول دیتے آسمان اور زمین کی برکتیں ولیکن اُنہوں نے جھٹلایا پھر ہم نے انکو پکڑ لیا بسبب اُسکے جو وہ کماتی تھی ﴿۹۴﴾ پھر کیا نڈر ہو گئے ہیں بستیوں کے رہنے والے کہ آوے اُنپر ہمارا عذاب رات کو اور وہ سوتے ہوں ﴿۹۵﴾ یا نڈر ہو گئے ہیں بستیوں کے رہنے والے کہ آوے اُنپر ہمارا عذاب دن دہاڑے اور وہ کھیلتے ہوں ﴿۹۶﴾ پھر کیا وہ نڈر ہو گئے ہیں اللہ کے مکر سے پھر نڈر نہیں ہوتی اللہ کے مکر سے مگر نقصان پانیوالی قوم ﴿۹۷﴾ کیا ہدایت نہیں ہوئی اُن لوگوں کو جو وارث ہوئے زمین کے اُسکے رہنے والوں کے بعد کہ اگر ہم چاہیں پہونچاویں ہم انکو اُنکے گناہوں کے ساتھ۔ اور مہر لگاویں اُنکے دلوں پر پھر وہ نہیں سنتے ﴿۹۸﴾ یہ بستیاں ہیں ہم سناتے ہیں تجھکو اُنکی بعضی خبریں۔ اور بیشک آئے تھے وہاں ہمارے پیغمبر دلیلوں کے ساتھ پھر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاویں اُسپر جسکو جھٹلایا اُس سے پہلے اسطرح مہر کر دیتا ہے اللہ کافروں کے دلوں پر ﴿۹۹﴾ اور ہم نے نہیں پایا اُن میں سے بہت سوں کو اقرار پر قایم رہتے۔ اور بلکہ ہم نے پایا اُن میں سے بہت سوں کو البتہ اقرار کو توڑنے والے ﴿۱۰۰﴾

قرآن مجید میں حضرت شعیبؑ کا قصہ نہایت صاف طرح پر بیان ہوا ہے بہت سا حصہ اُسکا تو اِسی سورۃ میں ہے اور پھر اسی کی مثل سورۂ ہود میں اور سورۂ شعرا میں اور سورۂ عنکبوت میں آیا ہے اور وہ ایسے صاف لفظوں میں ہے جن کو بجز ترجمہ کے اور کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنۢ بَعْدِهِم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ (۱۰۱)

(۱۰۱) (ثم بعثنا من بعدھم موسیٰ) اس آیت سے حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ شروع ہوا ہے۔ اس قصہ میں مندرجہ ذیل امور بحث طلب ہیں۔

۱۔ تحقیق لفظ آیۃ۔ و لفظ بینہ۔ ۲۔ حقیقت سحر اور یہ کہ کن معنوں میں اُسکا استعمال ہوتا ہے۔ ۳۔ بیان تخییل تحرک حبل و عصائے سحرہ فرعون ۴۔ بیان عصائے موسیٰ اور اسکا بطور اژدہے کے دکھائی دینا ۵۔ بیان ید بیضا۔ ۶۔ ذکر قتل اولاد بنی اسرائیل۔ ۷۔ بیان قحط۔ ۸۔ ذکر طوفان۔ و جراد۔ و قمل۔ و ضفادع و دم۔ ۹۔ غرق فی البحر۔ ۱۰۔ اعتکاف حضرت موسیٰ کا پہاڑ میں۔ ۱۱۔ حقیقت کلام خدا با موسیٰ۔ ۱۲۔ حقیقت تجلی للجبل۔ ۱۳۔ بیان کتابت فی الالواح۔ ۱۴۔ اتخاذ عجل۔ ۱۵۔ ستر آدمیوں کا منتخب کرنا ۱۶۔ ذکر استسقائے قوم موسیٰ اور ظاہر ہونا چشموں کا۔ ۱۷۔ سایہ کرنا ابر کا۔ ۱۸۔ من و سلویٰ کا اُترنا ۱۹۔ دخول باب۔

ہم ان انیسوں امور کی نسبت علحدہ علحدہ بیان کرنا چاہتے ہیں مگر ان میں سے جن امور کا پہلے بیان ہو چکا ہے اُنکے صرف حوالہ دینے پر اکتفا کرینگے۔

اول تحقیق معنی لفظ آیتہ و بینۃ

ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں تحت تفسیر "واتینا عیسیٰ ابن مریم البینات" لفظ آیہ و بینہ پر مفصل بحث کی ہے* اور ثابت کیا ہے کہ ان الفاظ کے معنی معجزہ کے نہیں ہیں بلکہ احکام کے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ معجزہ دلیل ثبوت نبوت نہیں ہو سکتا اور اس صورت میں آیۃ و بینہ کے معنی اس غرض سے معجزہ کے لینے کہ وہ مثبت نبوت ہوتا ہے خرط القتاد سے کچھہ زیادہ رتبہ نہیں رکھتا۔

دوم حقیقت سحر

اور یہ کہ کن معنوں میں اُسکا استعمال ہوتا ہے۔

سحر کا لفظ قرآن مجید میں بہت جگہہ آیا ہے مگر بہت سے الفاظ زبان عرب میں ایسے مستعمل تھے جنکی لئے

* دیکھو جلد اول صفحہ ۱۲۶ لغایت ۱۴۰۔

پھر بھیجا ہم نے اُنکے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں سمیت فرعون اور اُسکے درباریوں کے پاس پھر اُنھوں نے ظلم کیا اُن نشانیوں کے ساتھ پھر دیکھ کیا ہوا انجام مفسدوں کا (۱۰۱)

فی الواقع کوئی حقیقت نہ تھی اور نہ درحقیقت اُنکا مصداق تھا نہ اُنکا کوئی مسمی حقیقتاً وجود رکھتا تھا بلکہ عرب جاہلیت نے اپنے وہم میں ایک شئے غیر موجود کا وجود قرار دیا تھا اور اُس سے کچھ افعال منسوب کئے تھے اور اُس شئے غیر موجود وہمی کے لئے وہ الفاظ مستعمل کرتے تھے۔ قرآن مجید اہل عرب کی زبان میں نازل ہوا اور اس لئے اُس زبان کے محاورہ کے موافق وہ الفاظ بھی قران مجید میں آئے ہیں۔ مگر قرآن مجید میں اُنکا استعمال اُن اثروں کے سمجھانے کے لئے ہوا ہے جو اثر کہ اہل عرب اُن لفظوں سے پاتے تھے نہ اسلئے کہ اُن لفظوں کے لئے فی الواقع کوئی حقیقت تھی یا درحقیقت اُنکا کوئی مصداق تھا۔

اِسکی مثال میں ہم ایک مباحثہ لطیف کا ذکر کرتے ہیں جو خلیفہ منصور کے وزیر ابو الفضل بن ربیع کی مجلس میں ایک بہت بڑے عالم سے ہوا تھا۔ مراۃ الجنان المشہور بہ تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ فضل بن ربیع نے جو خلیفہ منصور کا وزیر اور ایک بہت بڑا عالم تھا ابو عبیدہ کے پاس جو اُس زمانہ کے بہت بڑے عالم متبحر تھے اور بصرہ میں تھے ایک شخص بھیجا اور اپنے پاس بلایا وہ آئے اور اُنکو وزیر کی مجلس میں آنیکی اجازت ملی جب وہ مجلس میں گئے تو دیکھا کہ وہ ایک بہت لنبے چوڑے مکان میں ہے جس میں بھرپور ایک ہی کپڑے کا فرش بچھا ہوا ہے اور صدر میں ایک بہت اونچی جگہ پر جسپر بغیر زینہ کے چڑھا نہیں جا سکتا مسند تکیہ لگا ہوا ہے اور وہ اُسپر بیٹھا ہے۔

ابو عبیدہ نے موافق اُس آداب کے جو وزیروں کے لئے مقرر تھا سلام علیک کی وزیر نے اُسکا جواب دیا اور اپنی مسند کے پاس بیٹھنے کی اجازت دی پھر ابو عبیدہ کی خیر و عافیت پوچھی اور حالات دریافت کئے اور بہت مہربانی کی۔ پھر کہا کہ کچھ اشعار پڑھو ابو عبیدہ نے عرب جاہلیت

قال ابو عبیدة ارسل الی الفضل بن الربیع الی البصرة فی الخروج الیه فقدمت علیه وکنت اخبر عن تجبره فاذن لی فدخلت علیه وهو فی مجلس طویل عریض فیه بساط واحد قد ملاءه وفی صدره فرش عالیة لا یرتقی علیها الا بکرسی وهو جالس علی الفرش فسلمت علیه بالوزارة فرد وضحک الی واستدنانی من فرشه ثم سالنی وبسطنی وتلطف بی وقال انشدنی فانشدته من عیون اشعار جاهلیة احفظها فقال قد عرفت اکثر هذه وارید من ملیح الشعر فانشدته فطرب وضحک وزاده نشاطا ثم دخل رجل فی زی الکتاب وله هیئة حسنة فاجلسه الی جانبی وقال اتعرف هذا قال لا فقال هذا ابو عبیدة علامة اهل البصرة اقدمناه لنستفید من علمه فدعا له الرجل ثم التفت الی وقال لی کنت الیک مشتاقا وقد سالت عن مسالة

وَقَالَ مُوسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۰۲)

کے نہایت عمدہ اشعار جو اُسکو یاد تھے پڑہے۔ وزیر نے کہا کہ ایسے
تو بہت سے اشعار میں بھی جانتا ہوں میرا یہہ مقصد تھا کہ کچھ
نمکین چٹ پٹے اشعار سناؤ ابو عبیدہ نے ویسے ہی اشعار
پڑہے جنکو سنکر وزیر خوش ہوا اور ہنسا اور مزے میں آگیا اتنے
میں وزیر کا ایک منشی جو وجیہہ آدمی تھا آگیا وزیر نے اسکو ابو عبیدہ
کے پاس بیٹھنے کا حکم دیا اور ابو عبیدہ کی طرف اشارہ کر کے
منشی سے پوچھا کہ تم انکو جانتے ہو اُس نے عرض کیا کہ میں نہیں
جانتا وزیر نے کہا کہ یہ ابو عبیدہ ہیں علامہ اہل بصرہ میں نے انکو بلایا ہے تاکہ اُنکے علم سے ہم فائدہ اُٹھاویں
اُس منشی نے وزیر کو دعا دی اور ابو عبیدہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا میں آپ سے ملنے کا بہت
مشتاق تہا۔ لوگوں نے مجھسے ایک مسئلہ پوچھا ہے آپ مجھکو اجازت دیتے ہیں کہ اُسکو آپ سے
کہوں ابو عبیدہ نے کہا کہ کہو اُس منشی نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے دوزخ کے درخت کے پہل کو شیطانوں کے
سروں سے تشبیہہ دیکر ڈرایا ہے مگر لالچ دینا یا ڈرانا ایسی چیز سے ہو سکتا ہے جسکو وہ لوگ جانتے
ہوں مگر شیطانوں کے سروں کو تو کوئی نہیں جانتا کہ کیسے ہیں ابو عبیدہ نے کہا کہ خدا نے عرب کے کلام
کے مطابق کلام کیا ہے کیا تم نے امرئ القیس کا قول نہیں سُنا چنانچہ ابو عبیدہ نے وہ شعر پڑہا جسکا
مطلب یہ ہے۔

کیا وہ مجھکو مار ڈالینگے اور تلوار میری ساتھ لیٹی ہے۔
اور نیلی چمکدار برچھیاں ہیں مانند دانتوں غول بیابانی کے۔

اُس شخص نے جسکے حق میں یہہ شعر کہا ہے یا اور کسی نے غول بیابانی کو کبھی نہیں دیکھا تھا مگر جب کہ
غول بیابانی کا ہول اُسکے دل میں تھا تو اُسی سے اُنکو ڈرایا اس تقریر کو وزیر ابوالفضل اور اُسکے منشی
دونوں نے پسند کیا (انتہی)
غرضکہ جسطرح امرئ القیس کے شعر سے یہ لازم نہیں آتا کہ درحقیقت غول بیابانی کے لنبے لنبے

فقال ائذن لی ان اعرفك ایاها قلت هات فقال
قال الله تعالى طلعها كانه رءوس الشيطين
وانما يقع الوعد والايعاد بما قد عرف
وهذا لم يعرف قال فقلت انما كلم الله
العرب على قدر كلامهم اما سمعت
قول امرئ القيس۔

ايقتلني والمشرفي مضاجعي
ومسنونة زرق كانياب اغوال
وهم لم يروا الغول قط ولكنه لما كان
امر الغول يهولهم اوعدوا به فاستحسن الفضل
ذلك والسائل في ذلك۔ مرآۃ الجنان ورق ۱۵۷

اور کہا موسیٰ نے ۔ اے فرعون بیشک میں رسول ہوں پروردگار عالموں کی طرف سے (۱۰۴)

نیلے نیلے چمکدار دانت ہوتے ہیں اسی طرح قرآن مجید میں جو رؤس الشیاطین کا لفظ ہے اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ درحقیقت شیطان کا ڈراونا سر ہوتا ہے بلکہ جس چیز سے اپنے خیالات کے موافق عرب وحشت کھاتے تھے اُسی سے اُنکے خیالات کے موافق وعید آئی ہے ۔ اسیطرح سحر کا لفظ جہاں قرآن میں آیا ہے وہ صرف عرب جاہلیت کے خیال کے موافق آیا ہے اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسطرح پر عرب جاہلیت سحر کو سمجھتے تھے درحقیقت اُس طرح پر اُسکا وجود تھا ۔ یا خدا تعالےٰ نے اُسکا واقعی ہونا بتایا ہے یا عرب جاہلیت کے خیالات کی تصدیق کی ہے ۔

اسیطرح سینکڑوں لفظ قرآن مجید میں حسب محاورہ زبان عرب اور بلحاظ خیالات عرب جاہلیت آئے ہیں جنسے اُنکا واقعی ہونا مراد نہیں ہے علماء متقدمین نے اس باب میں کتابیں لکھی ہیں چنانچہ تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ اس مباحثہ کے بعد ابو عبیدہ نے اُسی دن سے ارادہ کیا کہ وہ قرآن کے اس قسم کے الفاظ کے بیان میں ایک کتاب لکھے اور جب وہ بصرہ میں واپس آگیا تو اُس نے کتاب لکھی اور اُسکا نام مجاز رکھا ۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی کتابیں دستیاب نہیں ہوتیں ہمارے زمانہ کے عالم اُن کتابوں سے ناواقف محض ہیں ۔ اور جب کوئی شخص جسکو خدا نے بصیرت دی ہے قرآن مجید پر غور کرکے اور تمام حالات کو پیش نظر رکھہ کے اس قسم کے الفاظ کی نسبت کچھہ لکھتا ہے تو اُنکو ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے اور چونک اوٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہہ تو نص کے برخلاف ہے حالانکہ جسکو وہ نص سمجھتے ہیں درحقیقت وہی نص کے برخلاف ہے ۔

وعزمت مذ ذلك اليوم ان اصنع كتابا فى القران لمثل هذا واشباهه ولما يحتاج اليه من علمه فلما رجعت الى البصرة عملت كتابى الذى سميته المجاز ۔ مرآة الجنان يافعى صفحه ۱۵۷ ۔

سحر جسطرح کہ لوگ اُس پر یقین کرتے ہیں اور عرف عام میں جسطرح پر وہ سمجھا جاتا ہے اُسکی کچھہ اصلیت نہیں ہے اور نہ قرآن مجید سے اُسکی تصدیق پائی جاتی ہے ۔ ہاں تمام انسانوں میں خواہ وہ انبیاء ہوں یا اولیا یا عوام الناس اور کسی مذہب کے ہوں حتی کہ حیوانوں میں بھی ایک قسم کی قوت مقناطیسی موجود ہے جو خود اُسپر اور نیز دوسروں پر ایک قسم کا اثر پیدا کرتی ہے ۔ یہ قوت بمقتضاے خلقت بعضوں میں ضعیف اور بعضوں میں

حقیق علی ان لا اقول علی اللہ الا الحق

قوی اور بعضوں میں اقویٰ ہوتی ہے۔ اور جسطرح اور قوائے انسانی ورزش سے قوت پکڑتے ہیں جیسے کہ پنجہ کشی کی ورزش سے پنجہ میں۔ کلائی کی ورزش سے کلائی میں زیادہ قوت آجاتی ہے اسی طرح اس قوت دماغی میں بھی خاص قسم کی ورزش سے قوت زیادہ ہوجاتی ہے۔

انسان جو خواب میں عجیب عجیب چیزیں دیکھتا ہے اور عجیب واقعات و حالات اُسپر گذرتے ہیں جنکو وہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت وہ تمام چیزیں موجود ہیں اور فی الواقع وہ حالات اُسپر گذر رہے ہیں اُسی قوت کے اثروں میں سے ہے حالانکہ وہ چیزیں درحقیقت نہ موجود ہوتی ہیں اور نہ فی الواقع وہ حالات اُسپر گذرتے ہیں۔

یہ کیفیت جسطرح کہ خواب طبعی میں ہوتی ہے کبھی حالت بیداری میں بھی پیدا ہوجاتی ہے آدمی سمجھتا ہے کہ میں جاگتا ہوں اور درحقیقت وہ جاگتا بھی ہوتا ہے مگر اُس پر ایک قسم کی خواب طاری ہوجاتی ہے جو خواب مقناطیسی سے تعبیر کی جاسکتی ہے اور اس حالت میں انسان ایسی چیزوں کو موجود دیکھتا ہے جو فی الحقیقت موجود نہیں ہیں اور ایسے واقعات اپنے پر گذرتے ہوئے یقین کرتا ہے جو درحقیقت اُس پر نہیں گذرتے۔

یہ قوت مقناطیسی جس میں قوی ہوتی ہے وہ دوسرے شخص پر بھی ڈال سکتا ہے اور اُس دوسرے شخص پر بحالت بیداری ایک قسم کی خواب مقناطیسی طاری ہوجاتی ہے۔ کبھی وہ دوسرا شخص جاگتا رہتا ہے اور خواب مقناطیسی اُسپر طاری رہتی ہے اور کبھی وہ اُسی خواب مقناطیسی میں بیہوش ہوجاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوتا ہے۔

اس قوت مقناطیسی سے کیا کیا چیزیں ظہور میں آتی ہیں بحث طلب ہیں جو لوگ اُس فن کے عامل ہیں وہ اس قوت سے بہت سے عجائب و غرائب چیزوں کے ظہور کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جب تک وہ تجربہ اور مشاہدہ میں نہ آویں اُسوقت تک اُن کے صحیح و غیر صحیح ہونیکا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں صرف اُن باتوں کے وجود سے یا اُنکے ظہور پذیر ہونے سے انکار کیا جاسکتا ہے جو معلومہ قوانین قدرت کے برخلاف ہیں۔ باایں ہمہ جو امور کہ اُس سے ظہور میں آویں وہ صرف خیالی اور ذہنی ہوتے ہیں جیسے خواب کی چیزیں نہ

میرے پر فرض ہے کہ میں اللہ کی نسبت کوئی بات نہ کہوں بجز سچ کے۔

اصلی اور واقعی۔

یہہ قوت بعض آدمیوں میں خلقی نہایت قوی ہوتی ہے اور جو لوگ مجاہدات کرتے ہیں اور لطایف نفسانی کو متحرک کرتے ہیں خواہ وہ اُن مجاہدات میں خدا کا نام لیا کریں یا اور کسیکا اُن میں بھی یہ قوت نہایت قوی ہو جاتی ہے اور اُس کے اثر ظاہر ہونے لگتے ہیں اُن اثروں کو جبکہ مسلمانوں سے ظاہر ہوتے ہیں مسلمان کرامت سے تعبیر کرتے ہیں اور جبکہ غیر مذہب والے سے ظاہر ہوتی ہیں اسکو استدراج سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ دونوں کی اصلیت واحد ہے۔ بہر حال جو کچھ کہ اُس سے ظاہر ہوا اُسکا کوئی وجود اصلی و حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف وجود وہمی و خیالی ہے۔

اسی قسم کی تاثیرات نفسانی کے ظہور کو جبکہ اُنکا برانگیختہ کرنا ایسے مجاہدات سے کیا گیا ہے جو خدا کے سوا اور اشیاء یا اشخاص کے تصور و تذکر سے تعلق رکھتے ہیں سحر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اگرچہ صاحب تفسیر کبیر نے بھی سحر کی نسبت بہت لمبی بحث لکھی ہے مگر ابن خلدون نے اس بحث کو نہایت خوبی سے صاف صاف مختصر طور پر لکھا ہے جسکو ہم بجنسہ اس مقام پر نقل کرتے ہیں چنانچہ اُنہوں نے لکھا ہے کہ سحر کی حقیقت یہ ہے کہ نفوس انسانی اگرچہ نوعیت کے لحاظ سے متحد ہیں مگر خاصیتوں کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ اور وہ چند قسم کے ہیں۔ ہر ایک قسم ایک نوع خاص کی خاصیت کے ساتھ مخصوص ہے کہ جو دوسری قسم میں نہیں پائی جاتی اور یہہ خاصیتیں اُنکی جبلت اور سرشت ہیں۔ پس انبیاء علیہم السلام کے نفوس کو ایک خاص مناسبت ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ خدا کی معرفت اور فرشتوں سے (جو خدا کی طرف سے آتے ہیں) بات چیت کے۔ اور اس قسم کے اور کام کی یعنی موجودات میں تاثیر کی۔ اور ستاروں کی روحانیت کی تسخیر کے اُنمیں تصرف کرنیکی غرض سے قابل ہوتے ہیں۔ اور تاثیر قوۃ نفسانیہ سے ہوتی ہے یا شیطانیہ سے۔ لیکن انبیاء کی تاثیر تو

حقیقۃ السحر۔ و ذالک ان النفوس البشریۃ وانکانت واحدۃ بالنوع فھی مختلفۃ بالخواص وھی اصناف کل صنف مختص بخاصیۃ واحدۃ بالنوع لا توجد فی الصنف الاخر وصارت تلک الخواص فطرۃ وجبلۃ لصنفھا فنفوس الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام لھا خاصیۃ تستعد بھا للمعرفۃ الربانیۃ ومخاطبۃ الملائکۃ علیھم السلام عن اللہ سبحانہ وتعالی کما مر وما یتبع ذالک من التاثیر فی الاکوان واستجلاب روحانیۃ الکواکب للتصرف فیھا والتاثیر بقوۃ نفسانیۃ او شیطانیۃ فاما تاثیر الانبیاء فمدد الٰھی خاصیۃ

قَدْ جِئْتُكُم بِبَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۱۰۳﴾

ربانية ونفوس الكهنة لها خاصية
الاطلاع على المغيبات بقوى شيطانية و
هكذا كل صنف مختص بخاصية لا توجد
في الآخر والنفوس الساحرة على مراتب ثلاثة
يأتي شرحها فأولها المؤثرة بالهمة فقط
من غير آلة ولا معين وهذا هو الذي
تسميه الفلاسفة السحر والثاني بمعين من
مزاج الافلاك او العناصر او خواص الاعداد
ويسمونها الطلسمات وهي اضعف
رتبة من الاول والثالث تاثير في القوى
المتخيلة يعمد صاحب هذا التاثير الى
القوى المتخيلة فيتصرف فيها بنوع من
التصرف ويلقي فيها انواعا من الخيالات
والمحاكات وصورا مما يقصد من ذلك
ثم ينزلها الى الحس من الرائين بقوة نفسه
الموثرة فيه فينظر الراؤن كانها في
الخارج وليس هناك شئ من ذلك كما
يحكى عن بعضهم انه يرى البساتين و
الانهار والقصور وليس هناك شئ من
ذلك ويسمى هذا عند الفلاسفة
الشعوذة او الشعبذة هذا تفصيل مراتبه
ثم هذه الخاصية تكون في الساحر بالقوة
شان القوى البشرية كلها وانما تخرج
الى الفعل بالرياضة (مقدمه ابن
خلدون صفحه ۴۱۵)

امداد الٰہی اور خاصیت ربانی ہے اور جادوگروں کی نفوس ہیں
کو غائب چیزوں پر اطلاع حاصل کرنے کی خاصیت قوائے
شیطانیہ کے ذریعہ سے ہے۔ اور اسی طرح ہر ایک قسم ایک
خاصیت کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ دوسری میں
نہیں پائی جاتی اور جادوگروں کے نفوس کی مختلف
درجے ہیں جنکی تفصیل آتی ہے۔ قسم اول تو صرف ہمت
کے ذریعے سے بغیر کسی آلہ اور مددگار کے تاثیر کرنے والی
ہیں اور فلاسفہ اسی کو سحر کہتے ہیں۔ دوسری قسم بذریعہ
کسی معین کی تاثیر کے ہو یعنی افلاک یا عناصر کے مزاج یا
عددوں کی خاصیتوں سے۔ اور اسکو طلسمات کہتے ہیں۔
اور یہہ قسم اول سے رتبہ میں کم ہے تیسری قسم خیالی قوتوں میں تاثیر
کرنا ہے۔ اس تاثیر والا آدمی قوائے متخیلہ کی طرف توجہ کرتا ہے
پس انمیں ایک خاص قسم کا تصرف کرتا ہے۔ اور انمیں طرح طرح
کے خیالات اور گفتگو اور صورتیں جو کچھ اسکو مقصود ہوتی
ہیں ڈالتا ہے پھر انکو دیکھنے والوں کے حس پر ڈالتا ہے
اپنے نفس موثرہ کی قوت کے ذریعہ سے سو دیکھنے والے
ایسا دیکھتے ہیں کہ گویا وہ خارج میں موجود ہیں۔ اور حالانکہ
وہاں کچھ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ باغ۔ نہریں۔ مکانات دیکھتے ہیں
اور وہاں کچھ نہیں ہوتا فلاسفہ کے نزدیک یہی شعوذۃ یا شعبدہ ہے۔ یہہ اُس کے مراتب کی تفصیل ہے۔ یہہ
خاصیت ساحریں اور قوائے بشریہ کیطرح بالقوہ موجود ہوتی ہے مگر ریاضت کرنے سے بالفعل
موجود ہو جاتی ہے۔

بیشک میں آیا ہوں تمہارے پاس دلیل لیکر تمہارے پروردگار کیطرف سے پس بھیجدے میرے ساتھہ بنی اسرائیل کو

ابن خلدون نے جو سحر کے تین درجے قرار دئے ہیں حقیقت میں وہ تینوں شے واحد ہیں پہلا درجہ صرف ہمت کی تاثیر قرار دیا ہے اور تیسرا درجہ متخیلہ میں چیزوں کا جمع کرکے دوسرے کے متخیلہ میں اُسکا القا کرنا قرار دیا ہے۔ یہ قسم درحقیقت صرف ہمت ہی سے متعلق ہے کوئی شے اُس سے علاحدہ نہیں ہے دوسرا درجہ امداد کا مزاج افلاک و عناصر اور خواص اعداد سے قرار دیا ہے حالانکہ اس بات کے لئے کہ افلاک و کواکب و اعداد سے درحقیقت اُس میں کچھہ اعانت ہوتی ہے کچھہ ثبوت نہیں ہے پس یہ دوسری قسم محض فرضی ہے اور تینوں قسمیں قسم واحد ہیں۔ یعنی صرف ہمت سے تاثیرات کا ظہور۔

اسی قوت نفسی کے آثار جب انبیار علیہم السلام سے ظاہر ہوتے ہیں تو اُسکو معجزہ سے تعبیر کیا جاتا ہے

والفرق عندهم بين المعجزة والسحر ان المعجزة قوة الهية تبعث في النفس ذلك التاثير فهو مؤيد بروح الله على فعله ذلك والساحر انما يفعل ذلك من عند نفسه وبقوته النفسانية وبامداد الشياطين في بعض الاحوال فبينهما الفرق في المعقولية والحقيقة والذات في نفس الامر وانما نستدل نحن على التفرقة بالعلامات الظاهرة وهي وجود المعجزة لصاحب الخير وفي مقاصد الخير وللنفوس المتمحضة للخير والتحدي بها على دعوى النبوة والسحر انما يوجد لصاحب الشر وفي افعال الشر في الغالب من التفريق بين الزوجين وضرر الاعداء و امثال ذلك وللنفوس المتمحضة للشر هذا هو الفرق بينهما عند الحكماء الالهيين وقد يوجد لبعض المتصوفة واصحاب الكرامات تاثير ايضا في احوال العالم وليس معدودا من جنس السحر

ابن خلدون نے معجزہ اور سحر میں یہہ فرق بتلایا ہے کہ۔ اُنکے نزدیک (یعنی حکمار الہیین کے نزدیک) معجزہ و سحر میں یہہ فرق ہے کہ معجزہ ایک قوت الہی ہے جو نفس میں اس تاثیر کو برانگیختہ کرتی ہے۔ پس وہ شخص (صاحب معجزہ) اس کام کے کرنے میں خدا کی روح سے تائید یافتہ ہوتا ہے۔ اور ساحر اُسی کام کو اپنی طرف سے اور قوت نفسانیہ کے ذریعہ سے اور بعض حالتوں میں شیاطین کی مدد سے کرتا ہے۔ پس اُن دونوں میں معقولیت حقیقت۔ ذات۔ کی رو سے ایک واقعی فرق ہے اور ہم اس تفرقہ پر ظاہری علامتوں سے استدلال کرتے ہیں اور وہ یہ کہ معجزہ اچھے شخص سے اچھے مقصدوں کے لئے ہوتا ہے اور نفوس متمحضہ سے اچھے کام کیلئے اور دعوی نبوت پر تحدی کیلئے ہوتا ہے۔ اور سحر بُرے آدمی سے بُرے کام کیلئے اکثر مرد و عورت میں جدائی ڈالنے کیلئے دشمنوں کو ضرر پہونچانیکے لئے اور اسی قسم کے کاموں کے لئے ہوتا ہے۔ اور نفوس متمحضہ سے شر کے لئے ہوتا ہے

قَالَ اِنۡ كُنۡتَ جِئۡتَ بِاٰيَةٍ فَاۡتِ بِهَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ (۱۰۳)

وانما هو بالامداد الالهي لان طريقهم ونحلتهم من آثار النبوة وتوابعها ولهم في المدد الالهي حظ على قدر حالهم و ايمانهم وتمسكهم بكلمة الله واذا اقتدر احد منهم على افعال الشر فلا ياتيها لانه متقيد فيما ياتيه ويذره للامر الالهي فما لا يقع لهم فيه الاذن لا ياتونه بوجه ومن اتاه منهم فقد عدل عن طريق الحق و ربما سلب حاله ولما كانت المعجزة بامداد روح الله والقوى الالهية فلذلك لا يعارضها شيء من السحر - مقدمه ابن خلدون صفحہ ۴۱۹

واما الفرق عندهم بين المعجزة و السحر فالذي ذكره المتكلمون انه راجع الى التحدي وهو دعوى وقوعها على وفق ما ادعاه قالوا والساحر مصروف عن مثل هذا التحدي فلا يقع منه ووقوع المعجزة على وفق دعوى الكاذب غير مقدور لان دلالة المعجزة على الصدق عقلية لان صفة نفسها التصديق فلو وقعت مع الكذب لاستحال الصادق كاذبا وهو محال فاذا لا تقع المعجزة مع الكاذب بالاخلاق واما الحكماء فالفرق بينهما عندهم كما ذكرناه فرق بين الخير والشر في نهاية الطرفين فالساحر لا يصدر منه الخير ولا يستعمل في اسباب الخير وصاحب المعجزة لا يصدر منه الشر ولا يستعمل في اسباب الشر وكانهما على طرفي النقيض

حکماے الہیین کے نزدیک تو معجزہ وسحر میں یہ فرق ہے - اور کبھی بعض صوفیون سے اور کرامت والون سے عالم کے حالات میں تاثیر پائی جاتی ہے مگر اُس کا شمار سحر کی جنس میں نہیں ہے - بلکہ وہ تائید الٰہی سے ہوتا ہے کیونکہ انکا طور و طریق نبوت کے آثارات اور توابع میں سے ہے - اور تائید الٰہی میں - علی قدر مراتب اور خدا سے تقرب کے لحاظ سے انکو بھی حصہ ملا ہوا ہے اور جب اُن میں کا کوئی شخص افعال شر پر قادر ہوتا ہے تو اُس کو کر نہیں سکتا ہے کیونکہ وہ اپنی کام میں پابند ہے اور اُسکو خدا کے حکم پر چھوڑ رکھا ہے اور جس میں خدا کا حکم نہیں ہوتا ہے اُسکو وہ کسی طرح نہیں کرتا - اور اگر کسی نے کیا تو وہ راہ حق سے منحرف ہوگیا اور اکثر اُسکی کرامت مسلوب ہوجاتی ہے - اور چونکہ معجزہ خدا کی مدد اور خدائی قوتوں کی وجہ سے ہوتا ہے تو سحر اُسکا مقابلہ نہیں کرسکتا لیکن اُن لوگوں کے نزدیک معجزہ وسحر میں فرق یہ ہے کہ متکلمین تو کہتے ہیں کہ اُسکا مرجع تحدی کی طرف ہے اور تحدی کے معنی ہیں معجزہ کے وقوع کا دعویٰ کرنا اپنے دعوی کے موافق - اور متکلمین کہتے ہیں کہ ساحر اس قسم کی تحدی سے معذور ہے - اس لئے اُس سے تحدی ہو نہیں سکتی - اور جھوٹے شخص کے دعوی کے موافق معجزہ کا واقع ہونا ناممکن ہے کیونکہ معجزہ کی دلالت سچائی پر عقلی ہے اسلئے کہ معجزہ تصدیق کی خاص صفت ہے تو وہ اگر جھوٹ کے ساتھ واقع ہو تو سچی خبر جھوٹی ہوجایا کرے

(فرعون نے) کہا کہ اگر تو کوئی نشانی لایا ہے تو اُسکو لا اگر تو سچوں میں سے ہے (۱۰۳)

فی اصل فطرتھما۔ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۴۳۰۔

پس معجزہ مطلقا جھوٹے سے نہیں سرزد ہو سکتا۔ لیکن حکما کے نزدیک تو جیسا ہم نے ذکر کیا معجزہ و سحر میں خیر و شر کا فرق ہے اور وہ بھی انتہا کے کناروں کا۔ تو ساحر سے اچھا کام نہیں ہوتا اور نہ وہ اُس کو اچھے کام کے اسباب میں صرف کرتا ہے اور صاحب معجزہ سے شر نہیں صادر ہوتا نہ وہ اُسکو اسباب شر میں استعمال کر سکتا ہے۔ گویا وہ دونوں خلقت ہی سے مخالفت کی اخیر سرحد پر ہیں۔

بوعلی سینا نے معجزہ یا کرامت کی نسبت یہ لکھا ہے کہ تم اس بات کو بعید نہ سمجھو کہ بعض نفسوں کو ایسا ملکہ ہو جس سے اُسکی تاثیر اُسکے بدن تک پہونچے یا وہ اپنی قوت کی وجہ سے گویا کہ عالم کے لئے بمنزلہ نفس کے ہو۔ اور جیسا کہ وہ کیفیت مزاجیہ کی وجہ سے اثر کرتی ہے تو وہ کسی مبدء کی وجہ سے وہ سب اثر کرے جنکو ہمنے گنایا ہے کیونکہ اُسکے مبادی بھی کیفیتیں ہیں خصوصاً اُس جرم میں جسکے ساتھ وہ زیادہ مناسب ہو بوجہ اُس مناسبت کی جو کہ اُسکو اپنے بدن کے ساتھ ہے۔ بالخصوص جب تم یہہ بات معلوم کر چکے ہو کہ ہر مسخن گرم نہیں ہے نہ ہر سرد سرد ہے۔ اور اس بات کا انکار نہ کرو کہ بعض نفسوں کو یہہ قوت اسدرجہ تک ہو کہ دوسرے اجسام میں اثر کرے اور وہ ایسا ہی منفعل ہو جیسا کہ اُس نفس کا بدن۔ اور اس بات کا انکار نہ کرو کہ وہ اپنی خاص قوت سے تجاوز کر کے دوسرے نفسوں پر اثر کرے خصوصاً جبکہ اُس نے اپنے ملکہ کو قوای بدنیہ کے زیر کرلینے سے تیز کر لیا ہو۔ پس وہ دبا لیتا ہے شہوت کو یا غصہ کو یا دوسرے خوف کو یہ قوت اکثر نفس کو اصلی سرشت کے اعتبار سے ہوتی ہے جو کہ اُسکو ہئیت نفسانیہ سے پہونچتی ہے اور نفس شخصیہ کیلئے بذاتہا ہوتی ہے اور کبھی کسی مزاج کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور کبھی کسی

لا تستبعدن ان یکون لبعض النفوس ملکة یتعدی تاثیرھا بدنھا و یکون لقوتھا کانھا نفس ما للعالم و کما تاثر بکیفیة مزاجیة یکون قد اثرت لمبدأ جمیع ما عددته اذ مبادیھا ھذہ الکیفیات لاسیما فی جرم صار اولی به لمناسبة تخصه مع بدنه لاسیما و قد علمت انه لیس کل مسخن بحار و لا کل مبرد ببارد و لا تستنکرن ان یکون لبعض النفوس ھذہ القوة حتی تفعل فی اجرام اخر ینفعل عنھا انفعال بدنه و لا تستنکرن ان یتعدی من قواھا الخاصة الی قوی نفوس اخری یفعل فیھا لاسیما اذا کانت شحذت ملکتھا بقھر قواھا البدنیة التی لھا فتقھر شھوة او غضبا او خوفا من غیرھا ھذہ القوة ربما کانت للنفس بحسب المزاج الاصلی لما یفیدہ من ھیئة نفسانیة تصیر للنفس الشخصیة لتشخصھا و قد تحصل لمزاج یحصل و قد تحصل بضرب من الکسب یجعل النفس کالمجردة

فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ﴿۱۰۴﴾

لشدۃ الذکاء کما یحصل للاولیاء و الابرار والذی یقع لہ ھذا فی جبلۃ النفس ثم یکون خیرا رشیدا مزکیا لنفسہ فھو ذو معجزۃ من الانبیاء او کرامۃ من الاولیاء و تزیدہ تزکیۃ لنفسہ من ھذا المعنی زیادۃ علی مقتضی جبلۃ فیبلغ المبلغ الاقصی و الذی یقع لہ ھذا ثم یکون شریرا و یستعملہ فی الشر فھو الساحر الخبیث وقد یکسر قدر نفسہ من غلوائہ فی ھذا المعنی فلا یلحق شیئا من الازکیاء فیہ۔ اشارات بوعلی سیناء۔

قسم کی کوشش کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ نفس کو نہایت تیزی کی وجہ سے معجزہ سا بنا دیتی ہے جیسا کہ اولیاء اور نیک لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اور جس شخص کی سرشت میں یہ قوت ہو پھر وہ شخص نیک ہدایت یافتہ ہو اور اُسکا نفس پاک ہو تو وہ نبی اور صاحب معجزہ ہوتا ہے یا ولی صاحب کرامت ہوتا ہو اور جب وہ نفس کا تزکیہ کرتا ہے تو اصل خلقت سے اور زیادہ ترقی کر جاتا ہے اور نہایت اونچے درجے تک پہونچ جاتا ہے۔ اور جسکو یہ قوت ہے اور وہ شریر ہے اور اس قوت کو بُرے کام میں صرف کرتا ہے تو وہ خبیث ساحر ہے اور کبھی وہ اس کام میں زیادہ غلو کرنے کی وجہ سے اپنے نفس کی قدر کو اور بھی گھٹا دیتا ہے تو وہ اچھوں کی کسی بات کو نہیں پہونچتا۔

ہمکو اس مقام پر اس بات پر بحث کرنی کہ معجزہ و سحر میں کیا فرق ہے اور انبیا علیہم السلام سے جو اثر نفسی ظاہر ہوتے ہیں وہ کس مبدء سے ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ سے کسکی تائید سے اور کفار مشرکین یا خبیث انسانوں سے کس کی مدد سے کچھ ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اور جس سے ہوتا ہے وہ خود اُس کے اثر نفسی سے ہوتا ہے جو حسب فطرت انسانی خدا نے انھیں اور کسی نہ کسی قدر تمام انسانوں میں رکھا ہے۔ پس اگر یہ سچ ہے تو ہم اسکو نہ معجزہ قرار دے سکتے ہیں نہ سحر نہ کرامت اور نہ استدراج۔ جیسے کہ ہم انسان کے دوسرے قوی کے اثروں کو بھی معجزہ یا سحر یا کرامت یا استدراج قرار نہیں دیتے۔

علاوہ اسکے جبکہ یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ اکثر اُن اثروں کا ظہور ایسا ہی خیالی و وہمی ہے جیسے کہ خواب میں اُن چیزوں کا ظہور جنکو دیکھنے والا صرف خواب ہی میں دیکھتا ہے اور اُنکا وجود در حقیقت اور فی الواقع کچھ نہیں ہوتا تو ہمکو جرأت نہیں پڑتی کہ ایسی بے اصل چیزوں کو فخریہ طور پر انبیاء علیہم السلام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامتیں اور بے اعتقادی سے کافروں کا سحر اور استدراج قرار دیں۔

پھر ڈال دیا موسیٰ نے اپنے عصا کو پھر وہ یکایک اژدہا ظاہر ہوا (۱۰۴)

ہم کو اور اسلام کو تو فخر اس بات پر ہے کہ ہمارے رسول برحق پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلعم نے صاف صاف کہدیا کہ میرے پاس تو کوئی معجزہ وعجزہ نہیں ہے اگر ہوگا تو خدا کے پاس ہوگا میں تو مثل تمہارے ایک آدمی ہوں خدا نے مجھکو وحی کی ہے میں تمکو بری باتوں سے ڈراتا ہوں اور اچھی باتوں کی خوشخبری دیتا ہوں۔

ہمکو اور اسلام کو تو اُس سچے ہادی پر فخر ہے جس نے نہ لکڑی کو سانپ کر دکھایا اور نہ اپنے دست مبارک کو چمکایا نہ سچی بات پر کچھ پردہ ڈالا نہ خدا کی قدرت کے قانون کو توڑنیکا دعویٰ کیا اور سیدھی طرح لوگوں کو سچا رستہ بتایا اور فخر اولین اور آخرین اور خاتم النبیین ہونیکا درجہ پایا۔ فیا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

سوم - بیان تخیل تحرک حبل وعصاے سحرہ فرعون

چہارم - بیان عصاے موسیٰ علیہ السلام

پنجم - بیان ید بیضاء

یہ تینوں امر ایسے ہیں جنکا ایک شامل بیان کرنا مناسب ہے۔ اس مقام پر ہم اُن تمام آیتوں سے بحث کرینگے جن میں ان امور سہ گانہ کا ذکر ہے۔

ثعبان

اسمیں کچھ شبہہ نہیں ہوسکتا کہ مصر میں جسقدر اُن لوگوں کی کثرت تھی جو ساحر کہلاتے تھے اور جو جو کرشمے وہ لوگ ان کو دکھاتے تھے اُس سے حضرت موسیٰ بخوبی واقف تھے جب حضرت موسیٰ اپنی قوم کی ہمدردی اور اپنی قوم کو فرعون کے ظلم سے رہائی دینے پر مائل یا مامور ہوے تو یہہ ایک قدرتی بات ہے کہ انکو اس بات کا خیال ہوا ہوگا کہ وہاں تو بڑے بڑے کرشمے دکھانے والے ہیں میں اُنپر کیونکر غالب آؤنگا۔ اونکو خدا نے بتایا کہ تو بھی ویسے ہی

> وما تلك بيمينك ياموسى قال هي عصاي اتوكؤ عليها واهش بها على غنمي ولي فيها مارب اخرى قال القها ياموسى فالقاها فاذا هي حية تسعى - قال خذها ولا تخف سنعيدها سيرتها الاولى - واضمم يدك الى جناحك تخرج بيضاء من غير سوء اية اخرى - ۲۰ سورہ طہ ایت ۱۸ - ۲۳ -

کام کرسکتا ہے۔ خدا نے پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے موسیٰ نے کہا میری لاٹھی ہے جسکو ٹیک لیتا ہوں اور اُس سے بھیڑوں کو ہنکاتا ہوں اور میرے اور کام میں بھی آتی ہے۔ خدا نے کہا اے موسیٰ اُسکو ڈال تو دے پھر جب موسیٰ نے اُس لاٹھی کو ڈال دیا تو وہ یکایک اژدہا تھی چلتی ہوئی۔ خدا نے کہا اسکو اُٹھا لے اور مت ڈر ہم اُسکو پہلی ہی سیرت پر پھیر کر دینگے

وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ﴿۱۰۵﴾

اور اپنے ہاتھہ کو بغل میں رکھہ کر نکال چٹا بے عیب یہ دوسری نشانی ہے۔

یہی مضمون سورہ نمل میں بھی آیا ہے خدا نے موسیٰ سے کہا کہ اپنی لاٹھی ڈالدے جب موسیٰ نے دیکھا کہ وہ تو ہلتی ہے گویا وہ اژدہا ہے تو پیٹھہ پھیر کر پیچھے ہٹے اور پھر پلٹ کر رخ نہ کیا خدا نے کہا اے موسیٰ مت ڈر میرے پاس پیغمبر نہیں ڈرا کرتے۔ اور اپنے ہاتھہ کو اپنی جیب میں ڈالکر نکال چٹا بے عیب۔ (جا) تو نشانیاں لیکر فرعون اور اُسکی قوم کے پاس بیشک وہ ایک قوم ہے نافرمان۔

والق عصاك فلما راها تهتز كانها جان ولى مدبرا ولم يعقب ياموسىٰ لاتخف انى لايخاف لدى المرسلون۔ وادخل يدك فى جيبك تخرج بيضاء من غير سوء فى تسع ايات الى فرعون وقومه انهم كانوا قوما فاسقين ۔ ۲۷۔ سورہ نمل۔ ۱۰۔ ۱۲۔

وان الق عصاك فلما راها تهتز كانها جان ولى مدبرا ولم يعقب ياموسى اقبل ولا تخف انك من الامنين اسلك يدك فى جيبك تخرج بيضاء من غير سوء واضمم اليك جناحك من الرهب فذانك برهانان من ربك الى فرعون وملائه انهم كانوا قوما فاسقين ۔ ۲۸ سورہ قصص۔ ۳۱۔ ۳۲

سورہ قصص میں یہہ فرمایا ہے کہ اپنی لاٹھی ڈال پھر جب موسیٰ نے دیکھا کہ وہ ہلتی ہے گویا کہ وہ اژدہا ہے پیٹھہ پھیر کر پیچھے ہٹے اور پھر پلٹ کر رخ نہ کیا خدا نے کہا اے موسیٰ آگے آ اور مت ڈر بیشک تو ہی امن والوں میں سے اپنے ہاتھہ کو اپنی جیب میں ڈال کر چٹا بے عیب نکال اور اپنے دونوں بازوؤں کو خوف سے ملا لیں یہ دونوں دو برہان ہیں تیرے رب کی طرف فرعون کے اور اس کے سرداروں کے بیشک وہ لوگ نافرمان تھے۔

ان آیتوں پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ کیفیت جو حضرت موسیٰ پر طاری ہوئی اُسی قوت نفس انسانی کا ظہور تہا جسکا اثر خود اُنپر ہوا تھا۔ یہہ کوئی معجزہ مافوق الفطرت نہ تھا اور نہ اُس پہاڑ کی تلی میں جہاں یہ امر واقع ہوا کسی معجزہ کے دکھانیکا موقع تہا۔ اور نہ یہ تصور ہوسکتا ہے کہ وہ پہاڑ کی تلی کوئی مکتب تہا جہاں پیغمبروں کو معجزے سکہائے جاتے ہوں اور معجزوں کی مشق کرائی جاتی ہو۔ حضرت موسیٰ میں ازروے فطرت وجبلت کے وہ قوت نہایت قوی تہی جس سے اس قسم کے اثر ظاہر ہوتے ہیں اُنہوں نے اس خیال سے کہ وہ لکڑی سانپ ہے اپنی لاٹھی پھینکی اور وہ انکو سانپ یا اژدہا دکہائی دی یہ خود انکا تصرف اپنے خیال میں تہا وہ لکڑی لکڑی ہی تہی اُس میں فی الواقع کچھہ تبدیلی نہیں ہوئی تہی۔ خدا تعالےٰ نے کسی جگہہ یہہ نہیں فرمایا کہ فانقلبت العصا ثعبانا یعنی وہ لاٹھی بدلکر اژدہا ہوگئی بلکہ سورہ نمل میں فرمایا۔

اور نکالا اپنا ہاتھہ پھر یکایک وہ چٹا تھا دیکھنے والون کے لئے (۱۰۵)

کانہا جان - یعنی گویا وہ اژدہا ہے - اس سے ظاہر ہے کہ درحقیقت وہ اژدہا نہین ہوئی تھی بلکہ وہ لاٹھی کی لاٹھی ہی تھی -

اسکے بعد جب حضرت موسیٰ فرعون کے پاس گئے تو فرعون نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی کرشمہ دکہاؤ حضرت موسیٰ نے اپنی لاٹھی کو اُسکے آگے ڈال دیا پہر وہ یکایک اژدہا ظاہر ہوئی -

فالقی عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین
۷ - سورہ اعراف - ۴ - ۱۰۶ -
سورہ شعرا - ۳۱ -

صاحب تفسیر کبیر نے باوجودیکہ نہایت بے سروپا قصے ان واقعات کی نسبت لکھے ہیں مگر اُنکے ساتھہ ہی یہ بھی لکھہ دیا ہے کہ وہ لاٹھی دیکھنے والون کو اژدہا معلوم ہوئی نہ یہہ کہ درحقیقت وہ اژدہا ہوگئی تھی چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ - خدا کا جو یہہ قول ہے کہ حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ اگر مین تجھکو علانیہ کوئی کرشمہ دکھاؤن جب بھی تو مجھے قید کریگا - تو یہہ کہنا اس بات پر دلیل ہے کہ لاٹھی کے ڈالنے سے پہلے خدا نے حضرت موسیٰ کو بتلادیا تھا کہ وہ اژدہا ہوجاویگی کیونکہ اگر یہہ نہوتا تو یہ بات حضرت موسیٰ نہ کہی وہ نہ کہتے - پہر جب حضرت موسیٰ نے لاٹھی پھینکی تو وہ چیز ظاہر ہوئی جسکا وعدہ اللہ نے کیا تھا پہر لاٹھی علانیہ اژدہا ہوگئی اور علانیہ اژدہا ہو جانے سے مراد یہہ ہے کہ وہ لاٹھی دیکھنے والون کو ہلنے سے اور اور تمام نشانیون سے اژدہا معلوم ہوئی -

اعلم ان قوله او لو جئتك بشيء مبين يدل على ان الله تعالى قبل ان القى العصا عرفه بانه يصيرها ثعبانًا ولولا ذلك لما قال ما قال فلما القى عصاه ظهر ما وعده الله به فصار ثعبانا مبينا والمراد انه تبين للناظرين انه ثعبان بحركاته وسائر العلامات -
(تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۵۲)

اسکے بعد وہ واقعہ ہے جو حضرت موسیٰ اور سحرہ فرعون میں واقع ہوا اور جسکا ذکر مندرجہ حاشیہ آیتون مین ہے اُن آیتون کا مضمون یہ ہے کہ جب فرعون کے ساحر جمع ہوگئے تو اُنہون نے کہا اے موسیٰ یا تو تم ڈالو نہیں تو ہم پہلے ڈالتے ہیں موسیٰ نے کہا کہ تم ہی ڈالو پہر جب اُنہون نے اپنی رسیان اور لاٹھیان ڈالین لوگون کی آنکھوں پر جادو کرڈالا

فلما جاء السحرة قال لهم موسى القوا ما انتم ملقون فلما القوا قال موسى ما جئتم به السحر ان الله سيبطله ان الله لا يصلح -

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيمٌ (۱۰۶)

عمل المفسدین- سورة یونس ایت (۸۰ و ۸۱)

قال لهم موسیٰ القوا ما انتم ملقون فالقوا حبالهم و عصیهم و قالوا بعزة فرعون انا لنحن الغالبون- فالقی موسی عصاه فاذا هی تلقف ما یافکون- سورة شعراء- ایت ۴۳ ۴۴

قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی و اما ان نکون نحن الملقین قال القوا فلما القوا سحروا اعین الناس و استرهبوهم و جاؤا بسحر عظیم و اوحینا الی موسیٰ ان الق عصاك فاذا هی تلقف ما یافکون- سورة اعراف ایت ۱۱۰-۱۱۴

قالوا یا موسی اما ان تلقی و اما ان نکون اول من القی قال بل القوا فاذا حبالهم و عصیهم یخیل الیه من سحرهم انها تسعی فاوجس فی نفسه خیفة موسیٰ قلنا لا تخف انك انت الاعلی و الق ما فی یمینك تلقف ما صنعوا انما صنعوا کید ساحر و لا یفلح الساحر حیث اتی سورة طه- ایت ۶۸-۷۲

اور انکو ڈرا دیا اور ایک بڑا جادو کیا اور فرعون کی جے پکاری کہ ہم بیشک موسیٰ پر غالب ہوے پس یکایک اُنکی رسیان اور لاٹھیان موسیٰ کے خیال میں اُنکے جادو کے سبب سے معلوم ہوئین کہ وہ چلتی ہیں- پہر موسیٰ کے دل میں ڈرسا پیدا ہوا- ہم نے کہا کہ تو مت ڈر تو ہی اُنپر غالب ہے- موسیٰ نے فرعون کے ساحرین سے کہا کہ جو کرشمہ تم نے کیا وہ جادو ہے اللہ تعالیٰ ابہی اُسکو مٹا دیگا بے شک اللہ مفسدون کے کام کو نہیں سنوارتا- خدا نے موسیٰ سے کہا کہ ڈالدے جو تیرے دائیں ہاتھہ میں ہے نگل جاویگا جو کچہہ اُنہوں نے کیا ہے جو کچہہ اُنہوں نے کیا ہے جادوگرونکا مکر ہے اور جادوگر کو جہان جاوے فلاح نہیں ہے پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالدی پہر یکایک وہ سب کو نگلنے لگی-

سورہ اعراف کی آیت میں جسپر باقی آیتین محمول ہیں (الا انها نفسه بعضها بعضا) ایک جملہ آیا ہے کہ سحروا اعین الناس یعنی لوگون پر ڈہٹ بندی کردی پس یہہ جملہ صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ درحقیقت وہ لاٹھیاں یا رسیاں سانپ اور اژدہے نہیں ہوگئی تہیں بلکہ بسبب تاثیر قوت نفس انسانی کے جو ساحروں نے کسب سے حاصل کی تہی وہ رسیاں اور لاٹھیاں لوگوں کو سانپ اور اژدہے معلوم ہوتی تہین حضرت موسیٰ نے جو کچہہ کیا وہ بہی بمقتضای قوت نفس انسانی تہا کوئی امر مافوق الفطرت نہ تہا مگر وہ قوت حضرت موسیٰ میں فطری اور جبلی تہی-

اس امر کو علماے متقدمین نے بہی تسلیم کیا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکہا ہی کہ خدا تعالیٰ نے جو یہہ فرمایا ہی کہ جب

ثم قال تعالیٰ فلما القوا سحروا اعین

سحرہ فرعون نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالدیں تو اُنہوں نے

کہا فرعون کی قوم کے سرداروں نے بیشک یہ شخص جادوگر ہے بہت بڑا جاننے والا (۱۰۶)

الناس واحتج به القائلون بان السحر محض التمويه قال القاضي لو كان السحر حقا لكانوا قد سحروا قلوبهم لا اعينهم فثبت ان المراد انهم تخيلوا احوالا عجيبة مع ان الامر في الحقيقة ما كان على وفق ما خيلوه - تفسير كبير جلد ۳ صفحہ ۶۸۲ - سورۃ الاعراف

لوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا تو جادو کے لفظ پر لوگوں نے دلیل پکڑی ہے کہ سحر صرف دھوکا ہے قاضی کا قول ہے کہ اگر جادو برحق ہوتا تو وہ لوگوں کے دلوں پر جادو کرتے نہ کہ انکی آنکھوں پر پس ثابت ہوا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اُنھوں نے لوگوں کے خیال میں عجیب باتیں ڈالی تھیں با اینہمہ حقیقت میں وہ باتیں ایسی نہ تھیں جیسی کہ لوگوں کے خیال میں پڑی تھیں - یعنی وہ لاٹھیاں اور رسیاں درحقیقت سانپ اور اژدہے نہیں بنی تھیں بلکہ صرف لوگوں کے خیال میں ایسی معلوم ہوتی تھیں اور یہ بات اُسی تاثیر قوت نفس انسانی کے سبب تھی جو ساحروں میں بذریعہ کسب اور موسیٰ میں بحسب فطرت تھی مگر حقیقت میں نہ ساحروں کی رسیاں اور لاٹھیاں سانپ اور اژدہا بنی تھیں اور نہ حضرت موسیٰ کی -

ید بیضا

جبکہ یہ بات تسلیم کی گئی کہ انسان میں ایک ایسی قوت ہے کہ انسان اُسکے ذریعہ سے قوی متخیلہ کی طرف توجہ کرتا ہے اور پھر اُس میں ایک خاص قسم کا تصرف کرتا ہے اور اُن میں طرح طرح کے خیالات اور گفتگو اور صورتیں جو کچھ اُسکو مقصود ہوتی ہیں ڈالتا ہے پھر اُنکو اپنے نفس موثرہ کی قوت سے دیکھنے والوں کی حس پر ڈالتا ہے - پھر دیکھنے والے ایسا ہی دیکھتے ہیں کہ گویا وہ خارج میں موجود ہے حالانکہ وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا - اور قرآن مجید کے الفاظ سے جو آیات مذکورہ بالا میں گذرے ہیں اور جن سے پایا جاتا ہے کہ لاٹھیاں اور رسیاں اسی قوت متخیلہ کے سبب سانپ یا اژدہے دکھائی دیتی تھیں تو ید بیضا کا مسئلہ از خود حل ہو جاتا ہے کیونکہ اُسکا بھی لوگوں کو اسطرح پر دکھا دینا اُسی قوت نفس انسانی اور تصرف قوت متخیلہ کا سبب تھا نہ یہ کہ وہ کوئی معجزہ ما فوق الفطرت تھا اور درحقیقت حضرت موسیٰ کے ہاتھ کی ماہیت بدل جاتی تھی - جہاں قرآن مجید میں ید بیضا کا ذکر آیا ہے وہاں

ونزع يده فاذا هي بيضاء للناظرين
سورۂ اعراف و سورہ شعراء - ۳۲ - ۱۰۵

یہ مضمون بھی موجود ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ یکایک چٹا تھا دیکھنے والوں کیلئے - اور یہ مضمون صاف اس بات پر

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

پر دلالت کرتا ہے کہ دیکھنے والون کی نگاہ میں وہ چٹا دکھائی دیتا تھا جو اثر قوت نفس انسانی کا تھا نہ کوئی معجزہ مافوق الفطرت۔

اس مقام پر یہہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر عصای موسیٰ کا اژدہا بنا اور ہاتہہ چٹا ہو جاتا اُسی قسم کی قوت نفسی سے لوگون کو دکھائی دیتا تھا جسطرح کہ قوت نفسی سے سحرہ فرعون کی رسیاں ولاٹھیاں سانپ دکھلائی دیتی تہیں اور کوئی معجزہ مافوق الفطرت نہ تھا تو خدا نے عصاء وید بیضا کی نسبت یہہ کیوں فرمایا کہ "فذانک برھانان من ربک" یعنی انکو خدا کی طرف سے برہان کیون تعبیر کیا ہے۔ مگر برہان کہنے کی وجہہ یہہ ہے کہ عصائے موسیٰ کا اژدہا مرئی ہونا یا ہاتہہ کا چٹا دکھائی دینا فرعون اور اوسکے سرداروں پر بطور حجت الزامی کے تھا وہ اس قسم کے امور کو دلیل اس بات کی سمجھتے تھے کہ جس شخص سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں وہ کامل ہوتا ہے اور اسی لئے اُنہون نے حضرت موسیٰ سے بہی کرشمہ دکھلانے کی خواہش کی تھی۔ پس اُن دونون چیزون پر بمقابلہ فرعون اور اُسکے سردارون کے برہان سے تعبیر کرنا بالکل صحیح تھا اور اسی سبب سے اُنہون نے کہا کہ اگر کوئی کرشمہ دکھلایا جاوے گا تو وہ موسیٰ کو سچا جانینگے۔ خود اسی آیت میں بمقابل فرعون اور اُسکے سردارون کے اُن دونون امر کو برہان قرار دینے کی وجہہ بیان ہوئی ہے کہ "انہم کانوا قوما فاسقین" فاسق کا لفظ نہایت وسیع معنی رکھتا ہے۔ فرعون اور اسکے سردارون کا ساحرون پر بسبب اُنکے کرشمون کا اعتقاد رکھنا بہی فسق میں داخل تھا۔ پس خدا نے فرمایا کہ یہہ دونون امر ایسی قوم کیلئے جو ساحروں کے کرشموں پر یقین رکھتی ہین خدا کی طرف سے برہان ہیں۔ پس برہاں کا لفظ اُن بیانات کے منافی نہیں ہے جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں۔

سورہ نمل میں خدا تعالیٰ نے عصا کے ذکر کے بعد فرمایا کہ "وادخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء فی تسع ایات الی فرعون وقومہ" لفظ تسع آیات پر مفسرین نے بحث کی ہے کہ نو نشانیون سے کیا مراد ہے۔

امام فخرالدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں عصا اور ید بیضا کے علاوہ یہہ نو نشانیان بیان کی ہیں۔

لقائل ان یقول کانت الایات احدی عشر ثنتان منها الید والعصا والتسع الفلق والطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم والطمسه والجدب	دریا کا پہٹ جانا۔ طوفان کا ہونا۔ ٹڈیوں کا آنا۔ پسوؤں کا۔ مینڈکوں کا پیدا ہونا۔ پانی کا خون ہو جانا۔ مال و دولت مویشی میں کمی کا ہونا قحط پڑنا۔ کہیتوں کی پیداوار کا گہٹ جانا۔

چاہتا ہی کہ نکال دی تمکو تمہارے ملک سی پھر کیا تم حکم دیتے ہو (۱۰۷)

فی بوادیھم والنقصان فی مزارعھم
تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ (۸۱)

اور اسی مقام پر یہہ بھی لکھا ہی کہ "فی تسع ایات" جملہ مستانفہ ہے یعنی علیحدہ کلام ہے اور اُسکی تقریر یون ہی کہ اذھب فی تسع ایات الی فرعون"
یعنی عصا اور ید بیضا کا ذکر علاحدہ ہو چکا اُسکے سوا نو نشانیان اور دین کہ وہ لیکر فرعون کے پاس جا-

مگر یہہ بیان صحیح نہین اسلئے کہ وہ تو چیزین جنکا ذکر کیا ہے بطور نشانی کے نہیں دی گئی تہین بلکہ فرعون اور اُسکی قوم پر بسبب نافرمانی کے بطور عذاب کے نازل ہوئی تہین جنکو قرآن مجید نے بہی "رجز" سے تعبیر کیا ہے پس اُن واقعات کو تسع آیات قرار دینا صحیح نہیں ہو سکتا-

سورہ بنی اسرائیل میں بہی تسع آیات کا ذکر ہے اور اُسکی نسبت مفسرین نے یہہ سمجھا ہے کہ اُس آیت میں تسع

ولقد اٰتینا موسیٰ تسع ایات بینات فسئل بنی اسرائیل اذ جاءھم فقال له فرعون انی لاظنك یا موسیٰ مسحورا قال لقد علمت ما انزل ھؤلاء الا رب السمٰوٰت والارض بصائر وانی لاظنك یافرعون مثبورا- (سورہ بنی اسرائیل ایت ۱۰۳)

آیات سے وہ نو احکام مراد ہیں جو حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو کہے تھے مفسرین کا ایسا خیال کرنا غالباً اِس آیت کے ان الفاظ کی بنا پر ہے "فسئل بنی اسرائیل اذ جاءھم" یعنی خدا نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے دریافت کر جب موسیٰ اُنکے پاس آئے تو وہ نو احکام کیا بتائے تھے- اس خیال پر ہمارے راویون نے ایک حدیث بہی بیان کر دی ہے اور مفسرین نے قبول کر لی اور کہا یہی قول سب سے اچہا ہے

فی تفسیر کبیر قوله تعالیٰ تسع ایات بینات اقوال اجودھا ما روی صفوان ابن عسال انه قال ان یھودیا قال لصاحبه اذھب بنا الی ھذا النبی نساله عن تسع ایات فذھبا الی النبی صلی الله علیه وسلم وسألاه عنھا فقال ھن ان لاتشرکوا بالله شیئا ولا تسرفوا- ولا تزنوا ولا تقتلوا- ولا تسحروا- ولا تاکلوا الربا- ولا تقذفوا المحصنة- ولا تولوا الفرار- یوم الزحف علیکم خاصة الیھود ان لاتعتدوا

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ تسع آیات کے بیان میں متعدد اقوال ہیں سب سے اچہا قول یہ ہی کہ جو صفوان ابن عسال نے کہا ہی کہ ایک یہودی نے اپنے دوست سے کہا کہ پیغمبر پاس چلو اُن سی پوچہیں کہ وہ نو احکام کیا تہی وہ آئے اور پوچہا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ یہ تہی- خدا کے ساتہہ کسی کو شریک مت کرو- چوری نہ کرو- زنا نہ کرو قتل مت کرو سحر مت کرو- سود نہ کہاؤ- عورتون پر زنا کا اتہام مت کرو- لڑائی میں بہاگو نہیں- اور بالتخصیص یہودیون کے لئے یہہ حکم ہے کہ سبت کے دن زیادتی مت کرو- یہہ سنکر

قَالُوٓا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ وَاَرۡسِلۡ فِی الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾ یَاۡتُوۡكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیۡمٍ ﴿۱۰۹﴾

فی نسبت فقام الیهودیان فقبلا یدیه ورجلیه وقالوا اشهد انك نبی ولولا نخاف القتل لاتبعناك (تفسیر کبیر جلد چهارم صفحه ۲۰۵)

وہ دو نون یہودی کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلعم کے ہاتھہ و پاؤن چومے اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ نبی ہیں اگر ہمکو ماری جانیکا ڈرنہ ہوتا تو ہم آپ کی پیروی کرتے۔

مگر مفسرین کا یہہ خیال کہ جن تسع آیات کا ذکر سورۂ نمل کی آیت میں ہے وہ تو نو نشانیان تہیں جو حضرت موسیٰ فرعون کے پاس لیگئے تھے اور جن تسع آیات کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں ہے وہ نو احکام بنی اسرائیل کے لئے تھے صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ اُسی آیت میں ذکر ہے کہ تسع آیات کے جواب میں فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ میں تو تجھکو سحر زدہ سمجھتا ہون۔ اور اس سے ثابت ہے کہ وہ احکام فرعون اور اسکی قوم کے لئے تھے نہ بنی اسرائیل کے لئے اور فسئل بنی اسرائیل اذ جاءھم بطور جملہ معترضہ کے آیا ہے اُس سے یہ استدلال کرنا کہ وہ احکام بنی اسرائیل کیلئے تھے صحیح نہیں ہے۔

غرضکہ ہماری تحقیق میں دونوں آیتوں میں تسع آیات سے وہ احکام مراد ہیں جو حضرت موسیٰ فرعون اور اسکی قوم کے پاس لیگئے تھے۔ یہہ بات قابل تسلیم کے ہے کہ قرآن مجید میں اُن نو احکام کا ایک جگہ شمار نہیں کیا گیا ہے بلکہ جا بجا متعدد احکام کا ذکر آیا ہے اگر اُن سب پر غور کیا جاوے تو وہ احکام ہماری سمجھہ میں مندرجہ ذیل معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ توحید۔ کما قال اللہ تعالیٰ انی انا اللہ لا الہ الا انا۔ ۲۔ اقرار بالرسالۃ۔ کما قال انا رسولا ربك۔ ۳۔ منع شرک سے۔ کما قال فاعبدنی۔ ۴۔ اقامت الصلوٰۃ۔ کما قال اقم الصلوٰۃ لذکری۔ ۵۔ جزا و سزا کما قال۔ لتجزیٰ کل نفس بما تسعیٰ۔ ۶۔ اعتقاد آخرت۔ کما قال ان الساعۃ اتیۃ۔ ۷۔ نزول عذاب منکرین پر۔ کما قال ان العذاب علیٰ من کذب و تولیٰ۔ ۸۔ منع تعدی سے بنی اسرائیل پر۔ کما قال لا تعذبهم۔ ۹۔ رہا کرنا بنی اسرائیل کا۔ کما قال ارسل معنا بنی اسرائیل

یہہ تمام آیتیں جنکا اشارہ ہم نے کیا عام آیتین نہیں ہیں بلکہ خاص آیتیں ہیں جو حضرت موسیٰ اور

اُنہون نے کہا کہ موسیٰ اور اُسکے بھائی کو مہلت دے اور شہروں میں لوگوں کو جمع کرنیوالے بھیج (۱۰۸) تاکہ تیرے پاس ہر ایک بڑے جاننے والے جادوگر کو لے آوین (۱۰۹)

بنی اسرائیل کے قصہ میں وارد ہوئی ہیں اور اسی سبب سے ہم نے خیال کیا ہے کہ یہہ وہ احکام ہیں جو حضرت موسیٰ خدا کی طرف سے فرعون پاس لے گئے تھے۔

ششم قتل اولاد

بنی اسرائیل کے لڑکوں یا مردوں کا قتل کوئی ایسا امر نہیں ہے جسکو کسی کرشمہ کی بنا پر قرار دیا جاوے اگرچہ مفسرین نے اُسکی بنا بھی ایک کرشمہ پر قایم کی ہے یعنی بعضون نے تو یہہ کہا ہے کہ کاہنون نے فرعون سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو برباد کر دیگا پس اُس تاریخ میں جو کاہنون نے مقرر کی تھی جسقدر لڑکے پیدا ہوئے اُنکو فرعون نے مروا ڈالا اور بعضوں نے یہہ کہا کہ یہہ قتل صرف اُسی تاریخ پر منحصر نہیں رہا بلکہ یہہ قتل برسوں تک جاری رہا اور نوے ہزار لڑکے قتل ہوئے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ آئی اور اُس آگ نے مصر کو گھیر لیا اور تمام قبطیون کو جلا دیا اور صرف بنی اسرائیل بچ رہے لوگوں نے اُسکی تعبیر دی کہ اُس شہر سے جہان سے بنی اسرائیل آئے ہیں ایک شخص آویگا اُسکے ہاتھہ سے مصر کی سلطنت برباد ہوگی اسپر فرعون نے بنی اسرائیل کے مردوں کو قتل کرنیکا حکم دیا۔

مگر قرآن مجید میں ان دونوں باتوں میں سے کسی کا کچھہ اشارہ نہیں ہے اور نہ بنی اسرائیل کے قتل کی بنا کسی اور کرشمہ پر بیان ہوئی ہے۔ قرآن مجید سے جو بات پائی جاتی ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ بنی اسرائیل کی کثرت سے فرعون اور اُسکے سرداروں کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ یہہ لوگ فساد کرینگے ہمہ کی سلطنت کو برباد کر دینگے اور اُسکے انسداد کے لیے

واذ نجینا کم من ال فرعون یسومونکم سوء العذاب یذبحون ابناءکم و یستحیون نساءکم و فی ذالکم بلاء من ربکم عظیم ۲- سورہ بقر-۴۶-

اذ نجینکم من ال فرعون یسومونکم سوء العذاب یقتلون ابناءکم و یستحیون نساءکم و فی ذالکم بلاء من ربکم عظیم- ۷ سورہ اعراف- ۱۳۷-

اذ قال موسیٰ لقومہ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ انجاکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب ویذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم و فی ذالکم بلاء من ربکم عظیم-۱۴- سورہ ابراھیم-۶

ان فرعون علا فی الارض و جعل اھلھا شیعا- یستضعف طائفۃ منھم یذبح ابناءھم و یستحی نساءھم انہ کان من المفسدین- و نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین و نمکن لھم فی الارض و نری فرعون وھامان و جنودھما منھم ما کانوا یحذرون

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ (۱۱۰)

۲۸-سورہ قصص-۳-۴-۵-
فلما جاءھم بالحق من عندنا قالوا اقتلوا ابناء الذین اٰمنوا معہ واستحیوا نساءھم وما کید الکافرین الا فی ضلال وقال فرعون ذرونی اقتل موسی ولیدع ربہ انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظھر فی الارض الفساد-۴۰ سورہ مومن-۲۶-۲۷-

یہہ تدبیر کی تہی کہ جو لڑکے پیدا ہوتے تہے اُنکو قتل کروا ڈالتا تہا تاکہ مرد جن سے لڑنیکا اور فساد ہونیکا اندیشہ تہا نہ زیادہ ہونے پاوین چنانچہ سورہ قصص میں صاف لکہا ہے کہ فرعون کی سلطنت ملک میں بہت زبردست ہوگئی تہی اور اسکے لوگون کو گروہ گروہ کر دیا تہا اور ایک گروہ کو یعنی بنی اسرائیل کو اُن میں سے ضعیف کر دیا تہا اُنکے لڑکون کو مار ڈالتا تہا اور عورتون کو زندہ رکہتا تہا خدا نے چاہا کہ اُس ضعیف گروہ پر مہربانی کرے اور انہین کو سردار بنا دے اور اُنہیں کو وارث کرے اور ملک میں اُنہیں کو قدرت دے اور دکہلا دے فرعون اور اُسکے لشکر کو اُس ضعیف گروہ سے وہ چیز جس سے وہ ڈرتے تہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پہلی دفعہ یعنی قبل از ولادت حضرت موسٰی جو فرعون نے قتل اولاد بنی اسرائیل کا حکم دیا تہا وہ صرف اسی خوف سے تہا کہ وہ بسبب کثیر ہونے کے فساد کرکے ملک کو نہ چہین لین کچہہ عجب نہیں کہ یہہ قتل کسی مدت تک رہا ہو اور پہر موقوف ہوگیا ہو۔

یہہ پہلا حکم قتل اولاد بنی اسرائیل کا تہا مگر جب حضرت موسٰی فرعون کے پاس آئے اور خدا کے حکم پہونچائے اور کہا کہ بنی اسرائیل کو چہوڑ دو اُسوقت پہر فرعون کو بنی اسرائیل کے فساد کرنیکا اور اپنی سلطنت کے زوال کا خوف ہوا اور دوبارہ اُسنے تدبیر کی کہ بنی اسرائیل کے لڑکون کو مار ڈالنا چاہیئے چنانچہ سورہ مومن میں خدا نے صاف بیان کیا ہے کہ جب ہمارے پاس سے سچی بات فرعون اور اُسکے سردارون کے پاس پہونچی تو اُنہوں نے کہا کہ مار ڈالو اُنکے لڑکوں کو جو موسٰی پر ایمان لائے ہیں اور اُنکی عورتون کو زندہ رکہو اور فرعون نے کہا کہ ٹہیرو میں موسٰی کو مار ڈالوں گا مجکو خوف ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیگا اور ملک میں فساد پہیلا دیگا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اُسی خوف سے دونوں دفعہ فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں یا مردوں کے قتل کا حکم دیا تہا کوئی اور غیبی کرشمہ اُسکی بنیاد نہ تہا۔

ہفتم قحط۔ ہشتم طوفان۔ و جراد۔ و قمل و ضفادع۔ و دم

یہہ تمام امور ایسے ہیں جو ہمیشہ دنیا میں موافق قانون قدرت واقع ہوتے رہتے ہیں حضرت موسٰی

اور آئے جادوگر فرعون کی پاس اُنہوں نے کہا کہ ضرور ہمکو انعام ملیگا اگر ہم غالب ہونگے (۱۱۰)

کے زمانہ میں بھی واقع ہوئے تھے۔ ایسے واقعات کو انسانوں کے گناہوں سے منسوب کرنا بھی قانون فطرت کے تابع ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے ہیں اسکی بحث قوم عاد کے قصہ میں بالتفصیل لکھہ چکے ہیں اسطرح ان واقعات ارضی و سماوی کو بھی خدا تعالیٰ نے فرعون اور اُسکی قوم کے گناہوں سے منسوب کیا ہے۔

قحط کوئی نئی بات نہیں تھی حضرت یوسف کے زمانہ میں بھی سخت قحط پڑا تھا حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بھی قحط ہوا جو حضرت موسیٰ کے قصہ میں مذکور ہے۔

طوفان دریائے نیل کے زیادہ طغیانی سے ہوجاتا ہے اور کبھی کبھی مینہہ اور اولوں کا طوفان بھی آجاتا ہے شام کے پہاڑوں سے اولے برستے ہوئے کبھی کبھی مصر تک پہونچ جاتے ہیں بجلی کی چمک اور گرج بھی ہوتی ہے (دیکھو کیٹو کی ببلکل سیکلوپیڈیا صفحہ ۶۰۰) جن ملکوں میں بارش قلیل ہوتی ہے اور اولے اتفاقیہ پڑتے ہیں اُن ملکوں میں اسقدر بارش بھی جو اور ملکوں میں معمولی خیال کیجاتی ہے نہایت سخت طوفان کا اثر دکھاتی ہے خصوصاً اُس حالت میں جبکہ دریا کی طغیانی بھی اور خصوصاً نیل کیسے دریا کی طغیانی اُس کے ساتھہ ہو تو پھر تو قیامت ہی ہوتی ہے۔ پس موسیٰ کے عہد میں طوفان کا واقعہ ایک معمولی واقعہ سے زیادہ کچھہ نہیں تھا۔ جو بزرگی اُسمیں تھی وہ صرف یہی تھی کہ اُس زمانہ میں واقع ہوا جبکہ حضرت موسیٰ وہاں تشریف لیگئے تھے۔

جراد و قمل و ضفادع۔ یعنی ٹڈیوں پسوؤں یا اسی قسم کے کسی جانوروں اور مینڈکوں کا کثرت سے پیدا ہوجانا خصوصاً طوفان اور دریائے نیل کے چڑہاؤ کے اوترنے کے بعد ایک ایسی بات ہے جو قدرتی طور پر واقع ہوتی ہے حشرات الارض دفعتاً اس کثرت سے پیدا ہوجاتے ہیں جنکو دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ پس حضرت موسیٰ کے عہد میں اُن حشرات الارض کا پیدا ہوجانا جسقدر کثرت سے وہ پیدا ہوگئے ہوں اور کیسی ہی سخت مصیبت ان کے سبب سے مصریوں پر پڑی ہو کوئی ایسی تعجب خیز بات نہیں ہے جسکو ایک لمحہ کے لئے بھی واقعہ مافوق الفطرت تصور کیا جاوے۔

دَم کا لفظ البتہ لوگوں کو حیرت میں ڈالتا ہوگا۔ بعض مفسرین نے اس بات کو کہ تمام دریا اور حوض اور تمام پانی جو برتنوں میں تھا خون ہوگیا غیر قابل یقین خیال کرکے یہہ لکھا کہ فرعون اور اُسکی تمام قوم کو نکسیر بہنے یعنی ناک سے خون جاری ہونے کی بیماری ہوگئی تھی۔ گو کہ کسی وبا کا پھیل جانا خصوصاً قحط و طوفان کے بعد

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (۱۱۱)

کوئی امر بعید از عقل نہیں ہے لیکن اصل بات یہہ معلوم ہوتی ہے کہ دریاے نیل کا پانی اگرچہ عموماً نیلے رنگ کا رہتا ہے مگر کبھی طغیانی کے زمانہ میں اُسکا رنگ سُرخ لال اینٹ کے گہرے رنگ کی مانند ہوجاتاہی (دیکھو کیتھو بیلکل سیکلوپیڈیا صفحہ ۵۹۹ اور چیمبرز انسیکلوپیڈیا جلد سوم صفحہ ۷۸۶) اور جب کبھی نباتی مادہ کثرت سے آجاتا ہے تو سبز ہوجاتاہی (دیکھو انسیکلوپیڈیا برٹنکا صفحہ ۴۲۲) پس اسی قسم کے واقعات کے سبب سے اُس کا پانی سُرخ ہوگیا ہوگا جسکو دم سے تعبیر کیا ہے۔

بعض اوقات پانی میں نہایت باریک کیڑے سرخ رنگ کے اسقدر کثرت سے پیدا ہوجاتے ہیں کہ تمام پانی کا رنگ سُرخ ہوجاتا ہے بحر احمر میں بھی اس قسم کے حالت پائی جاتی ہے۔ بحر احمر کے حال میں سالٹ نے لکھا ہے کہ فروری کے مہینہ میں ایک دفعہ جہاز کے گرد کچھہ دور تک سمندر نہایت سُرخ ہوگیا چونکہ اس عجیب تبدیلی کا باعث ہم دریافت کرنا چاہتے تھے ہم نے ایک برتن کو پانی میں ڈالا اور اس میں بہت سی وہ چیزیں نکالیں جو پانی پر تیر رہی تھیں وہ جیلی کے مشابہ ایک چیز تھی جس میں بے انتہا چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے اور ہر ایک کے اوپر ایک سرخ دھبہ تھا یہہ جانور ایک جگہہ جمع ہونے سے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے پانی میں کوئی سُرخ چیز گھولدی ہو۔ ارن برگ کو بھی جو ایک بہت بڑا نیچرل فلاسفی کا عالم تھا ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا اور اُس نے بھی بحر احمر کی ایسی حالت ہوجانے کی تصدیق کی ہے۔

پس یہی حالت دریاے نیل کی بھی ہوگئی ہوگی اور جبکہ ثابت ہوا ہے کہ اُسکا پانی بھی کبھی سُرخ ہوجاتا ہے تو اُسکی ایسی حالت ہوجانے پر زیادہ یقین ہوتا ہے۔ ان کیڑوں کا بہت کثرت سے پانی میں جمع ہوجانا بلاشبہ لوگوں کو اُسکے استعمال سے باز رکھتا ہوگا اور وہ پانی ناقابل استعمال ہوجاتا ہوگا۔ فرعون کے زمانہ میں بھی دریاے نیل سے گھروں میں اور کنوؤں میں اور حوضوں میں نلوں کے ذریعہ سے پانی لیگئے تھے پس جہاں جہاں اُسکا پانی جاتا ہوگا سب جگہہ یہی حال ہوگیا ہوگا اُس پانی کو لوگوں نے بلا خیال برتنوں میں بھر لیا ہوگا اور تھوڑی دیر بعد دیکھا ہوگا کہ وہ سُرخ مثل خون کر ہے اونچے مقاموں میں جہاں دریاے نیل کا پانی نہ جاتا ہوگا وہاں یہ کیفیت نہ ہوئی ہوگی اور ممکن ہے کہ

فرعون نے کہا ہاں اور بیشک تم مقربون مین سے ہوگے (۱۱۱)

بنی اسرائیل اونچی زمین پر رہتے ہوں جہاں نیل کا پانی نہ جاتا ہو یا انکے گہروں میں پانی جانیکی نل تہوں اور انکے گہروں میں یہ کیفیت نہوئی ہو

نہم ۔ غرق فی البحر

فرعون کا بنی اسرائیل کے تعاقب میں جانا اور بنی اسرائیل کا دریا کے پار اتر جانا اور فرعون کا دریا میں ڈوب جانا ایک تاریخی واقعہ ہے اور ہم اسکو نہایت تفصیل سے سورہ بقر کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں* پس اس مقام پر زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں۔

دہم ۔ اعتکاف حضرت موسی کا پہاڑ مین

اعتکاف کا واقعہ اس زمانہ کا ہے جبکہ حضرت موسی بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے چھوڑا کر اور فرعون کو اور اس کے لشکر کو دریا میں ڈبو کر اس جنگل میں نکال لائے جو بحر احمر کی دونوں شاخوں کے درمیان میں ہے اور جسکا نقشہ سورہ بقر کی تفسیر میں بنایا ہے۔

وواعدنا موسی ثلثین لیلۃ واتممنا ھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ ۔ ۷ ۔ سورۃ اعراف ۱۳۸

واذ واعدنا موسی اربعین لیلۃ ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظالمون۔

(۲ سورۃ بقر ۴۸)

یہہ کوئی امر زیادہ بحث کے قابل نہیں حضرت موسی تیس دن کا اعتکاف کرنے کے لیئے پہاڑ پر گئے تاکہ خدا کی عبادت میں مصروف ہوں مگر وہاں چالیس دن لگ گئے۔ توریت میں لکھا ہے کہ چالیس دن اور چالیس رات موسی پہاڑ پر رہے اور نہ روٹی کہائی نہ پانی پیا (سفر توریہ مثنی باب ۹ ورس ۹) زیادہ تر مقصود اس اعتکاف سے یہہ تہا کہ خدا کی ہدایت اس بات میں چاہیں کہ اس جم غفیر کی ہدایت و انتظام اور خدا کی عبادت کے لئے کیا قواعد یا احکام قرار دیئے جاوین۔

بنی اسرائیل کو چار سو برس سے زیادہ ہو گئے تہے کہ مصر میں رہتے تہے اور گو وہ خدا کو مانتے تھے مگر وہان کی بت پرستی اور اسکی شان و شوکت کے عادی ہو گئے تہے اور ظاہر میں بہی معبود کے وجود کے موجود ہونے کی خواہش مثل بت پرستوں کے ان کے دل میں سما گئی تہی اس لئے نہایت مشکل بات تہی کہ انکو ایک ایسے خدائے واحد کی پرستش پر متوجہ کیا جاوے جس کا نہ ظاہر مین کوئی وجود ہے نہ ظاہری وجود میں اور نہ کسی ظاہری شکل میں آسکتا ہے بلکہ محض بے چون و بیچگون و بے رنگ و بمون ہے۔

* دیکھو جلد اول صفحہ ۱۷ لغایت صفحہ ۱۰۳

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

غالبًا یہی بات سب سے زیادہ حضرت موسیٰ کو بھی مشکل تھی۔ اور وہ ضرور اس خیال میں تھے کہ معبد کو ظاہری صورتوں سے اسطرح بنایا جاوے جن کی عبادت تو نہ کی جاوے مگر بنی اسرائیل کی دل بستگی کا ذریعہ ہوں اور اسی وجہ سے اونہوں نے معبد میں کروبین کی مجسم شکلیں چاندی و سونے کی بنائیں ہم قبول کرتے ہیں کہ اُنہوں نے خدا کی حکم سے بنائی ہونگی مگر بنائیں۔ جس کا سبب بجز مذکورہ بالا امر کے اور کچھ نہ تھا۔ اور اسی لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو سچی اور ٹھیٹ خدا پرستی اُسی طرح بیچون وبے چگون وبے رنگ و بمون طریقہ پر جیسا کہ وہ معبود حقیقی ہے محمد رسول اللہ صلعم نے قایم کی موسیٰ سے باوجود اس شان و شوکت کے قایم نہین ہو سکی نہ ہمکو کروبین کی حاجت ہے نہ ہائی پریسٹ کی نہ کسی معبد کی نہ قربانی سوختنی کی نہ بخور کی اور نہ آتش دان کی نہ خاص پوشاک اور سینہ بند کی ہم سچے خدا کی پرستش جنگل ہیں دریا ہیں پہاڑ ہیں گھر میں بازار میں اندہیرے میں اوجالے میں کپڑا پہنے بن کپڑا پہنے کر سکتے ہیں ہمارا دل ہی خدا کا معبد ہے ہمارا خدا ہر جگہہ ہمارے ساتھ ہے اور ہم خدا کے ساتھ اور یہہ ایسا ساتھ ہی کہ نہ کبھی ہم اُس سے چھوٹ سکتے ہین اور نہ وہ ہمکو چھوڑ سکتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ شانہ والحمد للہ رب العلمین

یازدہم۔ حقیقت کلام خدا با موسیٰ

کلام خدا کا جب تک نہ سنیں یہ تو معلوم نہین ہو سکتا کہ کیسا ہوتا ہے۔ مگر انسانوں کا کلام جو سننے میں آتا ہے وہ تو یہہ ہے کہ زبان اور ہونٹ ہلتے ہیں اُس سے بمدد ہواے محیط کے ایک آواز کان تک پہونچتی ہے ہر ایک لفظ کے بعد دوسرا لفظ بلکہ ہر لفظ کے پہلے حرف کے بعد دوسرا حرف نکلتا ہی اور حرفوں سے ملکر لفظ اور لفظوں سے ملکر جملہ ہو جاتا ہے۔ پہر کیا خدا کا کلام بھی ایسا ہی ہوتا ہے؟

علماے اسلام نے کہا ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام نے خدا کو متکلم کہا ہے اور اُسکے کلام کو ثابت کیا ہے پس اُسکا متکلم ہونا اور خدا کے لئے کلام کا ہونا تو ثابت ہوگیا۔ مگر اونہوں نے یہ نہ بتایا کہ ایسا ہی کلام جیسا ہمارا تمہارا ہے یا کسی اور طرح کا لیکن اُنہوں نے اُسپر دوسری بحث قدیم اور حادث ہونے کی چھیڑ دی یعنی اس بات کی کہ خدا کا کلام قدیم ہے یا حادث۔ ہم اُس بحث کو اس مقام پر لکھتے ہیں اور امید ہے کہ اُسی سے پتہ لگ جاویگا کہ اُسکا کلام کیسا ہوتا ہے۔

فرعون کے جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ یا تو تو ڈال اور یا ہم ڈالنے والے ہون (۱۱۲)

قاضی عضد اور علامہ سید شریف شرح مواقف میں تحریر فرماتے ہیں کہ خدا کے کلام کے قدیم و حادث ہونے پر دو متناقض قیاس ہیں۔ ایک قیاس یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام خدا تعالیٰ کی ایک صفت ہے اور جو صفت خدا کی ہے وہ قدیم ہے۔ پس خدا کا کلام قدیم ہے۔

دوسرا قیاس جو اسکے برخلاف ہے وہ یہ ہے کہ۔ خدا کا کلام حرفون و لفظوں کی ترتیب سے ملکر بنا ہے جو ایک کے بعد دوسرے کے وجود میں آئے ہیں۔ اور جو چیز اس طرح پر بنتی ہے وہ حادث ہوتی ہے۔ پس خدا کا کلام بھی حادث ہے۔

حنبلی پہلے قیاس کو ٹھیک بتاتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کے کلام میں حرف بھی ہیں اور آواز بھی ہے اور وہ دونوں اپنے آپ قایم ہیں اور قدیم ہیں پس کلام خدا کا بھی قدیم ہے پس گویا حنبلی دوسرے قیاس کے دوسرے جملہ کو کہ "جو چیز اس طرح پر بنتی ہے وہ حادث ہوتی ہے" نہیں مانتے

قاضی عضد اور علامہ سید شریف دونوں بالاتفاق کہتے ہیں کہ حنبلیون کا دوسرے قیاس کے دوسرے جملہ کو نہ ماننا قطعاً غلط ہے کیونکہ ہر ایک حرف اُن حرفون میں سے جن سے اُنکے نزدیک کلام خدا کا مرکب ہے ایک حرف کے ختم ہونے پر دوسرے حرف کا شروع ہونا موقوف ہے تو وہ دوسرا حرف قدیم نہ ہوا اور جو کہ پہلے حرف کے لئے بھی ختم ہونا ہے تو وہ بھی قدیم نہ رہا اور جو کلام کہ ان سے مرکب ہو کر بنا ہے وہ بھی قدیم نہ رہا۔

کرامیہ فرقہ اس بات میں کہ خدا کے کلام میں حرف اور آواز ہے حنبلیون کے ساتھ متفق ہیں مگر وہ اُسکو حادث مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کی ذات میں قایم ہے کیونکہ وہ اسبات پر یقین کرتے ہیں کہ خدا کی ذات میں حوادث کا قایم ہونا جائز ہے۔ پس گویا کرامیہ دوسرے قیاس کو تو صحیح مانتے ہیں اور پہلے قیاس کے دوسرے جملہ کو کہ "جو صفت خدا کی ہے وہ قدیم ہے" نہیں مانتے۔

معتزلی خدا کے کلام میں آواز اور حرف کو اسی طرح پر مانتے ہیں جس طرح کہ حنبلی اور کرامیہ مانتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ آواز اور حرف خدا کی ذات میں قایم نہیں ہیں بلکہ خدا اُسکو دوسری چیز میں پیدا کر دیتا ہے مثلاً لوح محفوظ میں یا جبرئیل میں یا نبی میں اسلئے خدا کا کلام حادث ہے پس معتزلی دوسرے قیاس کو

قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (۱۱۳)

صحیح سمجھتے ہیں اور پہلے قیاس کے پہلے جملہ کو کہ "خدا تعالیٰ کا کلام خدا تعالیٰ کی ایک صفت ہے" نہیں مانتے"
اسپر قاضی عضد اور علامہ سید شریف فرماتے ہیں کہ جو کچھہ معتزلی کہتے ہیں ہم اُس سے انکار نہیں کرتے
بلکہ ہم بھی وہی کہتے ہیں مگر اسکا نام کلام لفظی رکھتے ہیں اور اسکو حادث مانتے ہیں اور ذات خدا تعالیٰ
میں قایم نہیں کہتے۔ اُسکے سوا ہم ایک اور امر ثابت کرتے ہیں اور وہ معنی ہیں قایم بالنفس جسکو کہ
لفظوں سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہی حقیقت میں کلام ہے اور وہی قدیم ہے اور وہی خدا تعالیٰ کی ذات
میں قایم ہے۔ پس دوسرے قیاس کا جو دوسرا جملہ ہے کہ "خدا کا کلام حرفوں و لفظوں کی ترتیب سے
ملکر بنا ہے" اُسکو نہیں مانتے۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ معنی اور عبارت ایک نہیں ہیں کیونکہ عبارتے
تو زمانہ میں اور ملک میں اور قوموں میں مختلف ہو جاتی ہے اور معنی جو قایم بالنفس ہیں وہ مختلف
نہیں ہوتے بلکہ ہم یہہ کہتے ہیں کہ اُن معنوں پر دلالت کرنا بھی لفظوں ہی میں منحصر نہیں ہے کیونکہ اُن
معنوں پر کبھی اشارہ سے اور کبھی کنایہ سے اسی طرح پر دلالت کی جاتی ہے جیسے کہ عبارت سے۔ اور مطلب
ہو کہ ایک معنی ہے قایم بالنفس وہ ایک ہی ہوتا ہے اور کچھہ متغیر نہیں ہوتا باوجودیکہ عبارتیں بدل جاتی
ہیں اور دلالتیں مختلف ہو جاتی ہیں اور جو چیز متغیر نہیں ہوتی وہ اُس چیز کے سوا ہے جو متغیر ہو جاتی ہے
یعنی جو چیز کہ متغیر نہیں ہوتی وہ تو معنی قایم بالنفس ہیں اور وہ اُس چیز سے جو متغیر ہو جاتی ہے یعنی
عبارت سے علاحدہ ہیں۔ (انتہیٰ ملخصًا۔)

جو کچھہ کہ قاضی عضد اور علامہ سید شریف نے فرمایا یہی مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے۔ اس سے پہلے کہ
ہم اپنی تحقیق بیان کریں مناسب ہے کہ جو باتیں ان بزرگوں نے چھپا رکھی ہیں اُنکو کھول دیں تاکہ لوگوں کو صاف
معلوم ہو جاوے کہ ان اصول کے ماننے سے جو اُن بزرگوں نے قرار دیے ہیں کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔

معتزلیوں نے کہا تھا کہ آواز اور حرف دونوں خدا کی ذات میں قایم نہیں ہیں بلکہ وہ انکو دوسری چیز میں
پیدا کر دیتا ہے قاضی صاحب اور علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہاں یہہ صحیح ہے مگر ہم اُسکا نام کلام لفظی

موسیٰ نے کہا تم ڈالو پھر جب اُنہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا
اور اُنکو ڈرایا اور لائے بڑا جادو (۱۱۳)

ر کہتے ہیں۔ مگر یہہ نہیں فرماتے کہ کس کا کلام لفظی خدا کا یا اُسکا جس میں خدا نے اُسکو پیدا کر دیا تھا۔

پھر اُس پر زیادہ تحقیق یہ کرتے ہیں کہ صرف معانی قایم بالنفس اور غیر متغیر ہیں اور درحقیقت وہی کلام ہے اور وہی قدیم ہے اور اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ خدا کا کلام حرفوں و لفظوں کی ترکیب سے بنا ہو اس بیان میں صریح یہہ نقص ہے کہ اگر اُس کو تسلیم کر لیا جاوے تو جو الفاظ قرآن مجید کے ہیں وہ خدا کے لفظ نہیں رہتے بلکہ اُس کے لفظ ہوتے ہیں جس میں وہ پیدا کیے ہیں خواہ وہ جبرئیل ہوں یا نبی اور جو کہ وہ کلام اُنہی لفظوں سے مرکب ہوا ہے تو وہ کلام بھی اسی شخص کا ہوا نہ خدا کا۔

میری تحقیق میں پہلا قیاس صحیح ہے اور میں خدا کے کلام کو اُسکی صفت سمجھتا ہوں اور تمام صفات خدا کو قدیم مانتا ہوں اور اسی لیے خدا کے کلام کو بھی قدیم یقین کرتا ہوں مگر حنبلیوں اور کرامیوں سے اس بات میں مختلف ہوں کہ خدا کے کلام میں آواز ہے اور اہل سنت و جماعت کے اس مسئلہ سے مختلف ہوں کہ صرف معانی قایم بالنفس ہیں اور وہی درحقیقت کلام ہے اور وہی غیر متغیر ہے بلکہ میرے نزدیک معانی اور لفظ دونوں قایم بالنفس ہیں اور دونوں قدیم و غیر متغیر ہیں لفظ بھی حقیقت میں ایک مقید یا مختص معانی ہیں جن پر بولے جانے کے بعد ہم لفظ کا اطلاق کرتے ہیں۔ انسان جو گفتگو کرتا ہے اُسوقت بھی الفاظ اُسکے نفس میں اُنکے بولے جانے کے قبل موجود ہوتے ہیں مگر صرف معانی کو قایم فی الذات ماننے اور معانی اور لفظ دونوں کو قایم فی الذات ماننے میں یہہ فرق ہے کہ پہلی صورت میں اُن معانی کو الفاظ مختصہ میں تعبیر کرنا لازم نہیں آتا اور دوسری صورت میں بجز الفاظ معینہ مختصہ کے اور کسی الفاظ سے تعبیر نہیں ہو سکتے مثلاً الحمد للہ کلام خدا ہے یہہ ذات باری میں مع معانی و الفاظ کے اسطرح پر قایم ہے کہ جب تلفظ میں آویگا تو الحمد للہ ہی اُسکا تلفظ ہوگا للہ الحمد اُسکا تلفظ نہیں ہونیکا نہ ثناء اللہ اُسکا تلفظ ہوگا اور ہم قرآن مجید کو اسی معنی کر مع معانی اور الفاظ کلام خدا کہتے ہیں اور قدیم تسلیم کرتے ہیں۔

لفظوں کے قایم بالنفس ہونے میں تقدم و تاخر نہیں ہوتا۔ اِسکو مثال دیکر سمجھانا بلاشبہ مشکل ہے مگر اس طرح پر سمجھ میں یا خیال میں آسکتا ہے کہ اگر جسطرح اُن الفاظ کے نقوش کو آئینہ کے سامنے

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

رکھنے سے وہ سب متقابلا تقدم و تاخر آئینہ میں منقش معلوم ہوتے ہیں اسی طرح الفاظ کے بھی بمعنی مذکورہ بالا قایم فی الذات ہونے میں تقدم و تاخر لازم نہیں آتا۔ ذات باری کی نسبت ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ علۃ العلل تمام چیزوں کی ہے جو ہو چکیں اور ہوتی ہیں اور ہونیوالی ہیں۔ اس لئے ضرور ہے کہ وہ تمام چیزیں ذات باری میں قایم ہوں اُنکے ظہور کے زمانہ کے مختلف ہونے اور تبدیل کیفیت و کمیت سے اُس چیز میں جو قایم فی الذات ہے حدوث لازم نہیں آتا۔

اس صورت میں قاضی عضد اور علامہ سید شریف کا یہہ کہنا کہ ہر ایک حرف اُن حرفوں میں سے جنسے کلام خدا مرکب ہو ایک حرف کے ختم ہونے پر دوسرے حرف کا شروع ہونا موقوف ہے تو وہ دوسرا حرف قدیم نہوا (الی آخرہ) صحیح نہیں رہتا اس لئے کہ اس امر کا وقوع اُسوقت ہوتا جبکہ ہم کلام خدا میں حرف اور آواز دونوں مانتے مگر جب ہم کلام خدا میں آواز کو تسلیم نہیں کرتے تو نقص مذکورہ لازم نہیں آتا آواز کی کوئی دوسری حقیقت بجز اسکے کہ ہوا کی مدد اور زبان اور ہونٹوں کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے ہم نہیں جانتے پس اُسکو بجنسہ خدا کی صفت قرار دینا اور یہہ خیال کرنا کہ خدا کے منہہ سے بھی مثل ہماری منہہ کے ایک حرف دوسرے حرف کے بعد نکلتا ہے بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ پہلے ایک غلط امر کو تسلیم کیا ہے پھر اُسکی بنا پر دوسری غلطی قایم کی ہے۔

جبکہ ہم کسی پر خواہ وہ جبرئیل ہو جو حسب اعتقاد جمہور مسلمین خدا اور انبیاء میں مثل ایلچی کی واسطہ ہے اور خواہ وہ خود نبی مبعوث ہو جیسا کہ میرا خاص اعتقاد ہے خدا کے کلام کا نازل ہونا کہتے ہیں تو اس سے مراد یہہ ہوتی ہے کہ خدا نے اُسکے دل میں بجنسہ وہ الفاظ جن کو بعد اسکے وہ تلفظ کریگا معہ اُنکی معنی کے جو مقصود ہیں پیدا کیا ہے یا القا کیا ہے اور وہی نقوش بجنسہ نبی نے تلفظ کئے ہیں پس گو اُس نبی کا اُن لفظوں کو تلفظ کرنا حادث ہو مگر وہ الفاظ معہ اُنکے معنی کے یا وہ معنی مقید جنکا تلفظ بجز انہی الفاظ کے نہیں ہو سکتا تھا قدیم اور کلام خدا ہیں اور یہی میرا اعتقاد قرآن مجید کی نسبت ہے کہ

اور وحی کی ہمنے موسیٰ کی طرف کہ ڈال دے اپنی لاٹھی پہر وہ یکایک نگل جاویگی جو کچھہ اُنہوں نے دکھلاوا کیا تہی ﴿۱۱۴﴾

وہ بلفظہ معہ معانیہا قدیم وکلام خدا ہے اور خود خدا نے اپنا کلام پیغمبر خدا میں بلا واسطہ پیدا کیا ہے جیسا کہ میں نے کسی مقام پر کہا ہے۔

زجبریل امین قرآن بہ پیغام نمی خواہم		ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

مگر پیغمبر خدا کا یا ہمارا اُن لفظوں کو تلفظ کرنا حادث ہے۔

اس مضمون کو بذریعہ کسی مثال کے سمجہانا بلاشبہ نہایت مشکل ہے مگر ہم ایک قریب ترین مثال سے اسکو سمجہاتے ہیں۔ فرض کرو کہ ایک شخص کسی سبب سے بول نہیں سکتا مگر ایک اپنی تحریر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جسکو ہم پڑہتے ہیں پس گو اُس تحریر میں آواز نہیں ہے مگر جو لفظ مطابق اُس تحریر کے ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ لفظ بلاشبہہ اُسی کے ہیں جس نے اُنکو لکہا ہے اور ہم صرف اُن لفظوں کا تلفظ کرتے ہیں مگر درحقیقت وہ ہمارے لفظ نہیں ہیں۔ اور یہہ بہی نہیں کہہ سکتے کہ وہ لفظ بروقت ہمارے تلفظ کے پیدا ہوئے ہیں۔

ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ انبیاء اور اولیا کوئی غیبی آواز نہیں سنتے۔ سنتے ہونگے مگر وہ خدا کی آواز نہیں ہے بلکہ وہ اُس القا کا اثر ہے جو اُنپر ہوا ہے اور وہ اُنہی کے نفس کی آواز ہے جو اُنکے کان میں آئی ہے۔ وہ بیداری میں اسیطرح آواز کو سنتے ہیں جیسے کہ سوتے میں خواب دیکہنے والا سنتا ہے یا جیسے کہ بعضی دفعہ لوگوں کو جو کسی خیال میں مستغرق ہیں بغیر کسی بولنے والے کے کان میں آواز آتی ہے۔

حضرت موسیٰ اپنے مقام سے معہ اپنے گہر والوں کے مصر کو روانہ ہوئے۔ جو جو خیالات حضرت موسیٰ کو نسبت اُن مشکلات کے ہونگے جو مصر میں پیش آنے والی تہیں۔ اور اپنی قوم کو فرعون کے ظلم سے نجات دینے کی مشکلات نے اُنکے دل کو کسقدر غمگین اور متفکر کیا ہوگا اور اُن تمام حالتوں کے سبب اُنکو ذات باری میں کسقدر استغراق رہا ہوگا کیونکہ ایسی مشکلات لاینحل کے حل کرنے میں بجز ذات باری پر بہروسہ کے دوسرا کوئی بہروسہ نہ تہا۔ یہ تمام اسباب تہے حضرت موسیٰ کو ذات باری میں کامل طور پر مستغرق ہو جانے کے۔ اور فطرت نبوة جو خدا نے اُن میں پیدا کی تہی

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

سب سے زیادہ اس استغراق کا باعث تھی۔

اتفاق سے وہ راستہ بھولے ہوئے تھے جب اُنھوں نے ایک طرف آگ دیکھی تو اُس طرف گئے۔ جب اُسکے قریب پہونچے تو اُنھوں نے اُس جنگل کو پہچانا کہ وہ تو وادی ایمن یا طوی ہے جو پہلے سے نہایت مقدس اور متبرک اور خدا کی جگہہ سمجھا جاتا تھا۔ دفعتہً اس بات کے معلوم ہونے سے خدا کی طرف طبیعت کا ذوق اور خدا کا شوق بھڑک اُٹھا۔ اور اُنکے کان میں آواز آئی۔ یا موسیٰ انی انا ربک۔ انہ انا اللہ العزیز الحکیم۔ انی انا اللہ رب العالمین۔ فاخلع نعلیک انک بالوادی المقدس طوی۔ یہہ آواز کسی بولنے والے کی تھی نہ خدا کی آواز تھی کیونکہ جیسا ہم نے ابھی بیان کیا خدا کے کلام میں آواز نہیں ہوتی۔ بیشک خدا نے یہہ الفاظ جو کلام خدا تھے موسیٰ کے دل میں ڈالے اور خود موسیٰ کے دل کی آواز اُس کے کان میں آئی جو خدا کے پکارنے سے تعبیر کی گئی۔

اُسی جوش دلی اور استغراق قلبی کا سبب تھا جس سے حضرت موسیٰ کو اپنی حیثیت کا ذہول ہوا اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر کہنے لگے۔ رب ارنی انظر الیک۔ خدا نے جواب دیا نہ اپنی آواز سے اور نہ کسی فانی جسم میں آواز ڈالنے سے بلکہ خود موسیٰ کے دل میں اپنا کلام ڈالنے سے کہ لن ترانی۔ جہاں جہاں خدا اور موسیٰ میں کلام ہونے کا ذکر ہے اُسکی یہی ماہیت ہے۔ اور وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ کی یہی حقیقت ہے۔ ھذا ما افھمنی اللہ حقیقۃ کلامہ العظیم وھو الھادی الی الصراط المستقیم۔

دوازدہم۔ حقیقت تجلی للجبل

پہاڑ پر خدا کی تجلی ہونے اور آگ کی صورت میں نزول فرمانے کی نسبت تفسیروں میں بہت کچھہ بھرا ہوا ہے مگر قرآن مجید میں یہہ واقعہ نہایت صاف صاف اور سیدھے لفظوں میں بیان ہوا ہے جس میں کچھہ بھی پیچیدہ بات نہیں ہے چنانچہ سورہ طٰہٰ میں خدا نے فرمایا کہ کیا تجھہ تک

وھل اتاک حدیث موسیٰ۔ اذ رای نارا فقال لاھلہ امکثوا انی انست نارا لعلی اتیکم منھا بقبس او اجد علی النار ھدی۔ فلما اتاھا نودی یا موسیٰ انی انا ربک فاخلع

متعلق صفحہ ۲۰۹

اس صفحہ کی بائیسوین سطر کے بعد اس عبارت کو پڑھنا چاہیے۔

کلام الہی کی نسبت جو کچھ خدا نے ہمارے دل مین ڈالا ہے بعینہ وہ وہی ہے جو
حضرت مولانا و مرشدنا حضرت شیخ احمد سرہندی نقشبندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ
علیہ کو القا ہوا تھا چنانچہ اس باب مین جو حضرت ممدوح نے لکھا ہے ذیل مین مندرج ہے
حضرت ممدوح نے مکتوب نود و دوم جلد سوم مین جو بنام فقیر ہاشم کشمی تحریر
فرمایا ہے اسطرح پر لکھا ہے ۔ پرسیدہ بودند آنکہ بعض عرفا فرمودہ اند کہ ما کلام
حق را می شنویم و بیا ر ا با و تعالیٰ مکالمہ میشود چنانچہ از امام ہمام جعفر صادق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ منقول است کہ گفت ما زلت اردد الاٰیۃ حتّے سمعتھا من المتکلم
بھا۔ و نیز از رسالہ غوثیہ کہ منسوب بہ حضرت شیخ عبد القادر جیلی است قدس سرہ مفہوم میگردد
بہ چہ معنی است و تحقیق آن نزد تو چیست بدان ارشدک اللہ تعالیٰ کہ کلام حق جل و علا در رنگ ذات
حق و سائر صفات حق جل شانہ بیچون و بیچگون است و سماع آن کلام بیچون نیز بیچون است زیراکہ بیچون
را بہ چون راہ نیست پس این سماع مربوط بحاسہ سمع نباشد کہ سراسر چون است
آنجا اگر از بندہ استماع است بتلقی روحانیست کہ نصیبے از بیچونی دارد و بے واسطہ
حروف و کلمات است و نیز اگر از بندہ کلام است ہم بالقاء روحانی است بے حروف
و کلمہ و این کلام نصیبے از بیچونی دارد کہ مسموع بیچون میگردد یا آنکہ گوئیم کہ کلام لفظی کہ
از بندہ صادر میشود حضرت حق سبحانہ تعالیٰ آنرا نیز بسماع بیچونے استماع میفرماید
و بے توسط حروف و کلمات و بے تقدیم و تاخیر آنرا میشنود و اذ لا یجری علیہ تعالیٰ
زمان یسع فیہ التقدیم و التاخیر و دران موطن کہ از بندہ سماع است بکلیت سامع و اگر
کلام است ہم بکلیتہ متکلم تمام گوش و تمام زبان است روز میثاق ذرات مخرجہ
قول الست بربکم را بے واسطہ بکلیت خود شنیدند و بکلیت خود جواب بلیٰ گفتند تمام

گوش بودند وتمام زبان زیراکه اگر گوش از زبان متمیز بودے سماع کلام بیچون حاصل نیامدے وشایان ارتباط مرتبہ بیچون نگشتے لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ غایۃ ما فی الباب آن معنی متلقی از راہ روحانیت اخذ نمودہ بود ثانیا در عالم خیال کہ آن در انسان تمثال عالم مثال است بصورت حروف وکلمات مرتبہ متمثل میگردد وآن تلقی والقا بصورت سماع وکلام لفظی مرتسم میشود چہ ہر معنی را در آن عالم صورتے است اگرچہ آن معنی بیچون بود اما ارتسام بیچون ہم آنجا بصورت چون است کہ فہم وافہام بہ آن مربوط است کہ مقصود از آن ارتسام است وچون سالک متوسط در خود حروف وکلمات مرتبہ می یابد وسماع وکلام لفظی احساس می نماید خیال میکنند کہ این حروف وکلمات را از اصل شنیدہ است وبے تفاوت از آنجا اخذ کردہ نمی داند کہ این حروف وکلمات صور خیالیہ آن معنی متلقی است واین سماع وکلام لفظی تمثال سماع وکلام بیچون عارف تام المعرفۃ را باید کہ حکم ہر مرتبہ را جدا سازد ویکے را بدیگرے ملتبس نگرداند پس سماع وکلام این اکابر کہ بمرتبہ بیچونے مربوط است از قبیل تلقی والقاء روحانی است واین کلمات وحروف کہ تعبیر از آن معنی متلقی بآن می نماید از عالم صور مثالیہ دگر وہے کہ گمان بردہ اند کہ ما حروف وکلمات را از آن حضرت جل سلطانہ استماع می نمائیم دو فریق اند یکے از آن دو فریق کہ احسن حال اند میگویند کہ این حروف وکلمات حادثہ مسموعہ دال اند بر آن کلام نفسی قدیم وفریق دیگر اطلاق قول بسماع کلام حق جل شانہ می نماید وہمین حروف وکلمات مرتبہ را کلام حق میدانند جل وعلا وفرق نہ میکنند درمیان آنکہ لایق بشان او تعالی کدام است وکدام است کہ شایان جناب قدس او نیست سبحانہ وبحمد الجہال البطال لم یعرفوا ما یجوز علی اللہ سبحانہ عما لا یجوز علیہ تعالی سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت السمیع العلیم الحکیم والصلوۃ والسلام علی نبیہ [illegible] وآلہ واصحابہ الاطہر۔

پھر ثابت ہو گیا سچ اور غلط ہو گیا جو کچھ کہ وہ کرتے تھے (۱۱۸)

نعليك انك بالوادي المقدس طوى
۲۰- طہ - ۸ - ۱۲-

موسیٰ کا قصہ پہونچا ہے۔ جبکہ اُس نے آگ کو دیکھا پھر اپنے گھر والوں سے کہا کہ ٹھیر جاؤ مجھکو آگ دکھائی دی ہے شاید میں تمہارے لئے اُس میں سے جلتی ہوئی لکڑی لے آؤں یا اُس آگ پر کسی راہ بتانیوالے کو پاؤں۔ پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہونچے اُسکو پکارا گیا یعنی آواز آئی کہ اے موسیٰ بیشک میں تیرا خدا ہوں اپنے جوتے پاؤں سے اُتار بیشک تو پاک میدان طویٰ میں ہے۔

یہی مضمون کسیقدر الفاظ کی تبدیلی سے سورہ نمل میں آیا ہے کہ جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے

اذ قال موسى لاهله انى انست نارا سأتيكم منها بخبر او آتيكم بشهاب قبس لعلكم تصطلون - فلما جاءها نودي ان بورك من في النار ومن حولها وسبحان الله رب العالمين - يا موسى انه انا الله العزيز الحكيم ۲۷- نمل - ۷-۹

کہا کہ مجھکو آگ دکھائی دی ہے میں اب وہاں سے تمہارے لئے کوئی خبر لاتا ہوں یا تمہارے لئے جلتی لکڑی لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔ پھر جب موسیٰ آگ کے پاس آیا تو آواز دی گئی کہ برکت دیگئی اُسکو جو آگ کے قریب ہے (یعنی موسیٰ کو) اور اُسکو جو اُسکے گرد ہے (یعنی ہارون کو جو موسیٰ کے گھر کے لوگوں کے ساتھ تھے) اور پاک ہے اللہ پروردگار عالموں کا اے موسیٰ ٹھیک بات یہہ ہے کہ میں ہوں خدا زبردست حکمت والا۔

فلما قضى موسى الاجل وسار باهله آنس من جانب الطور نارا قال لاهله امكثوا انى انست نارا لعلى آتيكم منها بخبر او جذوة من النار لعلكم تصطلون - فلما اتاها نودي من شاطئ الواد الايمن في البقعة المباركة من الشجرة ان يا موسى انى انا الله رب العالمين -
۲۸- قصص - ۲۹ و ۳۰

اور سورہ قصص میں اسطرح فرمایا ہے کہ جب موسیٰ مدین سے اپنے گھر والوں کو لیکر غالباً مصر کے جانے کے قصد سے روانہ ہوا تو اُس نے طور کی جانب آگ دیکھی اُس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ ٹھیرو میں نے آگ کو دیکھا ہے شاید میں وہاں سے تمہاری کوئی خبر یا کچھ تھوڑی سی آگ لاؤں تاکہ تم تاپو پھر جب موسیٰ آگ کے پاس آئے تو مبارک میدان کے کنارہ سے مبارک جگہہ میں درخت کیطرف سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ بیشک میں اللہ ہوں پروردگار عالموں کا۔

ولما جاء موسى لميقاتنا وكلمه ربه قال رب ارني انظر اليك

اور سورہ اعراف میں یوں آیا ہے کہ۔ جب موسیٰ ہماری مقرر کی ہوئی جگہہ میں آیا اور اُسکے پروردگار نے اُس سے

فغلبوا ھنالک وانقلبوا صٰغرین ﴿۱۱۶﴾

قال لن ترانی ولاکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسی صعقا فلما افاق قال سبحانک تبت الیک وانا اول المومنین ۔ سورہ اعراف-۹ ۱۳۹ و ۱۴۰	کلام کیا تو موسیٰ نے کہا اے پروردگار اپنے تئیں مجھے دکھلادے خدا نے کہا کہ تو مجھے نہ دیکھیگا مگر اس پہاڑ کی طرف دیکھ پھر اگر وہ اپنی جگہہ پر قایم رہے تو تو مجھکو بھی دیکھ لیگا - پھر جب اُس کے پروردگار نے پہاڑ کے لیئے تجلی کی تو اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور گر پڑے موسیٰ بیہوش ہوکر - پھر جب ہوش آیا تو کہا کہ پاک ہی تو معافی مانگتا ہوں تجھسے اور میں پہلا ایمان والوں میں ہوں -

اگر ان قصوں اور کہانیوں سے قطع نظر کی جاوے جو یہودیوں نے اسکی نسبت بنالی ہیں اور انکی کتابوں میں مندرج ہیں اور جنکی پیروی کرکے ہمارے ہاں کے مفسروں نے اُنہی قصوں کو مختلف طرح پر اپنی تفسیروں میں بھر دیا ہے اور صرف قرآن مجید کی آیتوں پر غور کیا جاوے تو ان آیتوں سے مندرجہ ذیل اُمور پائے جاتے ہیں -

ا موسیٰ نے جو آگ دیکھی تھی حقیقت میں وہ آگ ہی تھی نہ خدا تھا اور نہ خدا کا نور اور نہ ہرے سبز درخت میں سے وہ آگ روشن ہوئی تھی اور درخت نہیں جلتا تھا جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ صرف بات اسقدر تھی کہ درحقیقت حضرت موسیٰ نے پہاڑ کی جانب آگ جلتی ہوئی دیکھی - رستہ پر آگ جلانا پرانی قوموں کا دستور تھا - رات کا وقت اور موسم سردی کا تھا اور جنگل میں حضرت موسیٰ رستہ بھی بھول گئے تھے اُنھوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ٹھیرو میں وہاں جاتا ہوں یا وہاں کوئی شخص رستہ بتانیوالا مل جاویگا - یا میں تمہارے لیئے وہاں سے کوئی جلتی ہوئی لکڑی لے آؤں گا جس سے تم تاپو تاکہ سردی سے بچو -

یہہ واقعہ کوہ سینا یا کوہ طور کے قریب موسیٰ پر گذرا تھا جبکہ وہ مدین سے اپنے گھر کے لوگوں کو لیکر مصر کو جاتے تھے - ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں[*] اس بات کو کامل تحقیقات سے ثابت کردیا ہے کہ طور سینا آتشین پہاڑ تھا اُسمیں سے جو لو نکلی ہوگی اُسکو حضرت موسیٰ نے دیکھکر یہہ بات کہی کہ میں نے آگ دیکھی ہے وہاں سے کوئی خبر یا تھوڑی سی آگ لیکر آتا ہوں -

[*] دیکھو جلد اول تفسیر صفحہ ۱۰۰ -

پھر اُس جگھہ وہ مغلوب ہو گئے اور اُلٹے پھرے ذلیل ہو کر (۱۱۶)

۲۔ ان آیتوں سے یہہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو آواز موسیٰ کو وہاں آئی یا جو کلام خدا نے موسیٰ سے کیا اُسکو اُس آگ سے کچھہ تعلق نہ تھا۔ سورہ طٰہٰ اور سورہ نمل میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت موسیٰ آگ کے پاس آئے تو اُنکو آواز دی گئی۔ نہ وہاں یہ بیان ہوا ہے کہ آگ نے آواز دی نہ یہہ بیان ہوا ہے کہ آگ میں سے آواز آئی بلکہ باوجودیکہ آگ کا ذکر وہاں موجود ہے اور پھر نودی صیغہ مجہول کا آیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آواز یا کلام کو آگ سے کچھہ تعلق نہیں تھا۔ مثلاً ایک شخص دریا میں سے پانی بھرنے جاوے اور وہ کہے کہ جب میں دریا کے قریب پہونچا تو میں نے پکارنے کی آواز سنی۔ اس سے یہہ لازم نہیں آتا کہ خواہ نخواہ دریا میں سے وہ آواز آئی۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰ آگ کے قریب پہونچے تو اُن کے کان میں آواز آئی۔ پس اس بات کا قرار دینا کہ وہ آواز آگ میں سے آئی تھی کسی طرح قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا۔

علاوہ اسکے سورہ قصص میں بیان ہوا ہے کہ مبارک جنگل کے کنارہ سے ایک درخت کی طرف سے وہ آواز آئی تھی اور یہہ آیت نص صریح اس بات کی ہے کہ آگ میں سے آواز نہیں آئی تھی۔

سورہ قصص کی آیت میں آواز کا آنا من الشجرۃ بیان ہوا ہے لفظ من سے خاص درخت میں سے آواز کا آنا نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس آیت میں خود خدا نے جانب کے معنی کی تصریح کر دی ہے جہاں فرمایا ہے من جانب الطور۔ اور اُسی تصریح پر من شاطی الواد الایمن۔ ای من جانب الشاطیٔ الواد الایمن۔ من الشجرۃ ای من جانب الشجرۃ محمول کیا جاتا ہے۔ اور یہہ خیال کرنا کہ یہہ شجر وہ شجر تھا جس میں آگ روشن ہوئی تھی اور درخت سبز کا سبز تھا اور نہیں جلتا تھا اور حضرت موسیٰ نے اسی سبز درخت میں آگ دیکھی تھی یہودیوں کی کتابوں کی کہانیاں اور بے ثبوت قصے ہیں قرآن مجید سے مطلق ثابت نہیں ہے۔ سورہ یٰسین میں جو آیا ہے کہ من الشجر الاخضر نارا اُسکو حضرت موسیٰ کے قصہ سے کچھہ بھی تعلق نہیں ہے۔

۳۔ تجلی للجبل کی نسبت بہت تھوڑی گفتگو کرنی ہے حضرت موسیٰ نے یہہ کہا۔ رب ارنی انظر الیک۔ اسکی تفصیل سورہ بقر میں بیان ہو چکی ہے * کہ کس حالت ذہول میں حضرت موسیٰ نے

* دیکھو جلد اول صفحہ ۱۰۳ ۔ ۱۰۴

وَاُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیۡنَ ﴿۱۱۷﴾ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۱۸﴾

یہہ ناممکن خواہش خدا سے کی تھی اُسکا جواب خدا کی طرف سے بجز لن ترانی کے اور کچھہ نہیں ہوسکتا تھا مگر جو کہ خدا کا وجود اُسکی تمام مخلوقات سے اور خصوصاً ایسی مخلوق سے جو لوگوں کی آنکھہ میں زیادہ تر عجیب ہیں ثابت ہوتا ہے اِس لئے خدا نے حضرت موسیٰ کو اُس عجیب مخلوق کی طرف متوجہ کیا جو اُنکے قریب موجود تھی اور جس سے خدا کی شان و قدرت ظاہر ہوتی تھی- یعنی اُس آتشین پہاڑ کی طرف جو روشن ہونا شروع ہوا تھا اور جکی لو کو حضرت موسیٰ دیکھکر آگ لینے دوڑے تھے مگر جب وہ پہاڑ بھڑکا اور گرجا اور اُسکے پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر اوڑے تو حضرت موسیٰ غش کھاکر گرے- پہر جب ہوش ہوا تو اُس سوال سے توبہ کی اور کہا انا اول المومنین-

تجلی خدا کی اُسکی تمام مخلوق میں موجود ہے جیسا کہ ہم نے سورہ بقر میں بیان کیا ہی ۴ پس فلما تجلے ربہ للجبل- کے معنی یہہ ہیں کہ فلما ظہر شان ربہ وکمال قدرتہ علی الجبل استرھب موسےٰ وخر صعقا-

سیزدہم- بیان کتابت فی الالواح

یہہ لوحیں پتھر کی تختیاں تہیں جن پر وہ احکام کہدے ہوئے تھے جو بنی اسرائیل کے لئے خدا نے دیئے تھے توریت میں ایک جگہہ لکھا ہے کہ جب خدا نے موسیٰ کو سب احکام بتا دیئے تو موسیٰ نے اُن تمام حکموں کو جو خدا نے دیئے تھے لکھہ لیا- (سفر خروج باب ۲۴ ورس ۴) اس سے اسقدر ثابت ہوتا ہی کہ حضرت موسیٰ کو لکھنا آتا تھا- دوسری جگہہ لکھا ہے کہ خدا نے موسیٰ سے کہا کہ میرے پاس پہاڑ پر آ کہ میں پتھر کی لوحیں اور توریت اور اَور احکام جو میں نے لکھے ہیں تجھکو دوں تاکہ بنی اسرائیل کو تعلیم کرے (سفر خروج باب ۲۴ ورس ۱۲) اور ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ جب خدا موسیٰ سے بات چیت کر چکا تو لوحیں شہادت کی یعنی پتھر کی لوحیں جو خدا کی اُنگلی سے لکھی ہوئی

قال یاموسیٰ انی اصطفیتک علے الناس برسالاتی وبکلامی فخذ ما آتیتک وکن من الشاکرین وکتبنا له فی الالواح من کل شیٔ موعظة وتفصیلا لکل شیٔ فخذها بقوة وأمر قومك یاخذوا باحسنها ساؤریکم دار الفاسقین- سورہ اعراف- ۱۴۱ و ۱۴۲

ولما رجع موسیٰ الی قومه غضبان اسفا قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم والقی الالواح واخذ

۴ دیکھو دیباچہ صفحہ ۲۰۶

اور گرادیئے گئے ساحر سجدہ کرتے ہوئے (۱۱۷) بولے کہ ہم ایمان لائے عالموں کے پروردگار پر (۱۱۸)

براس اخیہ یجرہ الیہ - ولما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح وفی نسختہا ھدی ورحمۃ للذین ھم لربھم یرھبون - سورہ اعراف - ۱۴۹ - ۱۵۳ -

تھین موسیٰ کو سپرد کیں (سفر خروج باب ۳۱ ورس ۱۸) اور ایک جگہہ پر لکھا ہے کہ چالیس دن رات پہاڑ پر رہنے کے بعد خدا نے دو پتھر کی لوحین جو خدا کی اونگلی سے لکھی گئی تھیں موسیٰ کو دین اور جو کچھہ خدا نے پہاڑ میں بنی اسرائیل کے سرداروں سے آگ کے بیچ میں سے کہا تھا لکھا گیا تھا سفر توریۃ مثنی باب نہم ورس ۱۰ و ۱۱) بعد اسکے جب حضرت موسیٰ اُن لوحوں کو لیکر آئے اور ہارون پر خفگی ہونیکی حالت میں اُنکو پھینک دیا اور وہ ٹوٹ گئیں تو خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنے لیئے پتھر کی دو لوحیں پہلی لوحوں کی برابر بناوے اور میرے پاس پہاڑ میں لا اور اُنکے لیئے لکڑی کا ایک صندوق بنا - جو کلمات کہ پہلی لوحوں پر لکھے ہوئے تھے وہ میں پھر ان لوحوں پر لکھہ دونگا - موسیٰ نے ایسا ہی کیا اور خدا نے پہلی تحریر کے موافق اُن دس کلموں کو جو خدا نے بنی اسرائیل سے پہاڑ پر آگ کے بیچ میں سے کہے تھے لکھدیئے اور لوحیں موسیٰ کو دیدین موسیٰ نے احتیاط سے اُنکو صندوق میں رکھہ چھوڑا (سفر توریت مثنی باب ۲۰ ورس ۱ لغایت ۵) یہہ بات ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ خدا کی شان اور اُسکے تنزہ سے بعید ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھہ سے یا اپنی اُنگلی سے مثل ایک سنگتراش کے پتھر پر عبارت کندہ کرے یہودی اور عیسائی اور وہ تمام لوگ بھی جو ایسے واقعات کو ہمیشہ ایک عجیب پیرایہ میں ظاہر کرنا چاہتے ہیں اُن لفظوں کے جو توریت میں ہیں ظاہری معنی نہیں لیتے بلکہ یہہ سمجہتے ہیں کہ ان لفظوں سے یہہ مراد ہے کہ خدا کی قدرت سے وہ کلمات اُسپر کھد گئے تھے - تمام حالات سے اور اُس طرز بیان سے جو توریت میں آیا ہے بخوبی پایا جاتا ہے کہ وہ لوحیں خود حضرت موسیٰ نے بنائی تھیں اور جو احکام خدا نے اُنکو دیئے تھے وہ خود حضرت موسیٰ نے اُنپر کندہ کئے تھے -

ہمارے علمائے مفسرین نے اس بات پر بحث کی ہے کہ وہ لوحیں کس چیز کی تھیں اور کے تھیں بعضوں نے کہا دس تھیں بعضوں نے کہا سات تھیں کسی نے کہا زمرد کی تھیں کسی نے کہا کہ سبز زبرجد کی اور سُرخ یاقوت کی تھیں حسن نے کہا کہ لکڑی کی تھیں جو آسمان سے اُتری تھیں اور وہب کا قول ہے کہ وہ سخت پتھر کی تھیں اُنکو خدا نے موسیٰ

وقال وھب کانت من صخرۃ صماء لینھا اللہ لموسیٰ علیہ السلام (تفسیر کبیر)

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۹﴾

کے لئے نرم کر دیا تھا۔

بہر حال وہ لوحیں کسی چیز کی ہوں وہ چنداں بحث کے قابل نہیں ہے جو امر بحث طلب ہو وہ یہہ ہے کہ اُنپر لکھا کس نے تھا ہمارے علمار نے درحقیقت اُسمیں سکوت اختیار کیا ہے اگرچہ بعضوں کا قول ہے کہ جبرائیل نے لکھا تھا مگر تفسیر کبیر میں قول فیصل یہہ لکھا ہے کہ آیت کے لفظوں سے کتابت فی الالواح کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی پس اگر اور کسی قوی دلیل سے اُسکی کیفیت معلوم نہ ہو تو سکوت کرنا چاہیئے۔

واما کیفیة الکتابة فقال ابن جریج کتبها جبرئیل بالقلم الذی کتب به الذکر واستمد من نهر النور واعلم انه لیس فی لفظ الایة مایدل علی کیفیة تلك الالواح وعلی کیفیة تلك الکتابة فان ثبت ذلك التفصیل بدلیل منفصل قوی وجب القول به والا وجب السکوت عنه (تفسیر کبیر)

میں یہہ بات کہنی چاہتا ہوں کہ آیت کے لفظوں سے یہہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ اُن لوحوں کا کاتب نہ تھا کیونکہ تمام قرآن مجید میں لفظ "کُتِبْنَا" کا جہاں آیا ہے اُس سے خدا کی نسبت فعل کتابت کی مراد نہیں لیگئی بلکہ مقرر کرنے فرض کرنیکے معنی لئے گئے ہیں چنانچہ "کتبنا علیھم" کے ہر جگہہ سب علمار نے یہی معنی قرار دیے ہیں "علے" اور "لہ" جو کتابت کے صلہ میں آتا ہے اس سے کچھہ تغیر معنی میں نہیں ہوتا بلکہ "فی" کے صلہ میں آنے سے بھی کچھہ تغیر واقع نہیں ہوتا چنانچہ سورہ انبیاء کی ایک سو پانچویں آیت میں یہہ الفاظ آئے ہیں "ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون" یہہ بات ظاہر ہے کہ زبور کا لکھنا یعنی فعل کتابت کسی نے بھی خدا کی طرف منسوب نہیں کیا پس اسکے معنی یہی ہیں کہ "فرضنا فی الزبور" پس قرآن مجید کی کوئی آیت اس بات پر اشارہ بھی نہیں کرتی کہ اُن لوحوں کا کاتب خدا تھا۔ بلکہ جسطرح خدا تعالیٰ کبھی بندوں کے اور اشیار کے بعض افعال کو اپنی طرف نسبت کرتا ہے اسطرح بھی فعل کتابت الواح کا خدا نے اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔

اب رہی یہ بات کہ پھر اُنپر کسنے لکھا تھا حضرت موسیٰ کے سوا وہاں اور کوئی لکھنے والا نہ تھا۔ و یہ جو یہہ کہا ہے کہ وہ سخت پتھر کی لوحیں تھیں خدا نے موسیٰ کے لئے اُنکو نرم کر دیا تھا۔ اِس ہی صاف پایا

موسیٰ وہاروں کے پروردگار پر (۱۱۹)

جاتا ہے کہ وہب کے نزدیک بھی حضرت موسیٰ ہی اُنکے لکھنے والے تھے۔

حضرت موسیٰ ایک مہینہ میں واپس آنیکا اقرار کرکے پہاڑ پر گئے تھے اُنکو جو مہینہ بھر عبادت میں مشغول رہنے کا حکم ہوا وہ اُسی کو میعاد عطاے احکام سمجھے حالانکہ احکام اُسکے بعد ملنے کو تھے چنانچہ دس روز میں وہ احکام ملے یا اُنکے کھودنے میں دس دن لگ گئے غرضکہ چالیس دن رات ہو گئے خدا نے جو احکام اُنکو وحی سے بتاے تھے اُنھوں نے چاہا کہ اُنکو پتھر کی لوحوں میں کندہ کرلیں اور بنی اسرائیل کو جاکر دکھائیں۔ وعدہ سے زیادہ دس دن لگ جانے سے بنی اسرائیل کو اُنکے واپس آنے کی توقع جاتی رہی اور اُنھوں نے اپنے لئے معبود دیوتا کے جیسا بنالیا اور اُسکی پوجا کرنے لگے۔

چہاردہم ۔ اتخاذ عجل

بچھڑا بنانیکا کچھ مختصر سا ذکر ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں لکھا ہے مگر اس مقام پر اُسکے متعلق خاص باتوں سے بحث کرنی چاہتے ہیں اور اول اُن آیتوں کو لکھتے ہیں کہ جن سے وہ بحث متعلق ہے۔

خدا نے سورہ اعراف میں فرمایا ہے اور بنایا موسیٰ کی قوم نے موسیٰ کے پہاڑ پر جانے کے بعد اُنکے گہنوں سے بچھڑا مجسم کہ اُسکے لیے آواز تھی یعنی اُس میں سے آواز نکلتی تھی اور سورہ طٰہٰ میں فرمایا ہے کہ۔ اے موسیٰ کیا چیز تجھکو تیری قوم سے چھوڑا کر ایسی جلدی لے آئی۔ موسیٰ نے کہا کہ وہ لوگ میری پیروی پر ہیں اور میں جلد چلا آیا تیرے پاس تاکہ تو راضی ہو۔ خدا نے کہا کہ بیشک میں نے تیری قوم کو تیرے پیچھے آفت میں ڈالا ہے اور سامری نے اُسکو گمراہ کیا ہے۔ پھر لوٹ آیا موسیٰ اپنی قوم کے پاس غصہ میں بھرا ہوا غمگین کہا اے میری قوم کے

واتخذ قوم موسیٰ من بعده من حليهم عجلا جسدا له خوار الم يروا انه لا يكلمهم ولا يهديهم سبيلا ۔ سوره اعراف ۱۴۶

وما اعجلك عن قومك يا موسى قال هم اولاء على اثري وعجلت اليك رب لترضى قال فانا قد فتنا قومك من بعدك واضلهم السامري فرجع موسى الى قومه غضبان اسفا قال يا قوم الم يعدكم ربكم وعدا حسنا افطال عليكم العهد ام اردتم ان يحل عليكم غضب من ربكم فاخلفتم موعدي قالوا ما اخلفنا موعدك بملكنا ولكنا حملنا اوزارا من زينة القوم فقذفناها فكذلك القى السامري فاخرج لهم عجلا جسدا له خوار فقالوا هذا الهكم واله موسى فنسي افلا يرون الا يرجع اليهم قولا ولا يملك لهم ضرا ولا نفعا ولقد

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ

قال لهم هارون من قبل یا قوم انما فتنتم به وان ربكم الرحمن فاتبعونی واطیعوا امری قالوا لن نبرح علیه عاكفین حتی یرجع الینا موسیٰ قال یا هارون مامنعك اذ رایتهم ضلوا الا تتبعن افعصیت امری قال یا ابنؤم لا تاخذ بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی قال فما خطبك یا سامری قال بصرت بما لم یبصروا به فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها وكذلك سولت لی نفسی

۲۰۔ سورہ طٰہٰ۔ ۸۵۔ لغایت ۹۶۔

لوگو کیا تمہارے پروردگار نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا کیا تمپر لمبی مدت گذر گئی یا تم نے یہہ چاہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے غضب نازل ہو پھر تم نے میرے وعدہ کے برخلاف کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے اختیار سے تیرے وعدہ کے برخلاف نہیں کیا ولیکن ہم سے فرعون کی قوم کے گہنوں کا بوجہہ اوٹھوایا گیا پہر ہم نے اُسکو پھینک دیا اور اسیطرح سامری نے ڈالدیا (آگ میں) پہر اُس نے اُنکے لئے ایک بچھڑا نکالا جسم کہ اُسکے لئے آواز تھی یعنی اُس میں سے آواز بہی نکلتی تہی۔ پہر اُن لوگوں نے کہا کہ یہہ تمہارا پروردگار اور موسیٰ کا پروردگار ہے۔ پہر موسیٰ بہول گیا ہے۔ کیا اُنہوں نے نہیں دیکہا کہ وہ پہر کر اُنکی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ اُسکے اختیار میں اُنکے لئے ضرر پہونچانا ہے نہ فائدہ۔ بیشک اس سے پہلے ہارون نے اُن سے کہا تہا کہ اے میری قوم تم اُسکے سبب سے آفت میں پڑے ہو اور بیشک تمہارا پروردگار خدائے مہربان ہے پہر تم میری پیروی کرو اور میرے حکم کو بجالاؤ اُنہوں نے کہا کہ ہم تو اُسی کے گرد بیٹھے رہیں گے جب تک پہر ہمارے پاس موسیٰ آوے۔ جب موسیٰ آئے تو اُنہوں نے کہا اے ہارون کس چیز نے تجھکو اس بات سے روکا کہ جب تو نے اُنکو گمراہی میں دیکہا تو تو میری پیروی کرے کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی ہارون نے کہا اے میری ماں جائے (بہائی) تم میری ڈاڑہی اور میرے سر کے بال مت پکڑو بیشک میں اس بات سے ڈرا کہ تم یہ نہ کہو تو نے تفرقہ ڈال دیا بنی اسرائیل میں اور میری بات کو نگاہ نہ رکہا۔ موسیٰ نے کہا اے سامری تیرا کیا حال ہے اُس نے کہا کہ مجھے ایسی بات سوجھی جو کسی کو وہ نہ سوجھی تہی پہر میں نے رسول کے نقش قدم سے (یعنی حضرت موسیٰ کے نقش قدم سے جبکہ وہ پہاڑ کو جاتے تہے) مٹی کی مٹھی بہر لی پہر اُسکو بچھڑے میں میں نے ڈالدیا اور اسطرح میرے نفس نے مجہکو دہوکا دیا۔

قرآن کے لفظ ہم نے اس مقام پر لکہے ہیں اور اُنکا مطلب بہی جو صاف صاف قرآن کے لفظوں سے

فرعون نے کہا کہ تم ایمان لا آئے اس سے پہلے کہ میں تمکو اجازت دوں

نکلتا ہے لکھدیا یا اب ہمارے عجایب پرست مفسروں نے اُسپر لغو و بیہودہ قصوں پر قصے باندہ دیئے ہیں- پہلے تو یہہ قرار دیا کہ اُس بچھڑے میں اسی طرح کی آواز تھی جس طرح کہ سچ مچ کی اور خدا کی پیدا کی ہوئی بچھڑے میں آواز ہوتی ہے- پھر ضرور ہوا اُس کا کوئی سبب بھی قرار دیں اسلیئے ''الرسول'' کے لفظ سے تو جبرئیل مراد لئے ''بصرت'' سے یہ معنی لئے کہ سامری نے جبرئیل کو دیکھا تھا اور اور کسی نے نہیں دیکھا تھا اور وہ کہاں عین اُسوقت جبکہ بحر احمر سے بنی اسرائیل گذر رہے تھے اور فرعون تعاقب میں تھا اور فرعون کے لشکر اور بنی اسرائیل کے لشکر کے درمیان میں جبرئیل آگئے تھے اُسوقت سامری نے انکو دیکھا اور پہچان لیا اور نہایت دور اندیشی سو انکی یا اُنکے گھوڑے کی (کیونکہ بعض مفسرین کے نزدیک اُسوقت جبرئیل گھوڑے پر چڑھے ہوے تھے) پاؤں تلے کی مٹی اٹھالی کہ کسیوقت کام آویگی اور یہاں اُسکو کام میں لایا اور بچھڑے کی مونھہ میں ڈالدی وہ سچ مچ خدا کے پیدا کئے ہوے بچھڑے کی مانند بولنے لگا-

ان خرافات و لغویات کا کچھہ ٹھکانا ہے کیسے جبرئیل وہ کہاں تھے کجا سمندر کہاں کی بات کہاں لے دوڑے سمندر میں جبرئیل کا آنا کیسا اُنکا گھوڑے پر سوار ہونا کیسا اللہ کے رسول یعنی موسیٰ وہاں موجود تھے جنکی طرف صاف اشارہ ہی ہمارے مفسرین خدا انکو بخشے انکو چھوڑکر سمندر میں جا دوڑے ایک لفظ بھی قرآن مجید کا اسبات پر دلالت نہیں کرتا کہ اُس بچھڑے میں سچ مچ کی اور خدا کی پیدا کئے ہوے بچھڑے کی مانند آواز تھی بلکہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سامری نے اُس بچھڑے کو اسطرح بنایا تھا کہ اُس میں سے آواز بھی نکلتی تھی ہزاروں جانور اب بھی کاریگر اس طرح سے بناتے ہیں کہ وہ اُڑتے ہیں ہلتے ہیں حرکت کرتے ہیں بولتے ہیں- سامری نے بھی اُس بچھڑے کو ایسی کاریگری سے بنایا تھا کہ اس میں سے آواز بھی نکلتی تھی سیدھے مطلب کو ٹیڑھا کرنا ہمارے مفسروں کی عجایب پرستی اور یہودیوں کی تقلید کے سوا کچھہ نہیں ہے مذہب اسلام اور خدا کا کلام یعنی قرآن مجید ان سب لغویات سے پاک ہے

وقال اکثر المفسرین من المعتزلۃ انہ کان قد جعل ذلک العجل مجوفا و وضع فی جوفہ الانابیب و یظھر منہ صوت

یہی قول معتزلی عالموں کا بھی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اکثر معتزلی مفسروں کا یہہ قول ہے کہ سامری نے وہ بچھڑا اندر سے

اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ

کہوکہلا بنایا تہا اور اُس کے اندر نلیان لگائی تہیں اُن ہی آواز بچہڑے کی آواز کے مشابہ نکلتی تہی اور اَور مفسروں نے یہہ کہا کہ وہ مورت کہوکہلی تہی اور جہان وہ بچہڑا کہڑا کیا گیا تہا اُس کے نیچے ایک ایسا مقام تہا جہان ایک شخص کہڑا ہوکر اُس میں پہونکتا تہا اور لوگ اُسکو نہیں جانتے تہے اُس کے پیٹ میں سے بچہڑے کی آواز کی مانند آواز سنتے تہے۔ اس قول کے قائل نے کہا کہ اب بہی لوگ اُن مورتوں میں جن میں پانی کے فوارے چہوٹتے معلوم ہوتے ہیں اور اسی قسم کی چیزین معلوم ہوتی ہیں ایسا ہی کرتے ہیں۔ پس اسی طرح اُس بچہڑے کی مورت سے آواز نکالی تہی پہر لوگوں کو بتایا کہ یہہ بچہڑا اُنکا خدا اور موسیٰ کا خدا ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں لکہا ہی کہ جبائی نے بچہڑے کی آواز کی نسبت بیان کیا ہی کہ سامری نے بچہڑا بنایا اُسکو اندر سے خالی رکہا اُسمیں ہوا جاتی تہی پہر اُس ہی بچہڑے کی آواز کی مانند آواز نکلتی تہی اور اُس نے لوگوں سے اُس کی پوجا کرنے کو کہا اُن لوگوں نے مان لیا اور اُسکی پوجا کی۔

مخصوص لیشبه خوار العجل وقال اخرون انه جعل ذلك التمثال اجوف وجعل تحته فی الموضع الذی نصب فیه العجل من ینفخ فیه من حیث لا یشعر به الناس فسمعوا الصوت من جوفه کالخوار قال صاحب هذا القول والناس قد یفعلون الان فی هذه التصاویر التی یجرون فیها الماء علی سبیل الفوارات وما یشبه ذلك فبهذا الطریق وغیره ظهر الصوت من ذلك التمثال ثم القی الی الناس ان هذه العجل الههم واله موسی (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۳۱)

تاول الخوار علی ان السامری صاغ عجلا وجعل فیه خروقا یدخله الریح فیخرج منها صوت کالخوار ودعاهم الی عبادة فاجابوه وعبدوه عن الجبائی وقیل انه احتال بادخال الریح کما یعمل هذه الالات التی تصوت بالحیل عن الزجاج والجبائی والبلخی (تفسیر مجمع البیان)

اور اُسی تفسیر میں زجاج اور جبائی اور بلخی کا قول ہے کہ سامری نے بچہڑے میں ہوا کے بہر دینے سے فریب کیا تہا جسطرح اس قسم کی چیزیں دہوکا دینے کے لئے بنائی جاتی ہیں۔

بات صرف اسقدر ہی کہ مصر میں رہنے سے بنی اسرائیل کے دل میں بت پرستی کا خیال جما ہوا تہا وہ چاہتے تہی کہ اُنکے لئے کوئی دیوتا بنایا جاوے حضرت موسیٰ سے بہی اُنہوں نے چاہا تہا کہ اُنکے لئے ایک دیوتا بنادیں اُنہوں نے اُنکو دہمکا دیا جب وہ پہاڑ پر چلے گئے تو حضرت ہارون کا اُتنا خوف اُنکو نہ تہا اُنکے منع کرنے سے اُنہوں نے نہ مانا مصر میں ایک دیوتا تہا جسکا نام منوس تہا اور اُسکی مورت بچہڑے کی سی تہی اُسی صورت کا اُنہوں نے بچہڑا بنایا اور بنانیوالے نے اُس میں ایسی ترکیب رکہی کہ اُس ترکیب سے بچہڑے میں آواز نکلتی تہی اور لوگوں کو دہوکا و فریب دینے کے لئے

بیشک یہہ ایک مکر ہے کہ تم نے کیا ہی اس شہر میں

حضرت موسیٰ کے پاؤن تلے کی مٹی حقیقتاً یا صرف دہوکا دینے کو اُس مٹی کو حضرت موسیٰ کے پاؤن تلے کی مٹی بیان کرکے بچھڑے میں ڈالدی۔ خود قرآن مجید میں سامری کا قول منقول ہو کہ۔

کذلک سولت لی نفسی۔ یعنی اسطرح اُسکے نفس نے دہوکا دیا۔

اس مقام پر قابل غور یہہ بحث ہے کہ بچھڑا بنانیوالا کون تھا توریت میں لکھا ہے کہ خود حضرت ہارون بچھڑا بنانے والے تھے اور خود اُنہوں نے ہی بچھڑے کی پرستش کروائی۔ مگر جب ہم خود توریت کے مضامین پر خیال کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے ہارون کو بھی برکت دی تھی اور تمام احکام جو خدا نے موسیٰ کو دیئے تھے انکی حضرت ہارون ہی تعمیل کرتے تھے بلکہ حضرت موسیٰ تو صرف نام ہی کے تھے خدا کے تمام احکام بذریعہ حضرت ہارون پورے ہوتے تھے تو ہم اسبات کو کہ حضرت ہارون اُس بچھڑے کے بنانیوالے اور بت پرستی کی اجازت دینے والے تھے جیسا کہ توریت میں لکھا ہے صحیح تسلیم نہیں کرسکتے۔ یہہ بات ممکن ہے کہ یہہ بچھڑا اُس زمانہ میں بنایا گیا جبکہ حضرت موسیٰ پہاڑ پر تھے اور حضرت ہارون کو تمام بنی اسرائیل پر سردار کرگئے تھے اور انکی عہد سرداری میں یہہ بچھڑا بنا اس لیئے حضرت ہارون کی طرف منسوب کیا گیا۔ مگر یہہ بات کہ خود حضرت ہارون اُسکے بنانے والے تھے کسی طرح صحیح متصور نہیں ہوسکتی۔

قرآن مجید نے صاف صاف بتادیا کہ حضرت ہارون نہیں بلکہ سامری اُسکا بنانیوالا تھا۔ ہمارے مفسرین کی جیسی عادت ہو کہ تفسیروں میں رطب و یابس صحیح و غلط روایتیں بھر دیتے ہیں اسیطرح سامری کی نسبت بھی روایتیں بھردی ہیں جن میں سے بعض میں کچھہ اصلیت بھی ہو مگر ٹھیک طور پر بیان نہیں کیں۔ اور بعضوں نے نہایت غلطی سے سامری خاص نام بنانیوالے کا سمجھا ہو جو صریح غلط ہو

عیسائی علماء نے یہہ بات چاہی ہو کہ قرآن مجید کی غلطی ثابت کریں مسٹر سلیڈن نے کہا کہ در اصل ہارون اور سامری ایک ہی شخص ہے نعوذ باللہ آنحضرت صلعم نے غلطی سے اُنکو دو سمجھا ہے سمر یا شامر عبری لفظ ہے اور اُسکے معنی محافظ کے ہیں اور جبکہ موسیٰ پہاڑ پر گئے تھے تو ہارون بنی اسرائیل کے محافظ ہوئی تھی اور اِسلیئے وہی شامر تھے۔

لِتُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿۱۲۰﴾

مگر مسٹر سیلڈن کا یہہ قیاس محض غلط ہے اس لئے کہ اگر یہہ لفظ قرآن مجید میں اخذ کیا جاتا تو اُس کے ساتھہ یاے نسبت کسی طرح نہیں آسکتی تھی۔ اگر وہ علم یعنی خاص شخص کا نام متصور ہوتا تو اُس پر الف لام نہین آسکتا تھا حالانکہ قرآن مجید میں یاے نسبت اور الف لام دونون موجود ہیں یعنی "السامری" آیا ہے پس یہہ دونون خیال محض غلط ہیں

صحیح امر جسکو ہمارے مفسرین نے بھی بیان کیا ہے یہہ ہیکہ بچھڑے کا بنانیوالا سامرتن والون کا ایک شخص تھا جسکا نام بیان نہیں ہوا ہے "السامری" کے معنی یہہ ہیں کہ "رجل من الذین ھم السامرۃ"

مسٹر سیل نے اسپر یہہ اعتراض کیا ہے کہ اُس زمانہ میں سامرتن قوم موجود نہ تھی بلکہ اُسکے بہت زمانہ بعد وہ قوم بنی تھی۔

مگر اس اعتراض میں بھی غلطی ہے قرآن مجید کے الفاظ سے اُس قوم کا اسوقت یہی نام ہونا لازم نہیں آتا بنی اسرائیل کے بارہ سبط تھے اور سب ایک سلطنت کے ماتحت تھے مگر جب "رحبعام" حضرت سلیمان کا بیٹا بادشاہ ہوا تو بنی اسرائیل کے دس سبط نے اُس سے بغاوت کی "یاربعام" پسر نباط کو اپنا بادشاہ بنایا اُس نے اپنے ملک میں بمقام بیت ایل اور دان کے سونیکے بچھڑے بنائے (دیکھو اول سلاطین باب ۱۲ ورس ۲۸ و ۲۹ اور اُنکی پرستش شروع کی۔ جبکہ "عمری" اُن لوگوں پر بادشاہ ہوا تو اُس نے کوہ شومون کو اُسکے مالک سے جسکا نام شمر تھا خرید لیا اور وہان شہر بنایا جو دار الخلافۃ ہوگیا (دیکھو اول سلاطین باب ۱۶ ورس ۲۳۔ لغایت ۲۵) اور اُسی سبب سے وہ لوگ سمارتن یا شامری یا سامری مشہور ہوے اور وہ قوم جس مین کے شخص نے بنی اسرائیل کیلئے بچھڑا بنایا تھا قرآن مجید کے بہت پہلے سے سامری کے نام سے کہلاتی تھی۔ قرآن مجید میں السامری کہنے سے صرف یہہ اشارہ ہے کہ اُسکا بنانیوالا اُس قوم میں سے تھا جنہون نے آخر کار یاربعام کی اطاعت کرکے سونیکے بچھڑون کی پرستش کی تھی اور جو لوگ سامری یعنی سمارتن کے لقب سے مشہور ہیں۔

جو لوگ کہ توریت کے اُن مقامات کو جو قرآن مجید کے بیان کے مخالف ہیں قرآن مجید کی غلطی ثابت کرنیکو پیش کرتے ہیں اونکو ایسی جرأت کرنے سے پہلے توریت کے تمام مقامات متنازعہ کی صحت ثابت کرنی چاہئیے

تاکہ اُس میں سے نکال دو اُسکے رہنے والوں کو پھر جلد تم جان لوگے (۱۲۰)

اور انکو اس بات کا بھولنا نہیں چاہیئے کہ اتبک یہہ بھی تحقیق نہیں ہوا ہے کہ موجودہ توریت کس نے لکھی اور کب لکھی گئی خود توریت سے ثابت ہوتا ہے کہ اُسکے مضامین یاد سے اور کچھہ تحریروں سے اخذ کئے گئے ہیں اور بہت سی باتیں جو اُس زمانہ میں جبکہ وہ لکھی گئی یہودیوں میں مشہور یا مروج تہیں وہ بھی اُسمین داخل کیگئی ہیں اور جو مضامین اُس میں داخل ہیں وہ ایسے افسانہ آمیز ہیں کہ جب تک اُن افسانوں کو علیحدہ نہ کیا جاوے اصل واقعہ پر بھی کسی طرح یقین نہیں ہوسکتا۔ بشپ نیٹال نے جو کچھہ اُسکی نسبت لکھا ہے اُسکو بھی بھولنا نہیں چاہیئے پس یہہ امر کہ کوئی واقعہ جو توریت کے برخلاف ہو وہ صحیح نہیں ہے اُسکو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کرسکتا۔ بلاشبہ توریت میں احکام الٰہی بھی مندرج ہیں اور وہ "فیھا ھدی و نور" کہنے کے مستحق ہیں اور تاریخی واقعات بھی ہیں جو غلطی سے پاک نہیں۔

پانزدہم۔ ستر آدمیوں کا منتخب کرنا۔

قرآن مجید میں ایک جگہہ یہہ بیان ہوا ہے کہ موسیٰ کی قوم نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہم تجھپر ایمان نہیں لانیکے جب تک کہ ہم کہلم کہلا خدا کو نہ دیکھہ لیں اور سورہ اعراف میں فرمایا ہے کہ موسیٰ نے ستر آدمیوں کو خدا کے وعدہ کی جگہہ لیجانیکے لیے منتخب کیا حضرت موسیٰ نے بھی بحالت ذہول خدا سے کہا تہا کہ "رب ارنی انظر الیک" خدا نے جواب دیا تہا کہ "لن ترانی ولکن انظر الی الجبل"

> واذ قلتم یا موسیٰ لن نومن لک حتی نری اللہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون۔ سورہ بقر آیت ۵۲۔
> واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا۔ سورہ اعراف آیت ۱۵۴

بنی اسرائیل نے بھی حضرت موسیٰ سے کہا کہ ہمیں خدا کو دکہلا دو حضرت موسیٰ پر یہہ واقعہ خود گذر چکا تہا اور وہ جان چکے تھے کہ خدا کا دیکھنا محال ہے بلکہ صرف خدا کے وجود پر ایقان ہی خدا کا دیدار ہے۔ اور خدا کے وجود پر ایقان اُسکی عجایب مخلوقات پر غور و فکر کرنے اُسکے دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو بھی اُس عجیب ہیبت ناک آتشین پہاڑ کی طرف خدا پر ایقان لانیکے لیئے متوجہ کیا تہا اسی طرح حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے ستر آدمیوں کو خدا کی اُس قدرت کاملہ اور تجلی شان کے دکہانے کو منتخب کیا تاکہ اُنکو بھی ایقان وجود باری عز اسمہ پر حاصل ہو

خدا کا دیکھنا دنیا میں نہ ان آنکھوں سے ہوسکتا ہے اور نہ اُن آنکھوں سے جو دل کی آنکھیں کہلاتی ہیں اور نہ قیامت میں کوئی شخص خدا کو دیکھہ سکتا ہے وہ بیچون و بیچگون ہے کسی حیز و صورت میں آنے کے قابل ہی نہیں ہے پھر وہ کیونکر دنیا میں یا عقبیٰ میں دکہائی دے سکتا ہے۔ بہت سے عابد و زاہد دعویٰ

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

کرتے ہیں کہ ہم نے ان آنکھون سے دنیا ہی میں خدا کو دیکھا ہے۔بہت سے کہتے ہیں کہ اِن آنکھون سے نہیں بلکہ دل کی آنکھون سے دیکھا ہے۔اُنھوں نے دیکھا دکھایا کچھہ نہیں بلکہ خود اُنہی کا خیال یا ایقان ہے جو اُنہوں نے دیکھا ہوگا۔عقبیٰ میں بھی اگر خدا کا دیکھنا تسلیم کیا جاوے تو وہ بھی خدا کا دیکھنا نہوگا بلکہ خود اُنہی کا ایقان اُنکو دکھائی دیگا نہ خداے بیچون وبے چگون وبے مثل وبے نمون۔

علماے ظاہر بین جو اِس مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھتے صرف لفظون پر بحث کیا کرتے ہیں وہ اس مسئلہ کی حقیقت کے سمجھنے کے لایق ہی نہیں ہیں۔ہان علماے ربانی جنہوں نے اپنے نفس پر اور انسان کے نیچر پر غور کی ہے اُنکی سمجھہ اُس مسئلہ کی نسبت علماے ظاہری کی سمجھہ سے زیادہ اعتبار کے قابل ہی اور اُنمیں سے بھی بالتخصیص اُنکے جو باوجود علم باطنی کے علم ظاہری میں بھی بہت بڑا درجہ کمال کا رکھتے تھے اس مسئلہ کی تحقیق میں مرشدنا ومولانا عالم ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی نقشبندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھہ فرمایا ہے بجنسہ اِس مقام پر لکھا جاتا ہے۔

حضرت ممدوح قدس سرہ نے جلد سوم مکتوب نودہم میں جو بنام فقیر ہاشم کشمی لکھا ہے اور جس میں درباب کیفیت مشاہدہ قلب عرفا حق جل وعلا کو سوال کیا گیا تھا اسطرح ارقام فرمایا ہے" پرسیدہ بودند کہ بعضے از محققان صوفیہ اثبات رویۃ ومشاہدہ او تعالیٰ بدیدہ دل در دنیا میفرمایند کما قال الشیخ العارف فی کتابہ العوارف۔موضع المشاہدۃ بصر القلب الخ وشیخ ابواسحاق کلابادی قدس سرہ کہ از قدماء این طائفہ علیا است واز رؤساے ایشان در کتاب تعرف می آرد اجمعوا علیٰ انہ تعالیٰ لایریٰ فی الدنیا بالابصار ولا بالقلوب الا من جہۃ الایقان توفیق میان این دو تحقیق چیست ورائے تو بر کدام واجماع باوجود اختلاف بچہ معنیست بداں ارشدک اللہ تعالیٰ کہ مختار این فقیر دراین مسئلہ قول صاحب تعرف است قدس سرہ ومیداند کہ قلوب را دراین نشاء از ان حضرت جل سلطانہ غیر از ایقان نصیبی نیست آنرا رویۃ انگارند یا مشاہدہ وچون قلب را رویۃ نبود ابصار را چہ بود کہ او دریں نشاء دراین معاملہ بیکار ومعطل است غایۃ ما فی الباب معنی ایقان کہ قلب را حاصل شدہ است در عالم مثال بصورت رویۃ ظاہر می شود وموقن بصورت مرئی چہ در عالم مثال ہر معنی را صورتیست مناسب وچون در عالم شہادت کمال الیقین

بیشک میں کاٹ ڈالونگا تمہارے ہاتھ اور تمہاری پاؤں برخلافی سے

در رویۃ است آن ایقان نیز بصورت رویۃ در مثال ظاہر میگردد وچون ایقان بصورت رویۃ ظاہر شود متعلق آن کہ موقن بہ است ناچار بصورت مرئی آنجا ظاہر گردد وچون سالک آنرا در مرآت مثال مشاہدہ می نماید از توسط مرأت ذاہل گشتہ وصورت را حقیقت دانستہ می انگارد کہ حقیقت رویتے اورا حاصل گشتہ است ومرئی پیدا آمدہ نمی داند کہ آن رویت صورت ایقان اوست وآن مرئی صورت موقن بہ او- این از اغلاط صوفیہ است واز تلبسات صور بحقائق- وہمین دید چون غالب می آید واز باطن بہ ظاہر می توارد سالک را در توہم می اندازد کہ رویت بصری نیز حاصل گشت ومعلوم از گوش بہ آغوش آمد نمیداند کہ حصول این معنی چون در اصل کہ بصیرت است نیز مبنی بہ توہم وتلبس است بہ بصر کہ در این نشاء فرع اوست چہ رسد ورویت اوراز کجا حاصل شود در رویت قلبی جم غفیر از صوفیہ در توہم افتادہ اند وحکم بوقوع آن کردہ ودر رویت بصری مگر ناقصے ازین طائفہ در توہم وقوع آن افتادہ باشد کہ مخالف اجماع اہل سنت وجماعت است شکر اللہ سعیہم

سوال موقن بہ را چون صورت در مثال پیدا شد لازم آمد کہ حق را سبحانہ آنجا صورت بود-

جواب تجویز نمودہ اند کہ حق را سبحانہ ہر چند مثل نیست اما مثال است وروا داشتہ اند کہ در مثال بصورتی ظہور فرماید چنانچہ صاحب فصوص قدس سرہ رویت اخروی را نیز بصورت جامعہ لطیفہ مثالیہ مقرر ساختہ است وتحقیق این جواب آنست کہ آن صورت موقن بہ صورت حق نیست سبحانہ در مثال بلکہ صورت مکشوف صاحب ایقان است کہ ایقان او بہ آن تعلق گرفتہ است وآن مکشوف بعض وجوہ واعتبارات ذات حق است سبحانہ ذات حق جل وعلا لہذا چون معاملہ عارف بذات میرسد جل سلطانہ این قسم تخیلات پیدا نمے شود وہیچ رویت ومرئی متخیل نمیگردد چہ ذات اقدس سبحانہ را در مثال صورتے کائن نیست تا آنرا بصورت مرئی وانماید وایقان آنرا بصورت وانماید یا آنکہ گوئیم در عالم مثال صور معانی است نہ صورت ذات وچون عالم بتمامہ مظاہر اسماء وصفات است واز ذاتیہ بہرہ ندارد چنانچہ تحقیق آنرا در مواضع متعددہ نمودہ ایم پس ناچار بہ تمامہ از قسم معانی باشد ودر مثال آنرا صورتے کائن بود ودر کمالات وخوبی ہر جا صفت اوشان است کہ قیام بذات دارد از قبیل معانی است کہ اگر آنرا در مثال صورتے بود ولو بالنقص گنجایش دارد اما ذات اورا سبحانہ حاشا کہ در مرتبہ از مراتب صورت بود چہ صورت مستلزم تحدید

ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۲۱﴾ قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿۱۲۲﴾
وَمَا تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا
صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿۱۲۳﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ
مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ قَالَ
سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿۱۲۴﴾
قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ
لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۵﴾

وتقیید است در ہر مرتبہ کہ باشد مجوز نیست مراتب ہمہ کہ مخلوق او یند سبحانہ کجا گنجایش دارند کہ خالق را محدود
ومقید سازند ہر کہ تجویز مثال در آن حضرت جل شانہ نمودہ است باعتبار وجوہ واعتبارات است نہ باعتبار
عین ذات تعالیٰ وہر چند تجویز مثال در وجوہ واعتبارات حضرت ذات تعالیٰ ہم برین
فقیر گران است مگر آنکہ در ظلے از ظلال بعیدہ آن تجویز نمودہ آید ازین بیان واضح گشت کہ در
عالم مثال ارتسام صور معانی وصفات راکائن است نہ ذات تعالیٰ را پس آنچہ صاحب فصوص تجویز
رویت اخروی بصورت مثالیہ نمودہ است چنانچہ گذشت آن رویت حق نیست تعالیٰ بلکہ رویت
صورت حق ہم نیست سبحانہ چہ او را سبحانہ صورتے نیست تا رویت بآن تعلق پیدا کند واگر در
مثال صورتے ہست ظلے از ظلال بعیدہ او کائن است پس رویت آن رویت حق چرا باشد
سبحانہ شیخ قدس سرہ در نفی رویت حق جل وعلا از معتزلہ وفلاسفہ ہیچ کم پایی نمیکند بلکہ اثبات رویت
نہجے مینماید کہ مستلزم نفی رویت است وآن ابلغ در نفی است از صریح نفی لان الکنایۃ ابلغ من
التصریح قضیہ مقررہ است این قدر فرق است کہ مقتداے آنجماعت عقل شان است ومقتداے

پھر ضرور تمکو سولی دیدونگا تم سب کو (۱۲۱) اُنہوں نے کہا بیشک ہم اپنے پروردگار کی پاس پھر جانیوالی ہیں (۱۲۲) اور تو ہمکو سزا نہیں دیتا مگر اسپر کہ ہم ایمان لائے ہیں اپنے پروردگار کی نشانیوں پر جبکہ وہ آئیں ہماری پاس ای ہماری پروردگار ہمکو صبر سے بھر دے اور مار ہم کو مسلمانی میں (۱۲۳) اور کہا قوم فرعون کے سرداروں نے کہ کیا تو چھوڑ دیگا موسیٰ کو اور اُسکی قوم کو تا کہ ملک میں فساد کریں اور تجھکو اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں فرعون نے کہا کہ ابھی ہم اُنکے بیٹوں کو (یعنی مردونکو) مار ڈالیں گے اور اُنکی عورتوں کو ہم زندہ رہنے دینگے اور بیشک ہم اُنپر غالب ہیں (۱۲۴) موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا سے مدد چاہو اور صبر کرو بے شک تمام زمین اللہ کی ہے اُسکا وارث کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے اور اخیر کو بھلائی پرہیزگاروں کے لئے ہے (۱۲۵)

شیخ کشف بعید از صحت مانا کہ ادلہ غیر تامہ مخالفان کہ در متخیلہ شیخ نشستہ بود کشف او را نیز درین مسئلہ از صواب منحرف گردانیدہ است و مائل بمذہب شان ساختہ چون از اہل سنت بود صورت اثبات نمودہ است و بآن اکتفا کردہ و آنرا رویت انگاشتہ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا و تحقیق این مسئلہ دقیقہ کہ در حل بعض از مواضع کتاب عوارف نوشتہ است نیز تحریر یافتہ است و آنچہ از اجماع برسیدہ بودند تواند بود کہ تا آنوقت خلافے کہ شایان اعتداد باشد بظہور نیامدہ باشد یا اجماع مشائخ عصر خود خواستہ باشد واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال انتہیٰ"

یہی ایک بات تہی جسکا اس مقام پر لکھنا تھا باقی حالات اس واقعہ کی تفسیر سورہ بقر میں بیان ہو چکے ہیں

شانزدہم ذکر استسقاے قوم موسیٰ ہفدہم سایہ کرنا ابر کا

ہیجدہم من و سلویٰ کا اُترنا نوزدہم دخول باب

ان چاروں امور کی نسبت ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں بالاستیعاب بحث کی ہے اب ان پر دوبارہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ من شاء فلینظر الیہ۔

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ
اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۶﴾
وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ
يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ
سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا
فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ
وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا
قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا
رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ
وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ ۔ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ
اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ
فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۲﴾
وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ

اُنھوں نے کہا کہ ہم کو ایذا دی گئی اِس سے پہلے کہ تو ہمارے پاس آوے اور اُسکے بعد بھی کہ تو ہمارے پاس آیا۔ (موسیٰ نے) کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کردے اور ملک میں تمکو جانشین کرے پھر دیکھے کہ کسطرح تم عمل کرتے ہو (۱۲۶) اور بیشک ہم نے گرفتار کیا فرعون کے لوگوں کو قحط میں اور پھلوں کے نقصان ہونے میں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں (۱۲۷) پھر جب آئی اُنکے پاس نیکی کہنے لگے کہ ہمارے لئے یہہ ہے۔ اور جب اُنکو بُرائی پہونچی تو بدشگنی ٹھہرائی موسیٰ اور اُسکے ساتھیوں کی۔ جان لے کہ اسکے سوا اور کچھہ نہیں کہ اُنکی بدشگنی اللہ کیطرف سے ہے ولیکن اُن میں سے بہت سے نہیں جانتے (۱۲۸) اور اُنھوں نے موسیٰ سے کہا کہ تو کتنی ہی نشانیاں ہمارے پاس لاوے تاکہ اُن سے ہم پر جادو کردے پھر ہم تجھہ پر ایمان نہیں لاوینگے (۱۲۹) پھر ہم نے اُنپر طوفان اور ٹڈیاں اور لسپو اور مینڈک اور خون کی نشانیاں جدا جدا بھیجیں پھر اُنھوں نے سرکشی کی اور وہ قوم تھی گنہگار (۱۳۰) اور جب پڑی اُنپر آفت تو اُنھوں نے کہا اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے جس طرح تجھکو حکم دیا ہے دعا کر۔ اگر تو ہم پر سے اس آفت کو دور کردیگا تو ہم تجھہ پر ایمان لے آوینگے اور ہم تیرے ساتھہ بنی اسرائیل کو بھیجدینگے۔ پھر جب ہم نے اُن پر سے آفت کو ایک معین وقت تک جس میں وہ پہونچنے والے تھے دور کردیا تو پھر وہ اپنا اقرار توڑ دیتے تھے (۱۳۱) پھر ہم نے اُن سے بدلا لیا پھر ہم نے اُنکو سمندر میں ڈبو دیا اسلئے کہ وہ جھٹلاتے تھے ہماری نشانیوں کو اور اُن سے غافل تھے (۱۳۲) اور ہم نے وارث کیا اُس قوم کو جو ضعیف گنی جاتی تھی زمین کے مشرقوں اور اُس کے مغربوں کا جس زمین میں ہم نے

بٰرَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىٓ اِسْرَآءِيلَ
بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوا
يَعْرِشُونَ ۝۱۳۳ وَجٰوَزْنَا بِبَنِىٓ اِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُونَ
عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا يٰمُوسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ
قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝۱۳۴ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَ
بٰطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۳۵ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيكُمْ اِلٰهًا وَّ
هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِينَ ۝۱۳۶ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُونَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ ۚ
وَفِى ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝۱۳۷ وَوٰعَدْنَا مُوسٰى ثَلٰثِينَ
لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقٰتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِينَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ
مُوسٰى لِاَخِيهِ هٰرُونَ اخْلُفْنِى فِى قَوْمِى وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ
سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ۝۱۳۸ وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقٰتِنَا وَكَلَّمَهٗ
رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِىٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۚ قَالَ لَنْ تَرٰىنِى وَلٰكِنِ انْظُرْ
اِلَى الْجَبَلِ

برکتین رکھی ہیں اور پورا ہوا اچھا وعدہ تیرے پروردگار کا بنی اسرائیل پر اسلیے کہ انھوں
نے صبر کیا اور ہم نے خراب کر دیا اُسکو جو کیا تھا فرعون اور اُسکی قوم نے اور اُسکو
جسے اُنھوں نے چڑھایا تھا (۱۳۳) اور پار اُتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے
پھر وہ آپہونچے ایک قوم کے پاس جو اپنے بتون کے گرد بیٹھی رہتی تھی (یعنی انکی پوجا
کرنے کو) بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ ہمارے لیٔے بھی ایسے ہی معبود بنا دے
جیسے کہ اُنکے معبود ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ بے شک تم لوگ جہالت کرتے ہو (۱۳۴)
اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہہ لوگ ہلاک ہونیوالے ہیں جس میں کہ وہ ہیں اور باطل
ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں (۱۳۵) موسیٰ نے کہا کہ کیا میں چاہونگا خدا کے سوا تمہارے لیٔے
کوئی اور معبود۔ اور اُسی نے تمکو بزرگی دی ہے عالمون پر (۱۳۶) اور (یاد کرو) جبکہ ہمنے
تم کو چھوڑایا فرعون کے لوگوں سے تمکو وہ پہونچاتے تھے بُرا عذاب۔ مار ڈالتے تھے تمہارے
بیٹون کو اور زندہ رکھتے تھے تمہاری عورتون کو۔ اور اس مین تمہارے لیٔے تمہارے
پروردگار کی جانب سے بڑی آزمایش تھی (۱۳۷) اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے
تیس رات کا (کہ پہاڑ پر جاکر خدا کی عبادت کرے جب توریت دی جاویگی) اور ہم نے دس
راتوں میں [^1] اُسکو پورا کیا پھر پورا ہوا مقرر کیا ہوا وقت اُسکے پروردگار کا چالیس رات
مین۔ اور (پہاڑ پر جاتے وقت) موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری قوم میں میرا
جانشین ہو اور اصلاح کے کام کریو اور مفسدون کے طریقہ کی پیروی نکریو (۱۳۸) اور جب موسیٰ آیا ہمارے
مقرر کیٔے ہوے مقام پر اور اُس سے کلام کیا اُسکے پروردگار نے۔ موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار اپنے تئین
مجھے دکھا دے تاکہ میں تجھکو دیکھوں۔ خدا نے کہا کہ تو مجھکو ہرگز نہ دیکھہ سکیگا ولیکن تو دیکھہ اس پہاڑ کیطرف

[^1]: ضمیر المونث فی کلمۃ اتممناھا عندنا اجرالی مصدر واعدنا وھو المواعدۃ کما فی قولہ تعالیٰ اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ منہ

فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرٰىنِي فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ
دَكًّا وَّخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا ﴿۱۳۹﴾ فَلَمَّآ أَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ
إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۴۰﴾ قَالَ يٰمُوسٰى إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ
عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِي وَبِكَلَامِي فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ
الشّٰكِرِينَ ﴿۱۴۱﴾ وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً
وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا
بِأَحْسَنِهَا سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفٰسِقِينَ ﴿۱۴۲﴾ سَأَصْرِفُ عَنْ
اٰيٰتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ
لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَّرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ﴿۱۴۳﴾
وَإِنْ يَّرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا
بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غٰفِلِينَ ﴿۱۴۴﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَ
لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۵﴾
وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسٰى مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ
خُوَارٌ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ﴿۱۴۶﴾ اِتَّخَذُوهُ

پھر اگر پہاڑ اپنی جگہہ پر ٹھیرا رہے تو تو بھی مجھے دیکھہ سکیگا - پھر جب تجلی کی اُسکے پروردگار
نے پہاڑ پر اُسکو کر دیا ٹکڑے ٹکڑے اور گر پڑے موسیٰ بیہوش ہو کر (۱۳۹) ؎ پھر جب
ہوش آیا تو بولے پاک ہی تو میں تیرے آگے توبہ کرتا ہوں اور میں پہلا ایمان لانیوالا
ہوں (۱۴۰) خدا نے کہا اے موسیٰ میں نے اپنے پیغام دیکر اور اپنی باتیں سنا کر
تجھکو لوگوں پر برگزیدہ کیا ہے پھر پکڑ لے جو کچھہ کہ میں نے تجھکو دیا ہے اور ہو شکر
کرنے والوں میں سے (۱۴۱) اور ہم نے لکھی اُسکے لئے تختیوں میں ہر ایک چیز کی
نصیحت اور ہر ایک چیز کی تفصیل پھر پکڑ لے اُسکو زور سے اور اپنی قوم کو حکم کر کہ پکڑ لیں
(اُنکو) معہ اُنکی زیادہ اچھی نصیحتوں کے (ورنہ) میں تمکو جلدی سے دکھلاؤنگا گھر
فاسقوں کا (۱۴۲) البتہ ہم پھیر دینگے اپنی نشانیوں سے اُنکو جو ناحق تکبر کرتے ہیں
زمین پر اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی تو اُسپر ایمان نہ لاویں - اور اگر وہ دیکھیں بھلائی کا
رستہ تو نہ پکڑیں اُس رستہ کو بطور بھلائی کے رستہ کے (۱۴۳) اور اگر دیکھیں گمراہی
کا رستہ تو اُسکو پکڑیں بطور بھلائی کے رستہ کے - یہہ اسلئے کہ اُنہوں نے جھٹلایا ہماری
نشانیوں کو اور وہ تھے اُس سے غافل (۱۴۴) اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو
اور آخرت کے ملنے کو جھڑ گئے اُنکے کچھن یعنی ناپید ہو گئے اُنکے عمل - کیا وہ بھلائی پاوینگے
مگر اُسی کا بدلا جو کچھہ کہ وہ کرتے تھے (۱۴۵) اور بنایا موسیٰ کی قوم نے موسیٰ کے (پہاڑ پر
جانے کے) بعد اپنے گہنوں سے بچھڑا مجسم کہ اُس میں بچھڑے کی سی آواز تھی - کیا اُنہوں نے
نہیں دیکھا کہ وہ اُنسے بات کرتا ہی اور نہ اُنکو کسی رستہ کی ہدایت کرتا ہے (۱۴۶) اُنہوں نے اُسکو (معبود) کر لیا اور وہ

؎ لمولفہ - تاب یک جلوہ نیاورد نہ موسیٰ و نہ طور ÷ این دلم ہست کہ این گونہ ہزاران دیداست ÷

وَكَانُوا ظٰلِمِينَ ﴿۱۴۷﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيٓ اَيْدِيهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا
قَالُوا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴿۱۴۸﴾ وَ
لَمَّا رَجَعَ مُوسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا
خَلَفْتُمُونِيْ مِنْ بَعْدِيْ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ
وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ
اسْتَضْعَفُونِيْ وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِيْ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا
تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ﴿۱۴۹﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ
وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِينَ ﴿۱۵۰﴾ اِنَّ
الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِينَ عَمِلُوا
السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا
لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۵۲﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ اَخَذَ
الْاَلْوَاحَ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ
يَرْهَبُونَ ﴿۱۵۳﴾ وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا

ظالم تھے (۱۴۷) اور جب وہ اپنے ہاتھوں کے کئے سے پشیمان ہوئے اور جانا کہ بیشک
وہ گمراہ ہوگئے تو بولے اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم اور ہمکو معاف نکرے تو بے شک ہم ہونگے
نقصان پانیوالوں میں (۱۴۸) اور جب پھرا موسیٰ (پہاڑ پر سے) اپنی قوم کیطرف غصہ
میں بھرا ہوا۔ افسوس کرتا ہوا (تو ہارون سے) کہا کہ میرے پیچھے تم نے بہت ہی بری
میری جانشینی کی کیا جلدی کی تم نے اپنے پروردگار کے حکم کی اور ڈالدیا تختیوں کو
اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اُسکو اپنی طرف کھینچنے لگا۔ ہارون نے کہا اے
میرے ماجائے بیشک قوم نے مجکو عاجز سمجھا اور قریب تھا کہ مجھکو مار ڈالیں پھر خوش
مت کر میری اہانت سے میرے دشمنوں کو اور نہ شامل کر مجھکو ظالموں کی قوم کے ساتھ (۱۴۹)
موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار معاف کر مجھکو اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہمکو اپنی
رحمت میں اور تو سب رحم کرنیوالوں سے بڑا رحم کرنیوالا ہے (۱۵۰) بیشک جن لوگوں
نے بچھڑے کو معبود کرلیا اُنپر پڑیگا غضب اُنکے پروردگار کا اور ذلت دنیا کی زندگی
میں اور اسیطرح ہم بدلا دیتے ہیں افترا کرنیوالوں کو (۱۵۱) اور جن لوگوں نے برے عمل کیے
ہیں پھر اُسکے بعد اُس سے توبہ کی اور ایمان لے آئے بیشک تیرا پروردگار اُسکے بعد
معاف کرنیوالا ہے رحم کرنیوالا (۱۵۲) اور جب ٹھہر گیا موسیٰ کا غصہ لے لیا تختیوں کو اور
اُسکے لکھے ہوئے میں ہدایت تھی اور رحمت اُن لوگوں کے لئے جو اپنے پروردگار
سے ڈرتے ہیں (۱۵۳) اور چن لیا موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمیوں کو ہمارے
وعدہ کی جگہہ کے لئے

فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ
وَاِيَّايَ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ
بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً
وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ
وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ
الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ
الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ
فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ

---

(۱۵۶) (یجدونه مکتوبا عندھم فی التوریٰة والانجیل) یہہ ایک آیت ہے جس میں اشارہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے ہونے کی بشارت توریت وانجیل میں موجود ہے۔ میں نے آنحضرت صلعم کی بشارات پر ایک مفصل خطبہ خطبات احمدیہ میں لکھا ہے جس میں موافق اصول اہل مذہب کے مقلدانہ یعنی بعد تسلیم اُن اُمور کے جو عیسائی ومسلمان نسبت بشارات کے تسلیم کرتے ہیں بحث کی ہے اور توریت وانجیل سے آنحضرت صلعم کی بشارات کو ثابت کیا ہے۔ مگر میں اپنی اس تفسیر میں اس سے زیادہ دقیق اُمور پر بحث کرنا اور بشارات کی حقیقت اور اُس کا قوانین قدرت کے مطابق ہونا بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اس بحث کیلیئے بہ نسبت اس آیت کے سورة الصف کی آیت جہاں آیا ہے "مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" زیادہ مناسب ہے اسلیئے انشاء اللہ تعالیٰ اُس آیت کی تفسیر میں یہہ پوری بحث لکھی جاویگی

پھر جب پکڑ لیا اُنکو کپ کپاہٹ نے موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی اُنکو اور مجھکو مار ڈالتا کیا تو ہمکو مار ڈالیگا اُسکے بدلے میں جو ہماری قوم کے بیوقوفوں نے کیا ہے۔ یہہ نہیں ہے مگر تیری طرف سے آزمایش۔ تو اُس (آزمایش) سے گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ تو ہی ہمارا مالک ہے پھر بخشدے ہمکو اور ہمپر رحم کر اور تو سب سے اچھا بخشدینے والا ہے (۱۵۴) اور لکھدے ہمارے لئے اس دنیا میں نیکی اور آخرت میں بیشک ہم نے رجوع کی ہے تیری طرف۔ خدا نے کہا کہ میں اپنے عذاب کو پہونچاتا ہوں جسکو چاہتا ہوں اور میری رحمت نے چھا لیا ہے ہر چیز کو۔ پھر میں اُسکو لکھدونگا اُن لوگوں کیلئے جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ایسے لوگوں کیلئے جو ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں (۱۵۵) جو کہ پیروی کرتے ہیں اُس رسول کی اُس اَن پڑہ نبی کی جسکو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ اُنکو حکم کرتا ہے

اور اس مقام پر بلا کسی بحث کے توریت و انجیل کی وہ آیتیں لکھدی جاتی ہیں جن میں آنحضرت صلعم کی بشارت لکھی ہے۔

ابو الفرج مالطی یعنی مالٹا کا رہنے والا جو ایک عیسائی عالم ہے اُس نے ایک کتاب عربی زبان میں لکھی ہے جسکا نام "تاریخ مختصر الدول" ہے اور وہ کتاب ۱۶۶۳ء میں اکسفورڈ میں چھپی ہے اُسکے صفحہ ۲۱۵ میں یہہ عبارت مندرج ہے۔

وقد ادعی علماء الاسلامیین ورود ذکرہ فی کتب اللہ المنزلۃ اما فی التوریۃ ففی ایۃ۔ جاء اللہ من سیناء واشرق من ساعیر واستعلن من جبل فاران۔ قالوا ھذہ اشارۃ الی نزول التوریۃ علی موسی والانجیل علی عیسی والقران علی محمد۔ واما فی الزبور ففی ایۃ۔ یظھر اللہ من صھیون اکلیلا محمودا۔ قالوا الاکلیل رمز علی الملک والمحمود علی محمد۔ واما فی الانجیل ففی ایۃ۔ ان لم اذھب الفارقلیط لم یجیکم

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ

توریت سفر پنجم باب ہژدہم آیت ۱۵ و ۱۸ میں یہہ لکہا ہے۔ قایم کریگا تیرا معبود تیرے لئے نبی تجہہ میں سے تیرے بہائیون میں سے مجہہ سا اُسکو مانیو۔ اُنکے بہائیوں میں سے نبی تیرا سا قایم کرونگا اور اپنا کلام اُسکے موںہہ میں دونگا اور جو کچہہ میں اُس سے کہونگا وہ اُن سے کہدیگا۔

نبی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہیں جس سے اشارہ آنحضرت صلعم کیطرف ہے اور سواے آنحضرت صلعم کے کوئی دوسرا نبی موسیٰ کی مانند نہیں ہوا اور ان الفاظ سے کہ اپنا کلام اُس کے موںہہ میں رکہونگا قرآن مجید کے نازل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

توریت سفر پنجم باب سی و سوم آیت ۲ میں لکہا ہے۔ اور کہا خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا اُسکے دہنے ہاتہہ میں شریعت روشن ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا۔

کتاب حبقوق باب سوم آیت ۳۔ آئیگا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمانون کو جمال سے چھپا دیا اُسکی ستایش سے زمین بہرگئی۔ فاران خاص مکہ معظمہ کے پہاڑون کا قدیم نام ہے پس ان دونوں آیتوں میں نبی حجازی کا ذکر لکہا ہے۔

سرود سلیمان باب پنجم کی دسوین آیت سے سولھوین آیت تک یہ ذکر لکھا ہے۔ میرا دوست نورانی گندم گون ہزارون میں سردار ہے اُسکا سر ہیرے کا سا چمکدار ہے اُسکی زلفین مسلسل مثل کوے کے کالی ہیں۔ اُسکی آنکھین ایسی ہیں جیسے پانی کے کنڈ پر کبوتر۔ دودہ میں دہلی ہوئیں۔ نگینہ کی مانند جڑی ہوئین خانہ میں۔ اُسکے رخسارے ایسے ہیں جیسے ٹٹی پر خوشبودار بیل چہائی ہوئی۔ اور چہلکے پر خوشبو رگڑتی ہوئی۔ اُسکے ہونٹہہ پہول کی پنکہڑیان جنسے خوشبو ٹپکتی ہے اُسکے ہاتھ میں سونے کے ڈہلے ہوے۔ جواہر سے جڑے ہوے۔ اُسکا پیٹ جیسے ہاتہی دانت کی تختی۔ جواہر سے لپی ہوئی اُسکی پنڈلیاں ہیں جیسے سنگ مرمر کے ستون۔ سونیکی بٹہکی پر جڑے ہوے۔ اُسکا چہرہ مانند مہتاب کے جوان۔ مانند صنوبر کے اُسکا گلا نہایت شیریں۔ اور وہ بالکل محمدیم (محمدؐ) یعنی بہت تعریف کیا گیا ہے یہی میرا دوست اور میرا محبوب اے بیٹو یروشلم کے۔

عبری زبان کی قاعدے میں نام کوبہی بلحاظ تعظیم جمع بنا دیتے ہیں جیسے بعل کو بعالیم لیکن محمدیم کو اگر

بھلائی کا اور انکو منع کرتا ہے بُرائی سے اور حلال کرتا ہو اُنکے لئے اچھی چیزین اور حرام کرتا ہے۔

صفت ہی تسلیم کیا جاوے تو بھی اُس سے آنحضرت صلعم کی طرف اشارہ ہے۔

کتاب حجی باب یازدہم آیت ۷ میں لکھا ہے۔ سب قومون کو ہلادونگا۔ اور حمدث (احمد) سب قومون کا آویگا اور اس گھر کو بزرگی سے بھر دونگا۔ کہا خداوند خلایق نے۔

حمدث عبری لفظ میں حرف ث مبالغہ کے لئے ہے یعنی سب قوموں کا بہت بڑا محمود۔ اور اس عبری لفظ کے مقابلہ میں احمد کا صیغہ جو حمد کے مادہ سے نکلا ہے بالکل درست آتا ہے پس خواہ اُس لفظ کو صرف نام قرار دو خواہ صفت اس آیت میں آنحضرت صلعم کا ذکر لکھا ہے۔

کتاب اشعیاہ نبی باب بست ویکم آیت ۷۔ اور ایک جوڑی سوارون کی دیکھی ایک سوار گدہے کا اور ایک سوار اونٹ کا اور خوب متوجہ ہوا۔

حضرت اشعیاہ نبی نے اپنے مکاشفہ سے دونبیون کے پیدا ہونے کی خبر دی ایک کو گدہے کے سوار سے تعبیر کیا ہے جس سے حضرت عیسیٰ مراد ہیں کیونکہ جب حضرت عیسیٰ بیت المقدس میں داخل ہوے تو وہ گدہے پر سوار تھے۔ دوسرے کو اونٹ کے سوار سے تعبیر کیا ہے جس سے آنحضرت صلعم مراد ہیں کیونکہ جب آنحضرت صلعم مکہ معظمہ میں داخل ہوے ہیں تو اونٹ پر سوار تھے۔

انجیل یوحنا باب شانزدہم آیت ۷۔ میں تم سے سچ کہتا ہون کہ یہہ بھلا ہی تمہارے لئے کہ یہان سے میں چلا جاؤن کیونکہ اگر میں نجاؤن تو فارقلیط (احمد) تمہارے پاس نہ آویگا۔

فارقلیط اصل میں یونانی لفظ نہیں ہے بلکہ دراصل کالدی زبان کا لفظ ہے جو عبرانی کی مانند زبان ہے مسلمانوں میں اسکا املا اور تلفظ عربی زبان کے موافق ہے جو کالدی یا عبری زبان سے چندان بعید نہیں ہے مگر حضرت یوحنا نے اپنی انجیل یونانی میں لکھی تھی اسلئے اس لفظ کا تلفظ اور املا یونانی زبان کے موافق لکھا تھا جو کالدی یا عبری زبان سے نہایت بعید ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یونانی زبان میں اسکا تلفظ مختلف طرح پر ہوا اور اسی سبب سے قدیم وجدید یونانی نسخون میں اسکا املا ہی مختلف طور پر لکھا گیا جسکے سبب تلفظ ہی اور معنی بھی کسیقدر بدل جاتے ہیں۔ مسلمان تو اس لفظ کا ترجمہ موافق قدیم یونانی تلفظ و املا کے احمد کرتے ہیں مگر اس زمانہ کے عیسائی اُس قدیم املا کو تسلیم نہیں کرتے اور موافق جدید تلفظ و املا کے اُسکے معنے د

عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴿۱۵۷﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

ترجمے کرتے ہیں۔

نہایت قدیم عربی ترجمہ جو روم کبیر میں سنہ ۱۶۷۱ء میں چھپا اُس میں تو اس لفظ کا ترجمہ فارقلیط ہی کیا ہے۔

ایک عربی ترجمہ میں جو بطور خلاصہ چارون انجیلون کے فلارنس میں سنہ ۱۷۷۴ء میں چھپا ہے اس میں بھی اس لفظ کا فارقلیط ہی ترجمہ کیا ہے۔

ایک عربی ترجمہ میں جو سنہ ۱۸۱۱ء میں چھپا اُسکا ترجمہ "المسلی" کیا ہے یعنی تسلی دہندہ۔ اور خاص اس آیت میں اُسکا ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ لفظ "المعزی" بطور اشارہ کے لکھا ہے۔

اُس کے بعد جسقدر ترجمے فارسی اُردو کے چھپے ہیں اُن سب میں اُسکا ترجمہ تسلی دینے والا کیا گیا ہے لیکن اس املا کے تغیر و تبدل اور ترجمون یا معنی کے اختلاف سے مسلمانون کے اس دعوے میں کہ اس آیت میں آنحضرت صلعم کی بشارت ہے کچھ فرق نہیں آتا۔ کیونکہ کسی بشارت میں اُسکا جسکی بشارت ہے خاص نام نہیں بتایا جاتا بلکہ اُسکی صفت بیان کی جاتی ہے پس اُس لفظ کے کوئی صفتی معنی ہون وہ سوائے آنحضرت صلعم کے اور کسی پر صادق نہیں آتے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی اور نبی موسیٰ کی مانند سوائے آنحضرت صلعم کے نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں بھی خاص نام آنحضرت صلعم کا بیان نہیں ہوا بلکہ آنحضرت صلعم کے اسم مبارک کی صفت احمد بیان ہوئی ہے یعنی "یاتی من بعدی اسمہ احمد" ای اسمہ محمد لان افعل یجیئی لمبالغۃ الفاعل والمفعول۔ بالفرض اگر اُس سے نزول روح القدس مراد ہو تو بھی حضرت عیسیٰ کے بعد آنحضرت صلعم ہی پر نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ حواریون پر جیساکہ انجیلون میں بیان ہے قبل اُسکے نازل ہو چکی تھی۔

اونپر بری چیزین اور اُتارتا ہے اونپر سے اُنکا بوجہہ اور (اوتارتا ہے) طوقون کو جو اُنپر تہے پہر جو لوگ اُسپر ایمان لائے۔ اُسکی تعظیم کی اور اُسکی مدد کی اور تابعداری کی اُس نور کی جو اُسپر اُتار گیا ہے وہی لوگ ہیں فلاح پانیوالے (۱۵۶) کہدے اسے پیغمبر کہ اے لوگو بیشک میں تم سب کے پاس اللہ کا پیغام لانیوالا ہون (یعنی اللہ کا رسول ہون) (۱۵۷) جسکے لئے آسمانون کی

انجیل لوقا باب بست وچہارم آیت ۴۹۔ اور دیکہو میں بہیجتا ہون وعدہ اپنے باپ کا تم پر لیکن تم ٹہرو شہر یروشلیم میں جب تک کہ عطا ہو تم کو قوت اوپر سے۔

روح القدس تو حواریوں پر آچکے تہے اور یروشلیم میں ٹہرا رہنا یعنی اُسکو معبد سمجہنا موقت تہا اور وہ تبدیل ہو گیا اُسکے مبعوث ہونے پر جس نے کعبہ معبد قرار دیا پس جس کے بہیجنے کا اس آیت میں ذکر ہے اس سے مراد آنحضرت صلعم ہیں۔

انجیل یوحنا باب یکم آیت بیس سے پچیس تک میں لکہا ہے۔ اُسنے یعنی حضرت یحیی نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا اور اقرار کیا کہ میں کرسٹاس یعنی عیسیٰ مسیح نہیں ہون اور اُنہوں نے پوچہا اُس سے کہ پہر کون ؟ کیا تو الیاس (یعنی خضر) ہے اور اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ تو وہ نبی ہی ؟ اور اُس نے جواب دیا نہیں۔ تب اُنہون نے اُس سے کہا کہ کون ہے تو تاکہ ہم جواب دیسکیں اُنکو جنہوں نے کہ ہمکو بہیجا ہے۔ اپنے تیئں تو کیا کہتا ہے ؟ اُس نے کہا میں ہوں آواز اُسکی جو کہ جنگل میں چلاتا ہے۔ سیدہا کرو رستہ خداوند کا جیسا کہ نبی اشعیاہ نے کہا۔ اور وہ جو بہیجے گئے تہے فریسی تہے اور اُنہوں نے اُس سے پوچہا اور اُس سے کہا کہ تو کیوں اصطباغ کرتا ہے ؟ جبکہ تو نہ کرسٹاس یعنی عیسیٰ مسیح ہے اور نہ الیاس اور نہ وہ نبی۔

حضرت یحیی سے یہودیوں نے الیاس کو اسلئے پوچہا کہ یہودی اُنکو زندہ مانتے تہے مسیح کے آنے کے متوقع تہے اور علاوہ حضرت مسیح کے ایک اور نبی کے آنیکے متوقع تہے جن کو وہ نبی کرکے پوچہا پس وہ سے آنحضرت صلعم کے سوا اور کسیکی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا جسکی نسبت خدا نے موسیٰ سے

وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ
وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَ
اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ
الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ
وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا
مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا
مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا
نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓئٰتِكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا
مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ
حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ

اور زمین کی بادشاہت ہے کوئی معبود نہیں بجز اُسکے۔ جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اَن پڑھ نبی پر جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور اُسکے کلام پر۔ اور اُسکی تابعداری کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ (۱۵۸) اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک گروہ ہے کہ سچائی سے ہدایت کرتی ہے اور اسکے ساتھ عدل کرتی ہے (۱۵۹) اور ہم نے اُنہیں علاحدہ کر دیئے بارہ قبیلے گروہ گروہ۔ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کو جبکہ اُس سے اُسکی قوم نے پانی پینے کو مانگا یہ کہ مار اپنے عصا سے پتھر کو (یعنی چل اپنی عصا کی سہاری سے اس پہاڑی پر) پھر پھوٹ نکلیں اُس پہاڑی سے چشمے البتہ جان لیا ہر شخص نے اپنے پانی پینے کی جگہ کو اور ہم نے اُنپر چھادیا بادل کو اور اوتارا ہم نے اُنپر من و سلویٰ کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو کچھ کہ ہم نے تم کو کھانے کو دیا ہے ولیکن وہ اپنے پر آپ ظلم کرتے تھے (۱۶۰) اور جب اُن سے کہا گیا کہ اس گاؤں میں رہو اور اُس میں سے کھاؤ جہاں چاہو اور کہو گناہ جھاڑ دے اور دروازہ میں گھسو سجدہ کرتے ہوئے میں بخشدوں گا تمھاری خطائیں۔ اور زیادہ دینگے اچھے کام کرنے والوں کو (۱۶۱) پھر بدل دی اُن میں سے اُن لوگوں نے جو ظالم تھے بات کو جو اُنسے کہی گئی تھی دوسری بات سے پھر ہم نے بھیجی اُن پر آسمان سے بُرائی بدلے میں اُس کے کہ وہ ظلم کرتے تھے (۱۶۲) اور اُن سے پوچھ اُس بستی کے حال سے جو دریا کے کنارہ پر تھی جب کہ وہ زیادتی کرتے تھے سبت کے دن (یہودی شنبہ کو سبت کا دن خیال کرتے تھے) جبکہ آتی تھیں

حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ
نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۱۶۳﴾ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ
تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا
مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا
بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا
بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا
نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ وَإِذْ تَأَذَّنَ
رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَن يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ
إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۶۶﴾ وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي
الْأَرْضِ أُمَمًا مِّنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ وَبَلَوْنَاهُم
بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۶۷﴾ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ
خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ وَ
يَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوهُ
أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِم مِّيثَاقُ الْكِتَابِ أَن لَّا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا

اُنکی مچھلیان یعنی اُنکے دریا کی مچھلیان اُنکے پاس اُنکے سبت کے دن جسکی تعظیم کرتے تھے اور جس سبت کے دن کی وہ تعظیم نہیں رکھتے تھے اُنکے پاس نہیں آتی تھیں* اسطرح ہم نے اُنکی آزمایش کی اسلیئے کہ وہ نافرمان بردار تھے (۱۶۳) اور جب کہا اُنمیں سی ایک گروہ نے کیون نصیحت کرتے ہو ایسے لوگونکو کہ اُن کو اللہ ہلاک کرنیوالا اور اُنکو سخت عذاب کرنیوالا ہے اُنھوں نے کہا تاکہ ہم تمہارے پروردگار پاس عذر کرسکین اور شاید کہ وہ پرہیزگاری کرین (۱۶۴) پھر جب وہ بھول گئے جسکی اُنکو نصیحت کیگئی تھی ہم نے بچا دیا اُن لوگون کو جو بُرائی سے منع کرتے تھے اور پکڑ لیا اُنکو جو ظلم کرتے تھے بُرے عذاب سے اِس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے (۱۶۵) پھر جب اُنھون نے اُن چیزون کے چھوڑنے سی جو اُنکو منع کیگئی تھیں سرکشی کی تو ہم نے اُنکو کہا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل ‡ اور جب کہدیا تیرے پروردگار نے کہ ضرور اُن پر مسلط کریگا قیامت کے دن تک اُسکو جو اُنکو سخت عذاب پہونچاتا رہے بیشک تیرا پروردگار جلد عذاب کرنیوالا ہے اور بیشک وہ ہی بخشنے والا مہربان (۱۶۶) اور ہم نے جدا کر دین اُنکی گروہیں زمین میں۔ اُن میں سے اچھے بھی ہیں اور اُن میں ایسی نہیں بھی ہیں اور ہم نے اُنکا امتحان کیا بھلائیوں سے اور بُرائیوں سے تاکہ وہ (بُری راہ سے) پھر آوین (۱۶۷) پھر جانشین ہوے اُنکے بعد ایسے جانشین کہ وارث ہوئے کتاب (یعنی توریت) کے۔ لیتے ہیں اس ناچیز (دنیا) کی دولت (یعنی خدا کی نسبت جھوٹی باتین لکھکر) اور کہتے ہیں کہ ہمکو بخشدیا جاویگا۔ اور اگر آوے اُنکے پاس دولت مثل اُسکے تو اُسکو لے لیتے ہیں۔ کیا اُن سے توریت میں جو وعدہ ہی نہیں لیا گیا۔ کہ نہ کہینگے اللہ کی نسبت بجز

* سبت کے دن یہودیون کو شکار کھیلنا اور کوئی کام کرنا منع تہا جس سبت کی وہ تعظیم رکھتے تھے اور شکار کو نہ جاتے تھے مچھلیاں کنارہ پر کثرت سے آتی تہیں اور جسدن وہ سبت کی تعظیم توڑ دیتے تھے اور شکار کو جاتے تھے تو مچھلیاں ڈر جاتی تہیں اور کنارہ پر نہیں آتی تہیں۔

‡ دیکھو تفسیر سورہ بقر صفحہ ۱۱۸ و ۱۱۹۔

الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۭ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦٨﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٦٩﴾ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ

(١٧٠) (واذ اخذ ربك) اس آیت میں لفظ "ھم" سے حضرت آدم ابوالبشر کسی طرح مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ آیت میں صاف لفظ "بنی آدم" ہے اور پھر من ظہورھم اور ذریتھم میں ضمیر جمع کی بنی آدم کی طرف راجع ہے۔ پس یہ خیال مفسرین کا کہ بروز میثاق خدا تعالی نے حضرت آدم کی پیٹھ میں سے تمام ذریات کو نکالا اور اُن سے اپنے خدا ہونیکا اقرار لیا قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق نہیں ہے نہ اُس آیت میں روز میثاق کا ذکر ہے نہ کسی روز میثاق کا وجود اس سے پایا جاتا ہے۔

مفسرین نے بعض حدیثوں پر جن میں بروز میثاق حضرت آدم کی پیٹھ میں سے اُن کی ذریت کا نکالنا اور خدا ہونیکا اقرار لینا مذکور ہے استدلال کیا ہے مگر وہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں نہ روایتًا اور نہ درایتًا ثابت ہوتی ہیں اس مقام پر خدا تعالی نے نہایت لطیف و دلچسپ طریقے اور بے انتہا فصیح کلام میں انسان کی فطرت کو تبلایا ہے وہ فرماتا ہے کہ بنی آدم کی اولاد کو پیدا کیا اور خود اُن کو اُنپر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں

سچ کے۔ اور اُنھوں نے پڑھا ہے جو کچھہ اُس میں (یعنی توریت میں) ہے اور آخرت کا گھر بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری کرتے ہیں۔ پھر کیا تم نہیں سمجھتے (۱۶۸) اور جن لوگوں نے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے کتاب کو اور قایم رکھا ہے نماز کو بیشک ہم ضایع نہیں کرتے اجر نیکی کرنیوالوں کا (۱۶۹) اور جب ہم نے ہلا دیا پہاڑ کو اُنکے اوپر گویا کہ وہ سائبان ہے اور اُنھوں نے گمان کیا کہ وہ اُن پر گر پڑیگا[+] پکڑو جو کچھہ ہمنے تم کو دیا ہے زور سے اور یاد رکھو جو کچھہ کہ اُسمیں ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو (۱۷۰) اور جبکہ لیا یعنی پیدا کیا تیرے پروردگار نے بنی آدم سے اُنکی پیٹھوں سے اُن کی ذریت کو اور خود اُنکو اُنکے اوپر گواہ کیا۔ کیا میں تمھارا پروردگار نہیں ہوں۔ بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں تاکہ تم نہ کہو قیامت کے دن کہ بیشک ہم اس سے بیخبر تھے (۱۷۱) یا تم کہو کہ بات یہہ ہے کہ شرک کیا تھا ہمارے باپوں نے پہلے سے

سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ یہہ اشارہ اس بات کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے فطرت انسانی ایسی بنائی ہے کہ جب وہ خود اپنی فطرت پر غور کرے اور اُس کو سوچے سمجھے تو وہی اُسکی فطرت خدا کے خدا ہونے پر گواہی دیتی ہے۔ اور ”اشھدھم علیٰ انفسھم“ کے صریح یہی معنی ہیں اور ”قالوا بلیٰ“ اُسی فطرت کی تصدیق ہے اور یہہ صاف اِس بات کی ہدایت ہے کہ ہر ایک انسان خدا پر ایمان لانے کو اپنی فطرت کی رو سے مکلف ہے۔

عجایب پسند مفسرین نے کچھہ ہی کہا ہو مگر علمائے محققین یہی کہتے ہیں جو ہمنے کہا ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جو لوگ صاحب نظر اور معقولی ہیں اُنکا قول اِس آیت کی تفسیر میں یہہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکالا ذریتہ کو اور وہ ذریۃ اولاد ہے جو اپنے باپوں کی پیٹھہ سے اس طرح نکلی ہے کہ وہ نطفہ تھے پھر اُنکو خدا نے اُن کی ماؤں کے پیٹ میں نکال کر ڈالا

والقول الثانی فی تفسیر هذه الایة قول اصحاب النظر و ارباب المعقولات ان الله تعالى اخرج الذرية وهم الاولاد من اصلاب آبائهم وذلك الاخراج انهم كانوا نطفة

[+] دیکھو تفسیر سورہ بقر صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶

وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۢ بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۷۴﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ

فاخرجها الله تعالى فی ارحام الامہات وجعلها علقۃ ثم مضغۃ ثم جعلہم بشرا سویا وخلقنا کاملا ثم اشہدہم علی انفسہم بما رکب فیہم من دلائل وحدانیتہ وعجائب خلقہ وغرائب صنعہ فبالاشہاد صاروا کانہم قالوا بلی وان لم یکن ھناک قول باللسان ولذلک نظائر منہا قولہ تعالیٰ فقال لہا وللارض ائتیا طوعا او کرہا قالتا آتینا طایعین ومنہا قولہ تعالی انما امرنا لشیٔ اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون وقول العرب۔ قال الجدار للوتد لم تشقنی قال سل من یدقنی۔ فان الذی ورائی ما خلانی ورائی وقال الشاعر ع امتلاء الحوض وقال قطنی فہذا النوع من المجاز والاستعارات مشہور فی الکلام فوجب حمل الکلام علیہ تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۴۳

پھر اُنکو علقہ کیا پھر مضغہ پھر اُنکو ٹھیک انسان بنایا اور پوری خلقت دی پھر خود اُنکو اُنپر گواہ کیا ان قوتوں سے جو اُس نے اُن میں رکھی ہیں اپنی وحدانیت کی دلیلوں کی اور اپنی عجائب خلقت کی اور اپنی نادر صنعت کی پس اس گواہ کرنے سے اُنکی ایسی حالت ہوئی کہ گویا اُنہوں نے کہا کہ ہاں کیوں نہیں گو کہ وہاں زبان سے یہہ بات کہنی نہیں تہی اور حال کو قال سے تعبیر کرنے کی بہت سی مثالیں ہیں اُنہی مثالوں میں سے خدا تعالیٰ کا قول ہے جب اُس نے آسمان اور زمین کو کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے دونوں نے کہا کہ ہم آئے خوشی سے اور یہہ قول بہی اُسی کی مثال ہے کہ ہمارا حکم کسی چیز کے لئے جبکہ اُس کے ہونیکا ہم ارادہ کرتے ہیں اُسکو یہہ کہنا ہے کہ ہو پہر وہ ہو جاتی ہے۔ اور عرب کا قول ہے کہ دیوار میخ سے کہتی ہے کہ کیوں مجھکو پھاڑتی ہے۔ میخ کہتی ہے کہ پوچھہ اُس سے جو مجھے ٹھوکتا ہے بیشک جو میرے پیچھے ہے وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا اور شاعر کا قول ہے کہ حوض بھر گیا اور حوض نے کہا کہ بس کافی ہے مجھکو۔ اور اِس قسم کے مجاز اور استعارے کلام عرب میں مشہور ہیں پہر ضرور ہے اس کلام کو بہی اُسی پر حمل کرنا۔

(۱۷۵)- (واتل علیہم نبا الذی اتیناہ) اس آیت میں جو لفظ آتینا کا ہے وہ غور طلب ہے صحاح جوہری میں لکھا ہے کہ الاتیان المجیٔ یعنی اتیان کے معنی آنے کے ہیں اور جب وہ

اور ہم ذریت تھے اُنکے بعد پھر کیا تو ہمکو ہلاک کرتا ہے اُس کے بدلے میں جو کیا ہے گمراہوں نے (۱۷۲) اور اسیطرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں نشانیوں کو تاکہ وہ (گمراہی سے) پھر آویں (۱۷۳) اور پڑھ اُنکے سامنے قصہ اُس شخص کا جسکے پاس ہم لائے اپنی نشانیان پھر وہ نکل گیا اُن سے پھر پیچھا پکڑا اُسکا شیطان نے

متعدی کیا جاوے تو اُس کے معنی لانیکے ہوجاتے ہیں چنانچہ صحاح میں ہو کہ آتاہ ای اتابہ ومنہ قولہ تعالیٰ آتنا غدأنا اے ائتنا بہٖ" یعنی آتاہ کے معنی ہیں اتا بہ یعنی متعدی کے جسکے معنی ہوئے لایا اُسکے پاس یا اُسکے سامنے اور قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہو آتنا غداءنا یہ متعدی ہے اور اُسکے معنی ہیں لا ہمارے صبح کے کہانیکو ہماری پاس اور اُسکے معنی دینے کے بھی آتے ہیں جس سے کسی شی کا جسکو دی گئی ہو اُسکے قبضہ میں ہوجانا یا اُسکو اُسکا حاصل ہوجانا اور مستقر ہوجانا مفہوم ہوتا ہی مثلاً اگر ہم کہیں کہ ہم نے ایک اشرفی زید کو دی تو اُس سے مفہوم ہوتا ہی کہ وہ اشرفی اُسکے قبضہ اور ملکیت میں ہوگئی۔ اور جب یہہ کہیں خدا نے فلان شخص کو علم دیا تو اُس سے یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ علم اُسکو حاصل ہوگیا اور اُسمیں مستقر ہوگیا۔ پس اب بحث یہہ ہی کہ ان دونوں معنوں سے یہاں کون سے معنی مراد ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے معنی مراد ہیں اور دوسرے معنی مراد نہیں ہیں بلکہ نہیں ہوسکتے اسلئے کہ اسی آیت میں آگے لکھا ہے فانسلخ منہا یعنی جس شخص کو خدا نے اپنی نشانیاں عطا کی تہیں اور اُسکو حاصل اور اُسمیں مستقر ہوگئی تہیں وہ اُنسے نکل گیا اور یہہ بات کسیطرح تسلیم کے قابل نہیں ہے کہ جسکو خدا نے اپنی حکمت اور اپنی نشانیان عطا کی ہوں جو درحقیقت نبوت کا درجہ ہے (یہاں تک کہ بعض مفسرین نے" اٰتیناہ ایاتنا" کے لفظ سے اُس شخص کو جسکا یہہ قصہ ہے نبی قرار دیا ہے) پھر وہ کافر ہوجاوے۔ اسلئے میں نے" اٰتیناہ" کا ترجمہ" لائے ہم اُسکے پاس" کیا ہے جو اصلی معنی اُس لفظ کے ہیں۔

یہہ ترجمہ اوروں نے بھی اختیار کیا ہے تفسیر کبیر میں ابو مسلم کا یہہ قول لکھا ہے آتیناہ ای اتناہ بیناہا فلم یقبل وعری منہا۔ یعنی ہمنے اپنی نشانیان اُسکے سامنے ظاہر کیں پھر اُسنے قبول نہ کیا اور اُنسے علاحدہ ہوگیا۔ ظاہر کرنے اور پاس لانیکا ایک ہی مطلب ہے۔

فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَاِ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

دوسری بحث اسمیں یہہ ہے کہ الذی سے کون شخص مراد ہے اور یہہ قصہ کس کا ہے۔ قرآن مجید میں اُس شخص کا نام نہیں بتایا گیا اسلئے مفسرین نے اپنے قیاس کے مطابق متعدد نام لکھے ہیں اکثر مفسرین کی یہہ راے ہے کہ الذی سے بلعم باعور مراد ہے جس کا بہت بڑا قصہ توریت سفر اعداد باب بست و دوم و بست و سوم و بست چہارم میں مذکور ہے اُن بابوں سے پایا جاتا ہے کہ وہ نبی تھا اور خدا سے ہمکلام ہوتا تھا پھر بت پرست ہو گیا اور بنی اسرائیل کو بھی بت پرستی پر مائل کیا علاوہ اِسکے اور بہت بڑا اُسکا قصہ ہے آخر کار بنی اسرائیل نے اُسکو مار ڈالا ہمارے علماے مفسرین نے اُسی قصہ کو اپنی تفسیرون میں لکھدیا۔ مگر توریت میں اُسکا قصہ ایسے طور پر لکھا ہے کہ کسی طرح تسلیم کے قابل نہیں ہے۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ الذی سے امیہ بن ابی صلت مشہور شاعر عرب مراد ہے جو پہلے اس بات کا قائل تھا کہ ایک نبی ہونیوالا ہے مگر جب انحضرت صلعم مبعوث ہوے تو ایمان نہ لایا اور کافر رہا بعضون کا قول ہے کہ ابی عامر الراہب مراد ہے جس نے منافقونکو ورغلا کر مسجد ضرار بنوائی تھی۔ مگر اُن دونون کا قصہ ایسا نہیں ہے کہ قرآن مجید میں بطور ایک قصہ عظیمہ قابل عبرت کے اُسکا ذکر کیا جاوے۔ پس ہم کو خود قرآن مجید

پھر ہو گیا گمراہوں میں سے (۱۷۴) اور اگر ہم چاہتے تو البتہ ہم اُسکو اُن کے سبب بلند کرتے ولیکن وہ پڑا رہا پستی کی طرف اور تابعداری کی اپنی خواہش کی پھر اُسکی مثال اُس کتے کی مثال ہے کہ اگر تو اُس پر محنت ڈالے تو زبان نکالدے اور خالی چھوڑدے تو زبان نکالدے - یہ مثال اُن لوگونکی ہے جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیون کو پھر کہدے اُس قصہ کو شاید کہ وہ سوچیں (۱۷۵) بری ہے مثال اُن لوگون کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیون کو اور وہ اپنے پر آپ ظلم کرتے تھے (۱۷۶) جسکو خدا ہدایت کرے تو وہ ہدایت پانیوالا ہے اور جسکو گمراہ کرے تو وہی لوگ ہیں نقصان پانیوالے (۱۷۷) اور بیشک ہم نے پیدا کیا بہتونکو جن وانس میں سے جہنم کے لئے - اُنکے لئے دل ہیں کہ اُن سے نہیں سمجھتے

پر غور کرنا اور اُسی سے الذی کے مشاراً الیہ کو تلاش کرنا چاہیئے -

جہاں تک قرآن مجید سے مستنبط ہو سکتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں الذی سے فرعون کی طرف اشارہ ہے - ہم نے ابھی ثابت کیا ہے کہ اتیناہ کے معنی اُسکے پاس لانیکے ہیں جسکی تفسیر ابو مسلم نے بیناہا سے کی ہے - خداتعالیٰ بہت سی نشانیاں فرعون کے پاس لایا مگر اُس نے کسی کو قبول نہیں کیا فانسلخ منہا، جس کی طرف اشارہ ہے - اور ایک جگہہ خداتعالیٰ نے فرعون کی نسبت فرمایا ہے "ولقد اریناہ ایاتنا کلہا فکذب وابی" یعنی ہم نے فرعون کو سب نشانیاں دکھلائیں پھر اُس نے جھٹلایا اور انکار کیا - یہ دونوں آیتیں ایک سی ہیں اور ان دونوں کے ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ الذی سے فرعون کی طرف اشارہ ہو جس کا قصہ اس قابل تھا کہ لوگون کو عبرت دلانیکے لئے اُسکے بیان کرنیکو کہا جاوے جیسا کہ متعدد جگہہ قرآن مجید میں اسکا بیان آیا ہے - تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے کہ "وجاز ان یکون ہذا الموصوف فرعون فانہ تعالے ارسل الیہ موسیٰ وہارون فاعرض وابی وکان عادیا ضالا متبعاً للشیطٰن" یعنی ہو سکتا ہے کہ الذی کا موصوف فرعون ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے پاس موسیٰ و ہارون کو بھیجا اور اُس نے نہ مانا اور وہ گمراہ تابع شیطان تھا -

بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا
أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿۱۷۸﴾ وَلِلَّهِ
الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ
سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۷۹﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ
بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۱۸۰﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸۱﴾ وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿۱۸۲﴾
أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿۱۸۳﴾
أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ
مِنْ شَيْءٍ وَأَنْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ
بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۸۴﴾ مَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ
فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۸۵﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ﴿۱۸۶﴾ يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۸۷﴾

اور اُنکے لئے آنکھین ہیں کہ اُنسے نہیں دیکھتے اور اُنکے لئے کان ہیں کہ اُنسے نہیں سنتے۔ وہ ہیں چوپایے جانوروں کی مانند بلکہ اُنسے بھی زیادہ گمراہ یعنی بدتر اور وہی ہین غفلت کرنیوالے (۱۷۸) اور اللہ کے لئے اچھے نام ہین پھر وہی نام لیکر اُسکو پکارو۔ اور چھوڑ دو اُن لوگوں کو جو اُسکے نامو نمیں گمراہی کرتے ہیں (یعنی جو نام خدا کے لایق ہیں اُنسے دیوتاؤن وغیرہ کو پکارتے ہیں) قریب ہے کہ بدلا دیے جاوینگے اُسکا جو وہ کرتے ہیں (۱۷۹) اور اُنمیں سے جنکو ہمنے پیدا کیا ایک گروہ ہے جو ہدایت کرتے ہیں سچ کی اور اُسکے ساتھہ عدل کرتے ہیں (۱۸۰) اور جن لوگون نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو قریب ہے کہ ہم اُنکو بہ تدریج لا ڈالینگے (یعنی گمراہی میں) اسطرح سے کہ وہ نہیں جانتے (۱۸۱) اور میں اُنکو مُہلت دونگا بیشک میرا مکر مضبوط ہے (۱۸۲) کیا وہ سوچتے نہیں کہ اُنکے ساتھی کو کچھہ جنوں نہیں ہے۔ وہ تو اور کچھہ نہیں ہے مگر (بری باتون سے) علانیہ ڈرانے والا (۱۸۳) کیا اُنھون نے غور نہیں کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت میں اور اُن چیزون مین جنکو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اور نہ اسپر کہ شاید نزدیک پہونچ گئی ہو اُنکی اجل (یعنی مرنیکا وقت) پھر کس بات سے اُسکے بعد ایمان لاوینگے (۱۸۴) جسکو اللہ گمراہ کرے پھر اُسکو کوئی ہدایت کرنیوالا نہیں اور وہ چھوڑتا ہے اُنکو اُنکی گمراہی میں بھٹکتے ہوے (۱۸۵) تجھہ سے پوچھتے ہیں قیامت کی نسبت کہ وہ کب آویگی۔ کہدے کہ اُسکا علم میرے پروردگار کو ہے۔ نہیں ظاہر کرسکتا (یعنی کوئی نہیں بتا سکتا) اُسکو اُسکے وقت کو مگر وہی یعنی خدا۔ بھاری ہے[†] (یعنی چھپی ہوئی ہے آسمانوں اور زمین میں تمہارے پاس نہیں آنے کی مگر یکایک (۱۸۶) تجھہ سے پوچھتے ہیں گویا تو اُس سے بحث کرنے والا ہے۔ کہدے کہ اسکے سوا کچھہ نہیں کہ اُسکا علم اللہ کو ہے ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۱۸۷)

[†] قال السدی ثقلت ای خفت فی السموات والارض ولم یعلم احد من الملئکۃ المقربین والانبیاء المرسلین متی یکون حدوثها و وقوعها۔ تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳۴۱۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

(۱۸۹) (ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ) اکثر لوگ سمجھتے ہیں اور بعض مفسرین کی بھی یہی رائے ہے کہ "نفس واحدۃ" سے حضرت آدم مراد ہیں اور "وجعل منھا زوجھا" سے حضرت حوا جو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں۔ اس امر کے قرار دینے کے بعد تفسیروں میں حضرت حوا اور شیطان کا قصہ لکھا ہے جو قریب زمانہ وضع حمل کے واقع ہوا اور اُسکے بہکانے سے حضرت حوا و حضرت آدم نے اپنے پہلوٹھے بیٹے کا نام عبدالحرث یعنی عبدالشیطان رکھا۔ یہہ سمجھہ اور یہہ قصہ بالکل لغو اور غلط ہے امام فخرالدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں اس سے انکار کیا ہے اور اُسکے باطل ہونے پر چھہ دلیلین قایم کی ہیں اور اخیر کو لکھا ہے کہ "فثبت بھذہ الوجوہ ان ھذا القول فاسد ویجب علی العاقل المسلم ان لایلتفت الیہ" یعنی یہہ قصہ غلط ہے اور مسلمان کو اُسپر التفات کرنی نہیں چاہیئے۔

اس آیت میں نہ حضرت آدم کا ذکر ہے نہ حضرت حوا کا نہ من نفس واحدۃ سے کوئی شخص یا کوئی خاص شخص مراد ہے۔ اسی آیت کے بعد "عما یشرکون" کا لفظ بصیغہ جمع آیا ہے جس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ "نفس واحدۃ" سے شخص واحد مراد نہیں ہے۔ آیت کے معنی بہت صاف ہیں خدا فرماتا ہے کہ میں نے تمکو اور تمھاری عورتون کو جان واحد سے پیدا کیا ہے یعنی مرد و عورت سب میں ایک ہی جان ہے۔ دونون خدا ہی کے پیدا کئے ہوے ہیں مگر مشرکون کا یہ حال ہے کہ جب اُنکی عورتون کو حمل رہتا ہے تو خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ نیک یا بے نقص لڑکا پیدا ہو پھر جب پیدا ہوتا ہے تو خدا کے ساتھ اورون کو شریک کرتے ہیں کسی کا نام۔ عبدلات اور کسیکا عبدمنات۔ اور کسیکا عبدالعزیٰ۔ وغیرہ رکھتے ہیں اور خدا کے سوا بتون اور لوگون کے بندہ ہونیکے نام سے موسوم کرتے ہیں پس اس میں مشرکین کی عام حالت شرک کا بیان

کہدے (اے پیغمبر) کہ مجھکو اپنے نفس کیلیئے بھی نفع یا نقصان پہونچانیکی قدرت نہیں ہے بجز اُسکے کہ جو خدا چاہے۔ اور اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائیان اکھٹی کرلیتا اور کبھی مجھکو بُرائی نہ چھوتی۔ میں کچھہ نہیں ہون بجز ڈرانیوالے اور خوشخبری دینے والے کے اُن لوگون کیلیئے جو ایمان لائے ہیں (۱۸۸) وہی ہے جس نے پیدا کیا تمکو ایک جان سے اور پیدا کیا اُس سے اُسکا جوڑا

ہے۔ آدم یا حوا کے پیدا ہونے اور پہلونٹا بیٹا جننے سے اور شیطان کے جھوٹے قصہ اور اُسکے حضرت حوا کو بہکانے سے کچھہ تعلق نہیں ہے۔

بعض مفسرین کی بھی یہی رائے ہے جو میں نے بیان کی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں قفال کا یہہ قول لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطور ضرب المثل کے اس قصہ کی تمثیل دی ہے کہ یہہ حالت مشرکین کے جہل اور کفر اور شرک کی حالت ہے گویا خدا یہہ فرماتا ہے کہ وہی اللہ ہے جس نے پیدا کیا ہر ایک شخص کو تم میں سے ایک جان سے اور اُسی کی جنس انسان سے اُسکا جوڑا بنایا جو انسانیت میں اُسکی برابر ہے پھر جب وہ دونوں آپس میں ملتے ہیں اور حمل ہوجاتا ہے تو خصم جورو اپنے پروردگار سے دعا مانگتے ہیں کہ دے ہمکو بیٹا اچھا صحیح وسالم تاکہ ہم تیری عنایتوں اور نعمتوں کے شکر کرنیوالوں میں سے ہوں۔ جب انکو اللہ نے اچھا صحیح سالم بیٹا دیا تو خصم جورو اُسمین جو خدا نے انکو دیا خدا کا شریک کرنے لگے کیونکہ کبھی تو اُس لڑکے کے پیدا ہونیکو طبیعت کے سبب سے کہتے ہیں جیسے کہ قول اُن لوگون کا ہے جو طبیعت کو خالق حقیقی مانتے ہیں۔ اور کبھی اُسکے ہونیکو ستارون کے اثر سے منسوب کرتے ہیں جیسے کہ نجومیون کا قول ہے۔ اور کبھی دیوتاؤن اور بتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے کہ

قال القفال انه تعالى ذكر هذه القصة على تمثيل ضرب المثل وبيان ان هذه الحالة صورة حالة هؤلاء المشركين فى جهلهم وقولهم بالشرك وتقرير هذا الكلام كانه تعالى يقول هو الذى خلق كل واحد منكم من نفس واحدة وجعل من جنسها زوجها انسانا يساويه فى الانسانية فلما تغشى الزوج زوجته وظهر الحمل دعا الزوج والزوجة ربهما لئن آتيتنا ولدا صالحا سويا لنكونن من الشاكرين لآلائك ونعمائك فلما آتاهما الله ولدا صالحا سويا جعل الزوج والزوجة لله شركاء فيما آتاهما لانهم تارة ينسبون ذلك الولد الى الطبائع كما هو قول الطبائعيين وتارة الى الكواكب كما هو قول المنجمين وتارة الى الاصنام

لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۹۰﴾ أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿۱۹۲﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ ﴿۱۹۳﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۹۴﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿۱۹۵﴾ إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿۱۹۶﴾

والاوثان كما هو قول عبدة الاصنام ثم قال تعالىٰ فتعالى الله عما يشركون اى تنزه الله عن ذلك الشرك وهذا جواب في غاية الصحة والسداد تفسير كبير جلد ۲ صفحہ ۳۴۳۔

بتوں کے پوجنے والوں کا طریقہ ہے۔ اسکے بعد خدا نے فرمایا کہ پاک ہے اللہ اُس بات سے جس سے وہ شرک کرتے ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ قفال بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس آیت میں نفس واحد سے حضرت آدم مراد ہیں

تاکہ رہے اُس کے پاس۔ پھر جب ڈھانک لیا اُس نے اُسکو تو وہ بوجھل ہو گئی تھوڑی سے
بوجھ سے پھر اُسی کے ساتھ (یعنی اُسی بوجھ کے ساتھ) چلی گئی (یعنی وہ بوجھ اُس میں رہتا رہا)
پھر جب وہ بھاری ہو گیا تو دونوں نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی کہ دی ہمکو (لڑکا) بھلا چنگا تا کہ
ہم ہوں شکر کرنیوالوں میں سے (۱۸۹) پھر جب خدا نے انکو بھلا چنگا (لڑکا) دیا تو انہوں نے اُسمیں
جو اُنکو دیا گیا تھا خدا کیلئے شریک بنائے۔ پھر اللہ اعلیٰ تر ہے اُس سے جس کو شریک کرتے
ہیں (۱۹۰) کیا وہ (خدا کے ساتھ) اُس کو شریک کرتے ہیں جو کچھ نہیں پیدا کرسکتا اور خود پیدا
کئے جاتے ہیں۔ اور اپنے پوجنے والوں کے لئے مدد نہیں کرسکتے اور نہ اپنی آپ مدد کرسکتے
ہیں (۱۹۱) اور اگر تم اُن کو ہدایت کیطرف بلاؤ تو تمھاری تابعداری نہ کرینگے۔ تمہارے لئے برابر ہے
خواہ تم انکو بلاؤ یا تم چپکے ہو رہو (۱۹۲) جو لوگ کہ پکارتے ہیں اور ون کو اللہ کے سوا (وہ بھی)
مثل تمہارے خدا کے بندے ہیں پھر انکو پکارو پھر وہ تمکو جواب دینگے اگر تم سچے ہو (۱۹۳) کیا
اُنکے لئے (یعنی بتوں کیلئے) پاؤں ہیں اُنسے وہ چلتے ہیں۔ کیا اُنکے لئے ہاتھ ہیں اُنسے وہ
پکڑتے ہیں۔ کیا اُنکے لئے آنکھیں ہیں اُنسے وہ دیکھتے ہیں۔ کیا اُنکے لیے کان ہیں اُنسے وہ
سنتے ہیں۔ کہدے اے پیغمبر کہ بلاؤ اپنے شریکوں کو (یعنی جنکو کہ خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو)
پھر میرے ساتھ مکر کرو اور مجھکو مہلت مت دو (۱۹۴) بیشک میرا دوست اللہ ہے جس نے اُتاری
کتاب اور وہ دوستی کرتا ہے نیک کام کرنیوالوں سے (۱۹۵)

اخیر کو امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ یہی بات صحیح اور مضبوط ہے۔
علماے متقدمین نے جو محقق ہونے کا درجہ رکھتے تھے ہر ایک امر کو محقق طور پر بھی بیان کیا ہے الا واعظین کے
سبب سے لغو و بیہودہ قصے زیادہ تر مشہور ہو گئے ہیں اور محققین کی رائیں جو عام پسند نہیں ہوتیں مشہور

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

نہیں ہوئیں۔ فتدبر۔

(۱۹۹) (واما ینزغنك) اس آیت کی تفسیر میں مفسروں کو بڑی دقت پڑی ہے کیونکہ وہ شیطان کو ایک جداگانہ مخلوق خارج از انسان اور خدا تعالیٰ کا مخالف اور لوگوں کو بدی و نافرمانی پر رغبت دینے والا اور بہکانیوالا کفر و شرک میں ڈالنے والا قرار دیتے ہیں۔ اور یہہ بات مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو شیطان بہکا نہیں سکتا اور اُسکا بد اثر ذرا سا بھی انبیاء پر نہیں ہوتا۔ پھر کیونکر خدا نے آنحضرت صلعم کی نسبت کہا کہ "واما ینزغنك من الشیطان نزغ" پھر مفسرین نے اس کے جواب میں بہت سی تقریریں اور تاویلیں کی ہیں جو نہایت سرد و پژمردہ ہیں لیکن اگر ٹھیک ٹھیک مطلب سمجھا جاوے تو آیت کی تفسیر میں کوئی مشکل و دقت نہیں ہے۔

یہہ بات مذہب اسلام کے ہر فرقہ میں مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی انسانوں کی مانند بشر ہیں جیسکہ خدا نے آنحضرت صلعم کی زبان سے فرمایا ہے کہ "انا بشر مثلکم یوحی الی" پس جو مقتضاے بشریت ہے اُس سے انبیاء علیہم السلام بھی خالی نہیں ہیں انبیاؑ میں اور عام انسانوں میں یہہ فرق ہے کہ انبیاء اُس تقاضاے بشری کو روک لیتے ہیں اور اُس پر غالب آجاتے ہیں اور عام انسان اُس سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور وہ ان پر غالب ہو جاتا ہے۔ اِس آیت سے اوپر کی آیت میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو فرمایا تھا کہ جاہلوں سے درگذر کر اور اُن سے اپنا مونہہ پھیر لے یعنی کافر جو نالایق باتیں کرتے ہیں اُن سے درگذر کرنا چاہیئے۔ مگر ایسی باتوں سے رنج ہونا یا غصہ آنا ایک امر طبعی و مقتضاے بشری ہو اسلئے خدا نے فرمایا کہ اگر تجھکو ایسا امر پیش آوے تو خدا کو یاد کر اور خدا کی طرف متوجہ ہو تاکہ وہ رنج یا غصہ جو بمقتضاے بشریت آیا تھا

اور جو لوگ کہ پکارتے ہیں اور ونکو اللہ کے سوا وہ اُنکی مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنے آپ مدد کرتے ہیں (۱۹۶) اور اگر تو اُنکو بلاوے ہدایت کی طرف تو وہ نہیں سُننے کے اور تو اُنکو (یعنی بتوں کو) دیکھتا ہے کہ تیری طرف نظر کر رہے ہیں اور وہ دیکھتے نہیں (۱۹۷) درگذر کو اختیار کر اور اچھے کاموں کے کرنیکا حکم کر اور موہنہ پھیر لے جاہلوں سے (۱۹۸) اور اگر بھڑکاوے تجھکو شیطان کا بھڑکانا تو پناہ مانگ اللہ سے بیشک وہ سننے والا ہے جاننے والا (۱۹۹)

دب جاوے اور غالب نہ ہونے پاوے۔ اِس آیت میں اور اس کے بعد کی آیت میں شیطان کے لفظ سے صاف اشارہ اُس قوت غضبیہ کی طرف ہے جو انسانوں میں اور انبیاء میں بھی بمقتضاے خلقت بشری موجود ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو کبھی رنج نہ ہوتا تھا یا کبھی غصہ نہ آتا تھا مگر آنحضرت صلعم اپنے کمال نفس سے خدا کی طرف توجہ کرنے سے رنج دور فرماتے تھے اور غصہ کو دبا دیتے تھے اور قوت غضبیہ کو اپنے پر غالب نہ ہونے دیتے تھے۔ یہہ آیت علانیہ ثابت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں شیطان کا لفظ اُنہی قویٰ پر جو بمقابلہ قواے ملکوتیہ کے انسانوں میں بمقتضاے فطرت وخلقت انسانی کے ہیں اطلاق ہوا ہے نہ کسی ایسے وجود خارجی پر جو خدا کے مقابل اور اُسکا مد مخالف ہو۔ پس آیت میں کوئی ایسی مشکل نہیں ہے جس سے ذات پاک رسول مقبول پر کوئی منقصت آسکے۔

شکر ہے کہ بعض مفسرین نے بھی قریبًا قریبًا اِسی مطلب کی طرف رجوع کی ہے۔ امام فخرالدین رازی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب خدا نے آنحضرت صلعم کو اچھے کاموں کا حکم دیا تو کبھی یہہ ہوتا ہے کہ ایک بیوقوف اپنی بیوقوفی ظاہر کر کے طبیعت کو بھڑکا دیتا ہے ایسے وقت کیلئے خدا نے اُسکے مقابلہ کرنے کے عوض سکوت اختیار کرنا فرمایا اور کہا کہ مُنہہ پھیر لے جاہلوں سے اور یہہ بات ظاہر ہے کہ بیوقوف کا اس طرح پیش آنا غصہ اور غضب کو بھڑکا دیتا ہے اور انسان درست حالت پر نہیں رہتا۔ ایسی حالت میں شیطان کو موقع ملتا ہے انسان کو

وتقریر الکلام انه تعالیٰ لما امره بالمعروف فعند ذلك ربما يهيج سفيه ويظهر السفاهة فعند ذلك امره تعالیٰ بالسكوت عن مقابلته فقال واعرض عن الجاهلين ولما كان من المعلوم ان اقدام السفيه قد يهيج الغضب

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝۲۰۰ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ۝۲۰۱ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۰۲ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۲۰۳

والغیظ ولایبقی الانسان علی حالۃ السلامۃ وعند تلک الحالۃ یجد الشیطٰن مجالا فی حملہ ذلک الانسان علی مالا ینبغی لاجرم بین تعالٰی مایجری مجری العلاج لہذا المرض فقال فاستعذ باللہ - تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۴۴۹

باتوں کے کر بیٹھنے پر برانگیختہ کرنیکا - اِس لئے خدا تعالٰی نے ایسی بات بتادی ہے جو اس مرض کے علاج کی جگہہ ہے اور کہا کہ پناہ مانگ اللہ سے - یہہ تمام تقریر امام صاحب کی وہی ہے جو ہمنے لکھی ہے صرف وہ فقرہ اس تقریر کا جس پر ہمنے لکیر کردی ہے مہمل ہے اگر وہ خارج کر دیا جاوے تو امام صاحب کی تحریر اور ہماری تقریر میں کچھہ فرق نہیں ہے - تعجب یہہ ہے کہ جب خود امام صاحب نے لکھا ہے کہ غصہ کی حالت میں انسان درست حالت پر نہیں رہتا تو پھر شیطان کو بلانے کی کیا حاجت رہی تھی -

(۲۰۱) - (واخوانہم یمدونہم) اس آیت کی تفسیر میں صرف اسقدر بیان کرنا ہے کہ ہم کی ضمیر کسکی طرف راجع ہے - مفسرین "ہم" کی ضمیر کو جو "اخوانہم" میں ہے شیطان کی طرف راجع کرتے ہیں اور بمفرد کیطرف ضمیر جمع کا راجع ہونا باعتبار جنس کے سمجھتے ہیں اور جو ضمیر "ہم" کی "یمدونہم" میں ہے اسکو "الذین اتقوا" کی طرف پھیرتے ہیں - اور "یمدون" کے معنی امداد کے لیتے ہیں -

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "اخوانہم" کے معنی ہیں اخوان الشیاطین - یعنی شیاطین مدد

بیشک جو لوگ پرہیزگاری کرتے ہیں جبکہ اُنکو چھوتا ہے دغدغہ شیطان کا تو (اللہ کو) یاد کرتے ہیں پھر وہ ہیں سوچنے والے (۲۰۰) اور اُنکے بھائی اُنکو کھینچتے ہیں نافرمانی میں پھر کچھہ کمی نہیں کرتے (۲۰۱) اور جب تو اُنکے پاس کوئی نشانی نہیں لاتا تو کہتے ہیں کہ کیوں نہیں تو اُسکو بنا لاتا۔ کہدے اے پیغمبر کہ اسکے سوا اور کچھہ نہیں کہ میں تابعداری کرتا ہوں اُسکی جو وحی بھیجی گئی ہے میرے پاس میرے پروردگار سے۔ یہہ ہیں دلیلیں تمہارے پروردگار کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت اُن لوگوں کیلیئے جو ایمان لاتے ہیں (۲۰۲) اور جب قرآن پڑہا جاوے تو تم اُسکو سنو اور چپ رہو شاید کہ تم رحم کئے جاؤ (۲۰۳)

ان المعنی واخوان الشیاطین یمدون الشیاطین فی الغی وذلک لان شیاطین الانس اخوان لشیاطین الجن فشیاطین الانس یغوون الناس فیکون ذلک امدادا منهم لشیاطین الجن علی الاغواء والاضلال ـ والقول الثانی ان اخوان الشیاطین هم الناس الذین لیسوا بمتقین فان الشیاطین یکونون مددا لهم فیه والقولان مبنیان علی ان لکل کافر اخا من الشیاطین ـ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۵۱

کرتے ہیں شیاطین کی نافرمانی میں اور یہہ بات اسطرح پر ہے کہ شیطان آدمی بھائی ہیں شیاطین جن کے پہر شیطان آدمی لوگوں کو بہکاتے ہیں اور اس سے مدد ملتی ہے شیاطین جن کو بہکانے پر اور گمراہ کرنے پر۔ دوسرا قول یہہ ہے کہ شیطانوں کے بھائی وہ لوگ ہیں جو پرہیزگار نہیں ہیں پس شیاطین اُنکے لئے بطور مدد کے ہیں اور یہہ دونوں قول اس یقین پر مبنی ہیں کہ ہر ایک کافر کا ایک شیطان بھائی ہوتا ہے۔

مگر یہہ تقریر وہمی و خیالی ہے۔ یہہ کہدینا تو آسان ہے کہ ہر ایک کافر کا ایک شیطان بھائی ہوتا ہے مگر جب اسکا ثبوت چاہو تو بجز خیال و وہم کے کچھہ نہیں۔ میرے نزدیک آیت کے معنی بہت صاف ہیں اور "یمدون" کے معنی اس مقام پر امداد کے ہیں، اخوانہم کی ضمیر اور یمدونہم کی ضمیر الذین اتقوا کی طرف راجع ہے آیت کے معنی نہایت صاف ہیں کہ پرہیزگار آدمیوں کے دل میں جب کوئی دغدغہ آتا ہے تو خدا کو یاد کرتے ہیں اور اُنکے بھائی بندا اُنکو گمراہی میں کھینچ لیجانے میں کچھہ تقصیر نہیں کرتے۔

ثم الجلد الثالث من تفسیر القرآن

اور یاد کر اپنے پروردگار کو اپنے جی مین عاجزی اور خوف سے پکار کر بات کرنیکی بہ نسبت دہیمی آواز سے صبح کو اور شام کو اور تو نہ ہو غفلت کرنیوالون مین سے (۲۰۴) بے شک جو لوگ تیرے پروردگار کے قریب ہین وہ تکبر نہیں کرتے اُسکی عبادت سے اور اُسکی تسبیح کرتے ہین اور اُس کیلئے سجدہ کرتے ہین (۲۰۵)

جلد سوم تفسیر قرآن تمام شد

نام کتاب	قیمت
النظر۔ مصنفہ سر سید احمد خان مرحوم۔ اس میں آٹھ رسالے شامل ہیں جن میں امام غزالی کے بعض مضامین پر محققانہ بحث کی گئی ہے - - - - - - - - - - -	۱۲
ابطال غلامی۔ مصنفہ سر سید احمد خان مرحوم۔ اس میں نہایت تحقیق اور اجتہاد سے اثبات پر بحث کی گئی ہے کہ اسلام نے غلامی کو باطل ٹھیرایا ہے۔ - - - - - -	عہ/
امہات المومنین کا جواب۔ یہ سر سید کا آخری مضمون ہے جو وفات سے چند دن قبل لکھنا شروع کیا تھا	-/۴
آیات اللہ الکاملہ۔ ترجمہ اُردو کتاب حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث۔	عا/ ۱۲/
اعجاز التنزیل۔ مصنفہ خلیفہ سید محمد حسن صاحب مرحوم۔ وزیر اعظم ریاست پٹیالہ - -	سے
دعوت اسلام۔ ترجمہ پریچنگ آف اسلام مصنفہ ٹی ڈبلیو آرنلڈ - - - - - - - -	/سے
رسائل شبلی۔ شمس العلما مولوی شبلی نعمانی کے گیارہ مختلف مضامین کا مجموعہ - -	عہ/ ۸/
الفاروق ہر دو حصہ۔ یعنی حضرت عمر فاروقؓ کی مکمل سوانح عمری مرتبہ شمس العلما مولوی شبلی۔	عا/
المامون معہ الجزیہ۔ یعنی مامون الرشید کی زندگی کے واقعات - - - - - - -	عہ/
سیرۃ النعمان۔ سوانح عمری امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مصنفہ شمس العلما مولوی شبلی - -	عہ/ ۵/
تاریخ علم کلام حصہ اول۔ شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی سب سے آخری اور نئی تصنیف - -	عہ/ ۴/
عجائب الاسفار جلد اول۔ یعنی سفرنامہ شیخ ابن بطوطہ - - - - - - - -	عا/ ۸/
عجائب الاسفار جلد دوم ″ ″ ″ - - - - - - - - -	عا/ ۴/
سفرنامہ روم و مصر و شام۔ شمس العلما مولانا محمد شبلی نعمانی کا سفرنامہ - -	عہ/ ۵/
مسیر حامدی۔ یعنی سفرنامہ جناب نواب محمد حامد علی خان بہادر والی ریاست رامپور متعلقہ سفر یوروپ - - - - - - - - - -	/سے
وقایع سیر و سیاحت ڈاکٹر برنیر۔ جس میں واقعات عہد سلطنت شاہجہان و اورنگ زیب درج ہیں قیمت ہر دو حصہ - - - - - - - - - -	عا/ ۸/
حیات جاوید۔ یعنی لائف سر سید احمد خان مرحوم بلا ضمیمہ جات طبع دوم - - -	سے
تزک عبدالرحمانی معہ ہر دو حصہ جات جس میں امیر عبدالرحمٰن خان نے خود اپنی سوانح عمری لکھی ہے اور اسکا اُردو ترجمہ (محمد حسن خان صاحب نے کیا ہے) قیمت ہر دو حصہ - - - - - - - -	سے

اس کتاب کی رجسٹری حسب قانون بستم ۱۸۶۷ء بحق
مدرستہ العلوم علی گڈھ کرادی گئی ہے کوئی صاحب قصد
طبع نہ فرمائین ورنہ بعوض نفع کے نقصان اٹھائینگے
اور جسقدر کتابون کی ضرورت ہو ڈیوٹی بک ڈپو
مدرستہ العلوم علی گڈھ سے طلب فرمائین فقط

وما علینا الا البلاغ